مطالعہ ہندومت اور بدھ مت

یونٹ 1-9

کورس کوڈ: 4959

بی ایس علوم اسلامیہ

شعبہ مطالعات بین المذاہب
کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

مطالعۂ ہندو مت اور بدھ مت

برائے بی ایس علوم اسلامیہ

کورس کوڈ:4959 یونٹ09-01

جمع، ترتیب و تالیف

عثمان علی شیخ

عبدالمتین کاکڑ



شعبہ مطالعات بین المذاہب

کلیہ عربی و علوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ایڈیشن 2024ء

اشاعت کا سال 2025ء

تعداد اشاعت 1000

نگران طباعت .....ڈاکٹر سرمد اقبال

طابع .....AIOU پرنٹنگ پریس، اسلام آباد

ناشر.....علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس ٹیم

چیئرمین	پروفیسر ڈاکٹر غلام شمس الرحمن چیئرمین شعبہ مطالعات بین المذاہب
جمع، ترتیب و تالیف	عثمان علی شیخ لیکچرار شعبہ مطالعات بین المذاہب عبدالمتین کاکڑ اسسٹنٹ پروفیسر، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، ایف ایٹ فور، اسلام آباد
نظر ثانی	پروفیسر ڈاکٹر غلام شمس الرحمن ڈاکٹر محمد سجاد ڈاکٹر حسن بیگ ڈاکٹر حافظ محمد فاروق عبداللہ ڈاکٹر احمد رضا
کورس رابطہ کار	عثمان علی شیخ لیکچرار شعبہ مطالعات بین المذاہب
کمپوزنگ	شکیل احمد

پیش لفظ

برصغیر وہ سرزمین ہے جہاں دنیا کے قدیم مذاہب میں سے چند کا آغاز وارتقاء ہوا۔ ان میں ہندومت، بدھ مت اور جین مت جیسے مذاہب شامل ہیں جبکہ سکھ مت ہندوستانی مذاہب میں سے وہ مذہب ہے جو نسبتاً نیا مذہب ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ علاقہ ایسے قدیم فلسفوں اور نظام ہائے فکر کی جنم بھومی بھی ہے جو آج تک دنیا کو متاثر کر رہے ہیں۔ پاکستان کے تناظر میں دیکھا جائے تو مذہب کے طلبہ سامی مذاہب سے نسبتاً زیادہ واقفیت رکھتے ہیں لیکن ہندوستانی مذاہب اور فلسفوں سے آگاہی کے حوالے سے بہت کمی محسوس ہوتی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ اردو زبان میں ان کے اچھے معروضی مطالعات اور تعارفی نوعیت کی کتابوں کی کم یابی بھی ہے۔

زیر نظر کورس "مطالعہ ہندومت اور بدھ مت" میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بی ایس کی سطح کے طلبہ وطالبات کے لیے ہندومت اور بدھ مت کا ابتدائی نوعیت کا تعارف معروضی انداز میں پیش کیا جائے۔ اس کورس کو تیار کرنے میں جن حضرات کا تعاون حاصل رہا، شعبہ مطالعات بین المذاہب ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہے، بالخصوص عبدالمتین کاکڑ صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، ایف ایٹ فور، اسلام آباد اور عثمان علی شیخ صاحب، لیکچرر، شعبہ مطالعات بین المذاہب ہمارے شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے اس کتاب کو تحریر کیا۔ امید ہے کہ شعبے کے طلبہ وطالبات بالخصوص اور اہل علم بالعموم اس کتاب سے استفادہ کریں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام شمس الرحمٰن
چیئرمین، شعبہ مطالعات بین المذاہب
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس کا تعارف

زیر نظر کورس " مطالعہ ہندو مت اور بدھ مت" (کورس کوڈ: 4959) بی ایس علوم اسلامیہ، تخصص مطالعات بین المذاہب کے طلبہ و طالبات کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ اس کورس میں طلبہ و طالبات کو ہندو مت اور بدھ مت کی تاریخ، ان کے مقدس ادب، بڑے فرقوں اور مختلف نظام ہائے فکر اور بنیادی تعلیمات و تصورات سے روشناس کرایا جائے گا۔ نیز ہندو مت اور بدھ مت کی جدید دور میں صورتحال سے بھی آگاہ کیا جائے گا۔

امید ہے کہ یہ کورس علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات کے لیے بالخصوص اور طالبان علم کے لیے بالعموم مفید ثابت ہو گا۔ شعبہ مطالعات بین المذاہب عبدالمتین کاکڑ صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، ایف ایٹ فور، اسلام آباد کا شکر گزار ہے جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر بدھ مت کے حوالے سے یونٹس تیار کیے۔ اس کے علاوہ وہ تمام افراد کار بھی شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے اس کورس کو تیار کرنے میں اپنا تعاون پیش کیا۔

عثمان علی شیخ

کورس رابطہ کار

کورس کے مقاصد

زیر نظر کورس کے مطالعے کے بعد ہمیں امید ہے کہ آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

۱۔ ہندومت کے آغاز وارتقاء کے بارے میں آگاہ ہو سکیں۔

۲۔ ہندومت کے مقدس ادب کے بارے میں جان سکیں۔

۳۔ ہندومت کے بڑے فرقوں اور مختلف نظام ہائے فکر سے واقف ہو سکیں۔

۴۔ ہندومت کی بنیادی تعلیمات کا جائزہ لے سکیں۔

۵۔ موجودہ دور میں ہندومت کی صورتحال سے واقف ہو سکیں۔

۶۔ بدھ مت کے آغاز وارتقاء کے بارے میں آگاہ ہو سکیں۔

۷۔ گوتم بدھ کی حیات کے بارے میں جان سکیں۔

۸۔ بدھ مت کی بنیادی تعلیمات اور نظریات کا جائزہ لے سکیں۔

۹۔ بدھ مت کے مقدس ادب سے واقف ہو سکیں۔

۱۰۔ بدھ مت کے مختلف فرقوں سے آگاہ ہو سکیں۔

۱۱۔ موجودہ دور میں بدھ مت کی صورتحال سے واقف ہو سکیں۔

فہرست عنوانات

یونٹ نمبر	نام یونٹ
یونٹ نمبر 1	ہندو مت کا آغاز وارتقاء
یونٹ نمبر 2	ہندو مت کا مقدس ادب
یونٹ نمبر 3	ہندو مت: فرقے، نظام ہائے فکر اور بنیادی تعلیمات
یونٹ نمبر 4	دور جدید میں ہندو مت
یونٹ نمبر 5	بدھ مت کا آغاز وارتقاء
یونٹ نمبر 6	گوتم بدھ کی حیات
یونٹ نمبر 7	بدھ مت کی تعلیمات، نظریات اور مقدس ادب
یونٹ نمبر 8	بدھ مت کے مختلف فرقے
یونٹ نمبر 9	دور جدید میں بدھ مت

یونٹ نمبر1

ہندومت کا آغاز وارتقاء

جمع وترتیب: عثمان علی شیخ

نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر غلام شمس الرحمن

ڈاکٹر حسن بیگ

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف .....

یونٹ کے مقاصد .....

1. ہندومت: وجہ تسمیہ .....

2. ہندومت کے مختلف ادوار.....

2.1. ویدک دور.....

2.1.1. آریاؤں سے قبل کا ہندوستان .....

2.1.2. آریاؤں کی آمد .....

2.1.3. آریائی مذہب .....

2.2. رامائن اور مہابھارت کا زمانہ .....

2.2.1. مہابھارت، رامائن اور بھگوت گیتا.....

2.2.2. نئے دیوی دیوتاؤں کا ظہور .....

2.2.3. موحدانہ رجحان .....

2.3. جین مت اور بُدھ مت کا ظہور.....

2.4. فرقہ بندی کا زمانہ .....

3. خود آزمائی .....

4. جوابات .....

5. مصادر و مآخذ / مزید مطالعہ کے لیے.....

یونٹ کا تعارف

ہندومت دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے۔ بہت سے مؤرخین کے مطابق اس کا آغاز لگ بھگ دو ہزار سال قبل مسیح میں وادی سندھ میں ہوا۔ اس طویل تاریخ میں ہندومت نے بہت سے اتار چڑھاو دیکھے اور بطور مذہب اس میں واضح ارتقاء دیکھا جا سکتا ہے۔ زیرِ نظر یونٹ میں ہندومت کے آغاز و ارتقاء اور اس کی تاریخ کا مختصر جائزہ لیا جائے گا۔

اس یونٹ کی تیاری میں زیادہ تر مواد درج ذیل کتب سے جمع کر کے مناسب ترمیم و ترتیب کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے:

۱۔ عماد الحسن آزاد فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب** (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۳ء)

۲۔ لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ترجمہ: یاسر جواد، سعدیہ جواد (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء)

۳۔ حافظ محمد شارق سلیم، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ** (ش ن: ن ن، ۲۰۱۰ء)

5. Jawaharlal Nehru, *The Discovery of India* (Delhi: Oxford University Press, 1985)
6. Klaus K. Klostermaier, *A Survey of Hinduism* (New York: State University of New York, 2007)

یونٹ کے مقاصد

ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ جان سکیں گے کہ

۱۔ آریاؤں کی آمد سے قبل ہندوستان کی مذہبی حالت کیا تھی۔

۲۔ ہندومت کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

۳۔ آریا کون تھے اور ان کا مذہب کیا تھا۔

۴۔ ویدک دور کی کیا خصوصیات ہیں۔

۵۔ مہابھارت کے بعد کے دور کی کیا خصوصیات ہیں۔

1. ہندومت:وجہ تسمیہ

ہندومت مسیحیت اور اسلام کے بعد دنیا کا تیسرا بڑا مذہب ہے۔ امریکہ کے ایک معروف تحقیقی ادارے پیو ریسرچ سنٹر (Pew Research Center)، جو کہ معاشرتی مسائل، رائے عامہ اور دنیا بھر میں آبادی کے رجحانات کے حوالے سے معلومات فراہم کرتا ہے، نے ۲۰۱۵ء میں مذاہب عالم کے مستقبل کے حوالے سے ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی۔ اس رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۰ء میں دنیا میں ہندوؤں کی آبادی ایک ارب تین کروڑ سے زائد تھی جو ایک اندازے کے مطابق ۲۰۲۰ء میں بڑھ کر ایک ارب سولہ کروڑ سے زائد ہو گئی ہے۔[1]

قدیم ایرانی دریائے سندھ کے پار برصغیر کے علاقے کو "سندھ" کے نام سے پکارتے تھے اور اس علاقے کے باشندوں کو "سندھو" کہا کرتے تھے۔ بعد ازاں یونانیوں نے بھی اس علاقے اور اس کے باشندوں کو بھی اسی نام سے پکارا۔ جب مسلمان فاتحین نے برصغیر کا رخ کیا تو انھوں نے برصغیر کے غیر مسلم باشندوں کو عمومی طور پر "ہندو"(Hindu) نام دیا۔ مغلیہ دور کے زوال کے بعد آہستہ آہستہ برصغیر انگریزوں کے زیرِ تسلط آتا گیا۔ انگریزوں کے دور میں برصغیر کی ثقافت اور مذہب پر یورپی اور بالخصوص انگریز مصنفین نے بہت زیادہ تحریری مواد مرتب کیا۔ انگریز مصنفین نے ہی انیسویں صدی میں لفظ Hindu کے ساتھ ism کا اضافہ کیا اور یوں برصغیر کی بہت سی متنوع مذہبی روایتوں کے مجموعے کو Hinduism یعنی ہندومت کی اصطلاح سے تعبیر کیا جانے لگا۔[2]

لفظ ہندو بہت ہی قدیم زمانے سے استعمال ہو رہا ہے۔ یہ لفظ زرتشت مذہب کی کتابوں ژند اور اوستا میں ملتا ہے۔ لیکن ہندوؤں کی کسی قدیم سنسکرت کی کتاب میں یہ لفظ نہیں ملتا اور نہ ہی کسی مخصوص مذہب کے پروکاروں کے لیے یہ لفظ ہندو دھرم کی قدیم مقدس کتب میں ملتا ہے۔[3] چنانچہ پنڈت جواہر لال نہرو اپنی ممتاز تصنیف *The Discovery of India* میں لکھتے ہیں:

---

[1] Pew Research Center, April 2, 2015, "The Future of World Religions: Population Growth Projections, 2010-2050," 92.

[2] Klaus K. Klostermaier, *A Survey of Hinduism* (New York: State University of New York, 2007), 17.

[3] حافظ محمد شارق سلیم، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ** (ش ن: ن ن، ۲۰۱۰ء)، ۲۶۔

"لفظ ہندو ہمارے قدیم (مذہبی) ادب میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ (ہندوؤں کی مذہبی کتب میں) لفظ ہندو کا پہلا استعمال آٹھویں صدی عیسوی کی تنتر روایت (*Tantric*) پر لکھی گئی ایک تحریر میں ملتا ہے۔ وہاں بھی لفظ ہندو کسی خاص مذہب کے پیروکاروں کے لیے نہیں بلکہ ایک قوم کے لیے استعمال ہوا ہے۔"[4]

2. ہندومت کے مختلف ادوار

2.1. ویدک دور

ہندوستان کی قدیم مذہبی روایت کو بنیادی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ برہمنی مت اور اس کے بعد کا زمانہ جس میں ہمیں ہندومت اپنی موجودہ شکل لیتا دکھائی دیتا ہے۔ برہمنی مت (Brahmanism) سے مراد وہ روایت ہے جس کا دور دورہ ہندوستان میں آریوں کی آمد کے بعد سے لے کر بدھ و جین مذاہب کی عام اشاعت (تقریباً ۴۰۰ قبل مسیح) تک رہا۔ چونکہ اس مذہبی روایت میں، جس کو ویدک مت (یعنی وہ مذہب جو ویدوں پر مبنی تھا) کا نام بھی دیا جا سکتا ہے، برہمن طبقہ کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی، نیز چونکہ اس کی ساخت و پرداخت مکمل طور پر برہمن طبقہ کے ہاتھوں ہوئی تھی، اس لیے بھی اس کو برہمنی مت کہنا کچھ نامناسب نہ ہو گا۔

ویدک دور کی شروعات قریباً ۱۵۰۰ قبل مسیح سے ہوتی ہے جب کہ اولین وید یعنی **رِگ وید** (Rig Ved) کے مرتب ہونے کی ابتدا ہوئی اور اس کا اختتام قریباً ۵۰۰ قبل مسیح میں ہوا جب **اپنشد** (Upanishad) وجود میں آ چکے تھے۔ چونکہ ویدک دور وہ دور ہے جس میں ویدک ادب کی تشکیل ہوئی اور اسے تشکیل دینے میں آریاؤں کا بڑا کردار ہے لہذا ہم اپنی بات کی ابتدا آریاؤں سے کرتے ہیں۔

2.1.1 آریاؤں سے قبل کا ہندوستان

ہندومت کی تاریخ دوسری صدی قبل مسیح کے دوران ہندوستانی لوگوں کے آریائی فاتحین کی ہجرت سے شروع ہوتی ہے۔ جو مذہب یہ فاتحین اپنے ساتھ لائے وہ مقامی لوگوں کے مذہب کے ساتھ مل جل گیا اور اُن کے

[4] Jawaharlal Nehru, *The Discovery of India* (Delhi: Oxford University Press, 1985), 74.

درمیان جس تہذیب نے ترقی پائی وہ کلاسیکی ہندومت بن گیا۔ تاہم ، آریائی مذہب پر بات کرنے سے پہلے ہمیں ہندوستان کے آریاؤں سے قبل کے مقامی باشندوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ دراصل ان لوگوں کے بارے میں بہت کم معلومات میسر ہیں۔ 1920ء سے پہلے قبل از آریائی لوگوں کے بارے میں معلومات کا واحد ذریعہ ابتدائی ہندومت کا ویدی ادب(Vedic Literature) تھا۔ چونکہ یہ آریاؤں کا مذہبی ادب تھا، اس لیے ہندوستان کے مقامی لوگوں اور ان کے مذہب کے بارے میں حوالہ جات بنیادی طور پر منفی تھے اور اس وقت کے ہندوستانی لوگوں کو غیر مہذب اور وحشی کے طور پر پیش کیا گیا۔ تاہم، 1920ء میں وادی سندھ میں آثاریاتی کھدائی (Archaeological Excavation) عمل میں آئی اور کم از کم دو قبل از آریائی شہر (یعنی موہن جو دڑو اور ہڑپہ) دریافت ہوئے۔ وید میں پیش کیے جانے والے تصور کے برعکس یہ کھدائی بتاتی ہے کہ 2500 قبل مسیح میں وادی سندھ میں اعلیٰ ترقی یافتہ تہذیب موجود تھی۔ شہروں میں نالیوں کے انتظام کے ساتھ بہت اچھی گلیاں تھیں؛ انہیں اردگرد کی جدید زرعی برادریاں خوراک فراہم کرتی تھیں، اور ان قبل از آریائی لوگوں کے پاس تحریری زبان موجود تھی۔ بدقسمتی سے ابھی تک اس زبان کا ترجمہ نہیں کیا گیا اور ان لوگوں کی زندگی اور مذہب سے متعلق معلومات کا ایک وسیع خزانہ پوشیدہ ہے۔

ہم قبل از آریائی لوگوں کے مذہب کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں وہ ماہرین آثاریات کو ملنے والے بہت سے مجسّموں اور تعویذوں سے پتا چلتا ہے۔ ان میں سے بہت سے اس شبیہ کو ظاہر کرتے ہیں جنہیں زرخیزی کے دیوتاؤں اور دیویوں کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان میں کچھ جسم کنول آسن میں بیٹھے ہوئے ہیں جسے بعد میں یوگا ،ہندومت اور دیگر فرقوں نے اختیار کر لیا۔ لہٰذا اندازہ ہے کہ بربریت سے کہیں دُور، قبل از آریائی لوگ نہایت مہذب شہروں میں بسنے والے لوگ تھے، اور یہ کہ بعد کے ہندومت نے اپنے کچھ دیوتا اور دستور اسی ابتدائی عرصہ سے حاصل کیے ہیں۔

2.1.2 آریاؤں کی آمد

''آریا'' سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے عالی مرتبہ، ''معزز افراد''؛ یہ لفظ مہاجرین کے ایک گروہ پر لاگو ہوتا تھا جو دوسری صدی قبل مسیح میں ایران کے خطوں سے وادی سندھ میں آئے (آریاؤں کے عزیز و اقارب جو ہجرت کر کے ہندوستان نہ آئے وہ سلطنت فارس کے بانی بن گئے، جس نے چھٹی صدی سے چوتھی صدی قبل مسیح

تک مشرق وسطیٰ پر حکمرانی کی۔ جب فارس کے جدید لوگ اپنی قوم کے لیے نام تلاش کر رہے تھے تو انہوں نے اسے ایران کہا، جس کا مطلب ہے آریاؤں کی سرزمین۔)

1750 اور 1200 قبل مسیح کے درمیانی عرصہ میں آریائی وادی سندھ میں نقل مکانی کر کے آئے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس خطے کی اعلیٰ تہذیب یافتہ شہری ثقافتیں ختم ہو چکی تھیں کیونکہ انہیں آریاؤں نے بہ آسانی فتح کر کے اپنی ثقافت میں جذب کر لیا تھا۔ ابتدائی آریاؤں کے بارے میں بہت کم علم ہے۔ ویدی ادب میں بکھرے ہوئے حوالہ جات اشارہ کرتے ہیں کہ وہ بنیادی طور پر آوارہ خانہ بدوش تھے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنے ریوڑ کے پیچھے جاتے تھے۔ بظاہر ان کی کوئی مستقل بنیادیں یا شہر نہیں تھے۔ اُس عرصہ کے آریا قبیلوں کی صورت میں ترتیب دیے گئے تھے جن کی سربراہی سردار کرتے تھے، جنہیں راجہ کہا جاتا تھا۔ آریا لوگ ہندیورپی زبان(Indo-European Language) بولا کرتے تھے جو سنسکرت کے لیے بنیاد بنی اور جو یورپ کی زبانوں کے ساتھ مشترکہ خصوصیات رکھتی ہے۔ یہ چھٹی صدی قبل مسیح میں ہی کہیں آ کر اُن لوگوں نے وادی سندھ میں شہروں کے اندر آباد ہونا شروع کیا اور کچھ راجوں نے اپنے لیے چھوٹی چھوٹی سلطنتیں جمع اور تعمیر کرتا شروع کر دیں۔

ابتدائی ذرائع کے مطابق آریائی معاشرہ نے تین بنیادی صورتوں میں ترقی کرنا شروع کی۔ مختلف آریائی دیوتاؤں کے مسلک کی خدمت کرنے والے اعلیٰ مرتبت پجاری برہمن کہلاتے تھے۔ سردار اور جنگجو کشتریہ یا چھتری(Kshatriya) کہلاتے تھے جنہیں معاشرے کے بالائی طبقے سے نزدیک سمجھا جاتا تھا۔ دونوں بالائی طبقات کے خادم سمجھے جانے والے عام لوگ اور تاجر ویش(Vaishya) کہلاتے تھے، چوتھا طبقہ آریوں کی تسخیر سے پہلے والے لوگوں پر مشتمل تھا جنہیں شودر(Shudra) کہا جاتا تھا۔ شودروں کو معاشرے کے مکمل ارکان کی حیثیت نہ دی جاتی اور عموماً آریوں کے غلاموں یا نوکروں کے درجے پر رکھا جاتا۔ ہندوستانی معاشرے میں یہ تقسیم صدیوں تک قائم رہی اور ان کے نیچے کئی ذیلی تقسیمیں تھیں جو نام نہاد نظام ذات کی بنیاد بن گئیں۔

2.1.3. آریائی مذہب

آریائی حملہ آوروں کے مذہب سے متعلق علم کا بہترین ذریعہ ویدک ادب ہے، لیکن یہ ادب اُس وقت مرتب ہوا جب آریائی کافی عرصہ ہوا ہندوستان میں آباد ہو چکے تھے اور مقامی لوگوں اور اُن کے مذہب کے ساتھ گھل

مل چکے تھے۔ ویدوں میں کیا کچھ حقیقتاً آریائی اور قبل از آریائی ہے، اس کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ بایں ہمہ آریائی مذہب کے بارے میں کچھ بنیادی مفروضے قائم کیے جاسکتے ہیں۔

یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ ہندوستان کے آریائی حملہ آور اپنے ساتھ دیگر ہند -یورپی(Indo-European)لوگوں کی طرح کثرت پرست (یعنی متعدد دیوتاؤں پر ایمان لانے والا)مذہب لے کر آئے۔ آریائی دیوتاؤں کو یونانی۔رومی معبد کے دیوتاؤں کے ساتھ ملانے کی خاصی کوششیں ہوتی رہیں۔ آریائی جن دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے وہ مختلف فطری قوتوں مثلاً طوفان، سورج، چاند اور زرخیزی کی شخصی صورتیں لگتی ہیں۔

آریائی دیوتاؤں کی پرستش کا بنیادی طریقہ بدیہی طور پر قربانی تھا۔ اگرچہ ہندوستان پر تسلط کے ابتدائی دنوں میں آریائی بنیادی طور پر خانہ بدوش لوگ تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لیے معبد قائم نہ کیے، بلکہ کھلی جگہوں پر بنائی گئی قربان گاہوں پر ان کے لیے قربانیاں پیش کرتے رہے۔ یہ زیادہ تر جانوروں کی قربانیاں ہوتی تھیں۔ لیکن اس میں دودھ کی بنی ہوئی اشیاء مثلاً مکھن بھی دیوتاؤں کو پیش کیا جاتا۔ ایک اور سیال جو بظاہر بھینٹ کے طور پر استعمال ہوتا تھا، مقدس پودے سوم(Soma)کا رس تھا۔ سوم پودے کی حقیقی شناخت جدید دنیا کے لیے ختم ہو چکی ہے۔ قدیم ہندو مذہبی متون اسے مقدس پودے کے طور پر بیان کرتے ہیں جو اِندر(Indra)دیوتا نے زمین پر بھیجا۔ سوم رس کو پجاری کے لیے نہایت لذیذ اور قوت افزاء بیان کیا گیا جو اسے پیتا اور دیوتاؤں کو بھی ساتھ شریک کرتا۔

غالباً کسی بھی مذہب میں کبھی بھی کی جانے والی سب سے قیمتی اور مفصل قربانی کے بارے میں کہا جاتا کہ وہ آریاؤں نے کی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ گھوڑے کی قربانی تھی۔ اخراجات اور پیچیدگی کے باعث اشومیدھ (گھوڑے کی قربانی :Ashvamedha) آریائی حکمرانوں تک ہی محدود تھی۔ یہ قربانی ایسی تھی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کسی گناہ عظیم کی تلافی کی جاتی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ قربانی اس عمل میں حصہ لینے والوں کو زبردست مذہبی قوت دینے میں غیر معمولی اثر رکھتی تھی۔ اشومیدھ ان حکمرانوں کے لیے بھی مددگار تھی جو اپنی سلطنت کو وسیع کرنا چاہتے تھے، اور اسی وجہ سے ہندوستانی حکمرانوں کے لیے اس قربانی میں ایک زبردست کشش تھی۔ ایک جوان نر گھوڑے کو اس قربانی کے لیے چنا جاتا اور اُسے ایک سال کے لیے کھیتوں میں گھومنے پھرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جاتا۔ حکمران کے خادم گھوڑے کے پیچھے پیچھے جاتے۔ اگر گھوڑا کسی ایسے علاقے میں جا نکلتا جو حکمران کے تسلط میں نہ ہوتا تو اُس راجا کو وہ زمین اپنی کہلانے کے دعوے کا حق ہوتا۔ ایک برس بعد گھوڑے کو واپس لایا جاتا۔ اُس وقت دوسرے کئی جانور بھی

دیوتاؤں کے لیے قربان کیے جاتے تھے۔ اس عظیم سوختنی قربانی (یعنی ایسی قربانی جس میں جلایا جائے) میں ہر قسم کے جانور، مکھی سے لے کر ہاتھی تک شامل ہوتے تھے اور بعض اوقات چھ سو حیوانات سے زیادہ کی قربانی کی جاتی۔ پھر اس مقدس گھوڑے کی کھال کھینچی جاتی اور راجا کی بیویاں گھوڑے کے جسم کے ساتھ زرخیزی کی رسوم میں حصہ لیتیں۔ آخر کار لاش کو باقاعدہ ذبح کیا جاتا اور حکمران اور اس کا خاندان اسے کھاتے۔ آخری مرتبہ ہندوستان کے ایک حکمران نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں گھوڑے کی قربانی کی۔[5]

2.2. رامائن اور مہابھارت کا زمانہ

۵۰۰ قبل مسیح کے لگ بھگ ویدک دور کے ختم ہونے سے لے کر برہمنی مت کی نشاۃ ثانیہ یا پرانوں پر مبنی ہندو مذہب کے ارتقا ـــــ ۴۰۰ ـــــ عیسوی تک کے دور کو رزمیہ نظموں کا یا رامائن اور مہابھارت کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ رزمیہ نظموں کا یہ دور اپنی گوناگوں سیاسی، معاشرتی اور مذہبی خصوصیات کے لحاظ سے ویدک دور سے کافی مختلف اور ممتاز نظر آتا ہے۔

درحقیقت آریائی سماج اور برہمنی مذہبی روایت میں تبدیلیوں کا جو سلسلہ ویدک دور کے مختلف مدارج میں نظر آتا ہے، وہ ویدک دور کے بعد بھی جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہم کو رزمیہ نظموں کے دور میں ویدک عہد سے کافی مختلف آریائی سماج اور بدلی ہوئی برہمنی روایت کا وجود ملتا ہے۔

رزمیہ دور کے سماج اور مذہبی رجحانات کا واضح اور صحیح اندازہ ہندوستان کی دو عظیم رزمیہ نظموں **رامائن** اور **مہابھارت** سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، جن کا زمانہ تصنیف و ترتیب اس پورے عہد پر محیط ہے۔ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس دور کے معاشرتی اور مذہبی مطالعہ کے لیے **مہابھارت** اور **رامائن** ہی ہمارے اہم ماخذ ہیں اس لیے ان دونوں رزمیوں کا ایک مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔

2.2.1. مہابھارت، رامائن اور بھگوت گیتا

ہندوستان کے دو رزمیوں میں **مہابھارت** زیادہ طویل اور مختلف النوع کردار کی حامل تصنیف ہے۔ ویدوں سے مختلف سنسکرت میں لکھی ہوئی یہ طویل نظم اپنے دور کے ہندوستان کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ اگرچہ یہ کہا جا سکتا

---

[5] لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ترجمہ: یاسر جواد، سعدیہ جواد (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء)، ۱۶۰۔۱۶۵۔

ہے کہ اس رزمیہ کا مرکزی قصہ راجا بھرت کے خلاف کوروؤں اور پانڈوؤں کے درمیان جنگ تخت نشینی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں اسی قدر غیر متعلق روایات اور دوسرے قصے اور واقعات بھی موجود ہیں۔ یہ بجا طور پر قدیم ہندوستان سے متعلق معلومات کا خزانہ کہی جا سکتی ہے۔ **مہابھارت** کے مرکزی قصہ یعنی کورو اور پانڈو (چچازاد بھائیوں) میں جنگ کو اگر ایک تاریخی واقعہ تسلیم کیا جائے، جس کی معقول وجوہات موجود ہیں، تو یہ اس دور سے متعلق ہو گی جب کہ آریا پنجاب سے نکل کر گنگا جمنا کے میدان میں آباد ہو چکے تھے اور کم سے کم مغربی اتر پردیش تک ان کی ریاستیں قائم کی گئی تھیں (تقریباً دسویں صدی قبل مسیح)۔

یہ جنگ یقیناً اتنی بڑی رہی ہو گی کہ اس کی اہمیت ہندوستان آریا نسل کے شعور پر نقش ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اور صدیوں اس جنگ کے واقعات شاعروں اور قصہ گوؤں یا گویوں کے ذریعہ نسل در نسل تازہ ہوتے رہے۔

اپنی مثیل دوسری رزمی نظم **رامائن** کے مقابلہ میں **مہابھارت** زیادہ قدیم ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔ کوروپانڈو کی جنگ، اور **مہابھارت** میں مذکور دوسرے واقعات کے کردار، ایک جنگجو اور کھردرے معاشرے کی تصویر پیش کرتے ہیں جسے ابھی تہذیب و تمدن کی بہت سی منزلیں طے کرنا باقی تھیں۔

مہابھارت کے بر خلاف **رامائن** ایک شخصیت رام چندر جی اور ان سے متعلق لوگوں کے بارے میں ایک مستقل اور مربوط قصہ ہے۔ بنیادی اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مہابھارت اور رامائن، دونوں آریا اور غیر آریا ہندوستانی عناصر کی آمیزش سے ابھرتے ہوئے اور برہمنی مت کے زیر سایہ پروان چڑھتے ہوئے ہندو مذہب کے ابتدائی دور کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ ماحول، اہم کرداروں کی خصوصیات، مرکزی قصہ اور طرزِ ادا میں اہم اختلافات کے باوجود مہا بھارت اور رامائن کے بنیادی مفروضات، مذہبی عقائد، رسومات، سماجی اور سیاسی ادارے، ہندو مذہب کے ارتقا کے ایک ہی دور کی داستان سناتے ہیں یہ دور جس کو ہم نے رزمیہ نظموں کے دور سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی ۵۰۰ قبل مسیح سے ۴۰۰ عیسوی تک کا زمانہ برہمنی روایت کی آخری اہم تصانیف **پُرانوں** (Puranas)، اور عہد وسطی کے ہندوستانی معاشرہ میں ہندومت کے بھرپور اظہار سے قبل کا دور ہے۔

مہابھارت اور **رامائن** ہی اس وقت ہمارے پاس سب سے قدیم ماخذ ہیں جن میں ہندومت کے اہم فرقوں مثلاً وشنو مت، شیو مت، شکتی مت، نیز ہندومت کے مشہور معروف دیوی دیوتاؤں کا پہلی بار واضح اور بھرپور تذکرہ ملتا ہے۔ اگرچہ یقیناً یہ مذہبی رجحانات اس سے پہلے سے ہندوستان میں موجود رہے ہوں گے لیکن برہمنی روایت نے انہیں

پورے طور سے اپنایا نہیں ہو گا، اس لیے ویدک ادب میں یہ دیوی دیوتا اس روپ میں نہیں ملتے جس میں کہ یہ **مہا بھارت** اور **رامائن** میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔

مہابھارت کا ہی ایک حصہ وہ مشہور معروف فلسفیانہ وعظ ہے جو **بھگوت گیتا** کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب جو **مہابھارت** کی چھٹی کتاب کے اٹھارہ ابواب (تئیسویں سے لے کر چالیسویں باب تک) پر مشتمل ہے، سری کرشن کے ان نصائح کے پیرائے میں ہے جو انہوں نے ارجن (پانڈوں کی فوج کے سردار ایک پانڈو بھائی) کو جنگ کے میدان میں ان کی ہمت بندھانے کے لیے تلقین کیے تھے۔ جس وقت کوروؤں اور پانڈوں کی فوجیں کورکشیتر کے میدان میں (پانی پت کے پاس) آمنے سامنے جمع ہوئیں تو ارجن نے سری کرشن سے جو اس جنگ میں بظاہر ارجن کے رتھ بان کی حیثیت سے شریک تھے رتھ کو اپنی صفوں سے آگے نکال کر بیچ میدان میں لے چلنے کے لیے کہا تا کہ وہاں سے دشمن کی فوج کا معائنہ کیا جا سکے۔ سامنے دشمن کی فوج میں آگے آگے ارجن کو اپنے چچازاد بھائی کورو، بھتیجے، چچا، خاندان کے بہت سے بزرگ جو کوروؤں کی طرف سے جنگ میں شریک ہو رہے تھے، اپنے استاد اور بچپن کے ساتھی اور دوسرے اعزہ اور اقربا نظر آئے۔ اس منظر کو دیکھ کر کہ حکومت اور ریاست کے لیے اس کو ان عزیزوں، رشتہ داروں اور محترم ہستیوں سے جنگ کرنا پڑے گی، ارجن کی ہمت جواب دے جاتی ہے۔ وہ پکار اٹھتے ہیں کہ:

"ان عزیز ہستیوں کو مار کر اگر مجھے دونوں جہان کی سلطنت مل جائے تو بھی بے کار ہے اور یہ کہ میرا ہاتھ ان پر نہیں اُٹھ سکتا۔ خواہ یہ مجھے آکر ختم ہی کیوں نہ کر دیں۔"

اس موقع پر سری کرشن ارجن کو زندگی کی حقیقت سے روشناس کراتے ہیں۔ بے غرض عمل (نِش کام کرم) اور فرض کی ادائیگی کے فلسفہ کو سمجھاتے ہیں اور اس ضمن میں حقیقتِ اعلیٰ، کائنات اور انسانی زندگی کے رموز کو آشکارا کرتے ہیں۔

درحقیقت **بھگوت گیتا** جس کو سری کرشن کے بیان کے پیرایہ میں لکھا گیا ہے، دوسری صدی قبل مسیح (**بھگوت گیتا** کا قرینِ قیاس زمانہ تصنیف) تک ہندوستان میں ترقی پذیر فلسفیانہ اور مذہبی افکار کا نچوڑ کہی جا سکتی ہے۔ اپنی مذہبی اہمیت، مقبولیت اور ہندو مذہب پر اپنے اثرات کے اعتبار سے ہندو روایت کی کوئی اور مقدس کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ویدک زمانہ سے بعد کی تصنیف ہونے کی وجہ سے یہ وید یعنی الہامی کتابوں کے زمرے میں تو نہیں شامل ہے، لیکن عملی اعتبار سے **گیتا** کو ویدوں سے کم اہمیت نہیں حاصل ہے۔ درحقیقت ویدوں سے ہندو روایت کا تعلق حقیقی سے زیادہ رسمی ہے اور عوامی ہندو مذہب کا ارتقا بہت حد تک ویدوں کے اثرات سے آزاد رہا ہے۔ **مہابھارت** اور **رامائن** کے زمانہ میں رائج، اور بعد کے ہندومت میں موجود، اہم مذہبی تصورات کی جانکاری کے لیے **بھگوت گیتا** بہترین دستاویز ہے۔

اگر ہم ان مذہبی اور فکری تصورات پر نظر ڈالیں جو **مہابھارت** اور **رامائن** کے زمانے میں ترقی پذیر تھے تو ہم کو مندرجہ ذیل پہلو نمایاں طور سے ویدک زمانے سے مختلف، ایک نئی ابھرتی ہوئی مذہبی روایت (ہندومت) کی نشاندہی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

2.2.2. نئے دیوی دیوتاؤں کا ظہور

ویدک دور کے برخلاف جس میں کائنات کی فطری قوتوں سے متعلق دیوی دیوتا جیسے اندر (بجلی اور طوفان کا دیوتا) اگنی (آگ) سوریہ (سورج) سوم (سوم کا پودا) وایو (ہوا) وغیرہ اہمیت رکھتے تھے، **مہابھارت** اور **رامائن** میں کچھ نئے دیوی دیوتا مذہبی زندگی پر چھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان نئے دیوی دیوتاؤں میں برہما(Brahma)، شیو(Shiva)، وشنو(Vishnu) اور ایک دیوی ماں (اپنی مختلف صورتوں میں) بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ برہما، وشنو، اور شیو کو اکٹھا تری مورتی ((خدا کی) تین صورتیں) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ان دیوی دیوتاؤں میں برہما اور وشنو اگرچہ ویدک ادب میں مذکور ہیں لیکن **مہابھارت** اور **رامائن** میں ان کی حیثیت میں نمایاں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ برہما جو کہ اخیر دور کے ویدک ادب میں اکثر حقیقتِ اعلیٰ کے مترادف ایک واحد اور سب سے عظیم دیوتا کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، رزمیہ داستانوں (**مہابھارت** اور **رامائن**) میں صرف کائنات کی تخلیق کے ذمہ دار دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے، بلکہ برہما، وشنو اور شیو کی روبوبیتی تثلیث میں برہما بدستور اپنا وزن کھوتا رہتا ہے یہاں تک کہ تری مورتی کے تصور میں محض گنتی کے لیے برہما کا نام باقی رہ جاتا ہے ورنہ عوام کی عقیدت کے اصل مرکز اور مذہبی عظمت کے حقیقی حقدار وشنو اور شیو ہی مذہبی افق پر زندہ تابندہ رہ جاتے ہیں۔

وشنو اگرچہ ویدک ادب میں مذکور ہے لیکن دوسرے نمایاں دیوتاؤں کے جھرمٹ میں وہ ایک بہت مدھم ستارے کی طرح ہے۔ ایک عظیم دیوتا کے روپ میں وہ ہم کو پہلی بار رزمیہ داستانوں کے ابتدائی حصوں میں ہی ملتا ہے

جہاں بتدریج اس کی اہمیت بڑھتی ہوئی دکھائی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ رزمیہ داستانوں کی موجودہ ترتیب میں بلاشبہ اس کو عظیم ترین دیوتا کا درجہ حاصل ہے۔ تری مورتی کے تصور میں اگر برہما کائنات کی تخلیق کا ذمہ دار ہے تو کائنات کی بقا اور پرورش کی ذمہ داری وشنو کے سر ہے۔ اپنی ربوبیت کی اس صفت کی وجہ سے وشنو کی شخصیت کے تصور میں جمال کا پہلو غالب معلوم ہوتا ہے۔ وشنو کا مقام اس کی اپنی جنت بیکنٹھ یا ویکنٹھ (Vaikuntha) میں ہے جہاں اس کے پرستار مرنے کے بعد اپنے اچھے اعمال کی بدولت پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت بھی بلاشبہ وشنو اپنی اور اپنے اوتاروں کی صورت میں سب سے زیادہ پوجا جانے والا دیوتا ہے۔

شیو اپنی صفات کے لحاظ سے وشنو سے نمایاں طور پر مختلف دیوتا ہے۔ وشنو کو اگر جمال کا مظہر قرار دیا جائے تو شیو الوہی (خدائی) طاقت کے قہر و جلال کی تجسیم ہے۔ شیو کی شخصیت میں حقیقتِ اعلیٰ کی صفت بے نیازی، ماورائیت، انفرادیت اور پراسراریت بدرجہ اتم موجود ہے۔ وشنو اگر اپنی مانوس اور ہمدردانہ صفات سے دلوں کی تسلی کا باعث بنتا ہے تو شیو اپنی غرابت، وحشت، بے نیازی اور جلال سے دلوں کو دہلاتا ہے اور لوگوں کے سروں کو اپنے آگے خم کرالیتا ہے۔

شیو کے بارے میں ہندومت کے محققین کا عام خیال یہ ہے کہ اس کی پرستش کا رواج ہندوستان میں نہایت قدیم، قبل از آریا، زمانے سے تھا۔ ویدک زمانے کے آخری ادوار میں شیو کی شخصیت برہمنی مت کے دیوتا رُدر (Rudra) کے ساتھ (جس کی بعض صفات شیو سے ملتی جلتی تھیں) مدغم ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ **مہابھارت** اور **رامائن** میں ہم کو رُدر شیو نام کے دیوتا کی پرستش، جس کو برہمنی روایت کی سرپرستی حاصل ہے، عام ملتی ہے۔ **مہابھارت** اور **رامائن** اگرچہ اپنی موجودہ صورت میں وشنو کی طرف دار کتابیں ہیں، لیکن اُن میں جس ماحول کی عکاسی کی گئی ہے اُس میں شیو کی پرستش کا ہر طرف چرچا نظر آتا ہے۔

ایک دیوی ماں کی حیثیت سے حقیقتِ اعلیٰ کی پرستش بھی ہندوستان کا ایک بہت قدیم تصور بتائی جاتی ہے۔ موہن جو دڑو اور ہڑپا میں اس صدی کے شروع میں جو کھدائیاں ہوئی اور ان سے برآمد ہوئے آثار نے ہندوستان میں آریوں سے بہت پہلے (تین ہزار قبل مسیح) کی، جس دراوڑ (Dravidian) تہذیب کا پتہ دیا ہے، اس میں بھی ایک دیوی کی پوجا عام تھی، جس کی مورتیاں کھدائی کے دوران برآمد ہوئیں۔ **مہابھارت** اور **رامائن** کے زمانے میں جب کہ بہت سے غیر آریا اور غیر برہمنی عقائد و رسومات، برہمنی روایت کے ساتھ ساتھ سر اُبھار رہے تھے، دیوی ماں کے تصور

کو بھی اپنی نت نئی شکلوں میں معیاری مذہبی تصور کا درجہ حاصل ہوا۔ اس وقت وشنو اور شیو کی طرح اپنی کسی نہ کسی صورت میں دیوی ماں کی پرستش بھی ہندومت کا مقبول ترین تصور ہے۔

دیوی ماں کے مظاہر میں اس کی شیو کی بیوی پاروتی(Parvati) کی حیثیت ، شیو کی شکتی (طاقت)کالی کی حیثیت اور تانترک(Tantric)فرقہ کی دیوی بھیراویں(Bhairavi) کی حیثیتیں کافی اہم ہیں اور ان صورتوں میں وہ متعدد مختلف ناموں کے ساتھ پوجی جاتی ہے۔ بھوانی (Bhavani)کی صورت میں یہ دیوی جرائم پیشہ لوگوں، قزاقوں اور ڈاکوؤں کا چنیدہ معبود رہی ہے۔

2.2.3. موحدانہ رجحان

ویدک دور کے برخلاف جہاں مظاہر فطرت کے نمائندہ دیوی دیوتاؤں کو باہم یکساں تقدیس کا حامل سمجھا جاتا تھااور ان سب کو کائنات میں عمل دخل کا ذمہ دار مانا جاتا تھا، **مہابھارت** اور **رامائن** میں منظر عام پر آئے ہوئے نئے دیوی دیوتاؤں میں سے ہر ایک اپنے ماننے والوں کی تمام تر توجہ کا حقدار ہوتا ہے۔ شیو، وشنو (اپنے مختلف اوتاروں کی صورتوں میں)اور دیوی ماں، سبھی اپنے اپنے بھگتوں کے لیے خدائے واحد کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ کسی دیوتا کے بھگت کے لیے یہ ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ وہ دوسرے دیوتاؤں کا انکار کرے، لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کی مذہبی عقیدت کا اصل مرکز اس کا اِشٹ دیوتا(Ishta-devta)(یعنی اپنا چنا اور پسندیدہ)ہی ہوتا ہے، اور وہ دوسرے دیوتاؤں کو اس کا ماتحت یا اسی کے مختلف مظاہر(روپ)مانتا ہے۔ اپنی نجات (مکتی)اور زندگی کے تمام مرحلوں میں مدد کے لیے وہ اپنے اِشٹ دیوتا ہی سے تمام امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمیں **رامائن** اور **مہابھارت** کے مذہبی ماحول میں کسی درجہ کا موحدانہ رجحان بھی نظر آتا ہے۔ بعد کے ادوار میں جب ان نئے دیوی دیوتاؤں سے منسلک فرقوں میں مزید تنظیم اور ترقی ہوئی تو اس نوع کا موحدانہ رجحان اور نمایاں ہو گیا۔ ان دیوتاؤں کے اپنے اپنے مخصوص ماننے والوں کے طفیل ہی شاید ہم کو ویدک دیوتاؤں کی بہ نسبت ان نئے دیوی دیوتاؤں کی تصویر بہت واضح اور مکمل نظر آتی ہے۔

ویدک دور کے دیوتا نمایاں طور پر اساطیری رنگ لیے ہوئے ہیں اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے وہ فطری قوتوں کے مظاہر یا ان کے نمائندوں کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ ویدوں کا بڑا حصہ ان دیوتاؤں کی حمد و ثنا کے گیتوں پر مشتمل ہے، ان کی شخصیتیں مبہم اور ان کے کردار کی تصویریں مدہم ہی رہتی ہیں۔ ان دیوتاؤں

کی شخصیات کے غیر واضح تصور نے شاید ویدوں کے اس رجحان کی بھی ہمت افزائی کی کہ ایک دیوتا کی خصوصیات موقع بہ موقع بہت آسانی سے دوسرے دیوتا کے ساتھ منسوب کر دی جائیں، یا یہ کہ مختلف دیوتاؤں کی صفات بیک وقت کسی ممدوح دیوتا کے ذیل میں بیان کر دی جائیں۔ اس کے بر خلاف **رامائن** اور **مہابھارت** میں ابھرتے ہوئے دیوتا واضح اور مکمل شخصیتوں کے مالک ہیں۔ ان کے کردار کے نقوش گہرے اور منفرد ہیں اور وہ تشبہ اور تشخص کی تمام منزلوں کو طے کیے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں۔ ایسی بھرپور شخصیتوں کے ساتھ ان میں سے ہر ایک کا اپنے ماننے والوں کے لیے ربِّ اعلیٰ بن جانا کچھ دشوار نہ تھا۔[6]

2.3. جین مت اور بدھ مت کا ظہور

چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستان میں دو نئے مذاہب اُبھرے جنھوں نے ہندوستانی نظریۂ دنیا (Worldview) میں نجات پانے کی متبادل راہیں متعارف کرائیں۔ اگرچہ یہ الگ مذاہب ہیں اور ان میں سے ایک کا تفصیلی تعارف کتاب کے دوسرے حصے میں کرایا گیا ہے، تاہم ہندومت کی بحث میں اس موقع پر ان کا مختصر تعارف اس لیے ضروری ہے کیونکہ یہ مذاہب ہندومت میں سے نکل کر ہندومت کے سامنے چیلنج کے طور پر آئے۔

جین مت اور بدھ مت دونوں قربانی کے نظام کو زندگی سے نجات حاصل کرنے کے ذریعہ کے طور پر مسترد کرتے ہیں، جیسا کہ وید میں سکھایا گیا ہے۔ وہ دونوں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ زندگی سے نجات دیوتاؤں کے حضور قربانی کرنے یا کسی دوسری عبادت سے نہیں بلکہ فرد کی اپنی ہی زندگی کے کارناموں سے ملتی ہے۔ ان دونوں نے وید کو مقدس صحیفہ ماننے سے انکار کر دیا اور تعلیم دی کہ کسی بھی ذات کا کوئی بھی فرد جو اچھی زندگی گزارے، نجات پا سکتا ہے۔

جین مت نے بتایا کہ رہبانیت کے ذریعے زندگی سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کوئی شخص جسم کی مسرتوں اور راحتوں سے جس قدر محروم ہو، اُسی قدر جلد وہ جنم اور دوہرے جنم کے لا محدود چکر (یعنی بار بار جنم لینے کے عمل) سے نجات حاصل کر سکے گا۔ مزید برآں، جین مت نے جانوروں کے ساتھ روایتی ہندوستانی تعلق کو وسیع کیا اور بتایا کہ ہر قسم کی زندگی مقدس اور محبت کے لائق ہے اور جب بھی ممکن ہو انہیں محفوظ کیا جائے۔ جب جین مت اپنی مقبولیت کے دور میں تھا، تو اس نے عام آدمی سے اتنا زیادہ کچھ تقاضا کیا کہ کبھی عوامی تحریک نہ بن سکا۔ جین مت کے

---

[6] عماد الحسن آزاد فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب** (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۳ء)، ۶۰۔۶۹۔

نقطہ نظر کے بعد آنے والی صدیوں میں ہندومت نے جین مت کے رہبانیت اور اہنسا(عدم تشدد) کے نظریات کو اپنا لیا، اور آج جین مت ہندوستانی باشندوں کی صرف ایک معمولی اقلیت کا مذہب ہے۔

بُدھ مت بہت سی ایسی خواہشات اور عقائد میں سے اُبھرا جنہوں نے جین مت کی بنیادیں تشکیل دی تھی۔ تاہم، یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب فرد پجاریوں اور قربانی کے نظام کے بغیر زندگی سے الگ ہو سکتا ہے تو رہبانیت کی انتہاء ضروری نہیں۔ ایک دور میں بدھ مت اپنے زیادہ معتدل رویوں کے ساتھ ہندوستان کے مذہب کے طور پر ظاہر ہوا، حتیٰ کہ یہ ایک تبلیغی مذہب بن گیا اور دیگر ایشیائی اقوام کی طرف اپنے مبلغین بھیجے۔ تاہم، ہندومت نے انجام کار خود کو دوبارہ منوایا اور بدھ مت کے امتیازی خواص اپنے اندر جذب کر لیے۔ بدھ مت کے بانی گوتم بُدھ کو ہندو دیوتاؤں کے گروہ کا رُکن بنایا گیا اور اس کی بہت سی تعلیمات ہندومت کا ایک حصہ بن گئیں۔ پندرھویں صدی عیسوی کے آتے آتے ہندوستان میں چند ایک ہی بدھ مت کے پیروکار رہ گئے۔ (البتہ بدھ مت متعدد دیگر ایشیائی اقوام کا غالب مذہب بنا اور وہاں آج بھی زندہ ہے)۔ چھٹی صدی قبل مسیح کے دوران ہندوستان میں جین مت اور بدھ کی مقبولیت یہ بات عیاں کرتی ہے کہ سبھی ہندوستانیوں کو کلاسیکی ہندومت کی تعلیمات میں تشفی نہیں ملتی تھی۔[7]

2.4. فرقہ بندی کا زمانہ

ہندومت کے جن مذہبی رجحانات کا اظہار **مہابھارت** اور **رامائن** کی رزمیہ نظموں (۵۰۰ قبل مسیح سے ۴۰۰ عیسوی) میں ملتا ہے، وہ **پرانوں** (Puranas) کے دور (۴۰۰ عیسوی سے ۱۲۰۰ عیسوی) تک خوب برگ وبار لائے۔ عہد وسطیٰ اور دورِ حاضر کے ہندو مذہب کی بنیاد درحقیقت انہی مذہبی رجحانات اور رسومات پر ہے جو رزمیہ نظموں کے زمانے سے اُبھر کر **پرانوں** کے دور میں اپنے درجہ کمال کو پہنچے۔

پران (Purana) جو کہ ہندو روایت کی سب سے آخری مقدس تصانیف ہیں، درحقیقت اساطیری روایات کے ذریعہ نئی ہندو دینیات کے لیے مستحکم بنیادیں فراہم کرنے کی کوشش ہے۔ قدیم اور جدید دونوں طرح کے ہندو دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ روایتی اعتبار سے کسی بھی **پُران** کے لیے پانچ عناصر بنیادی قرار دیے گئے ہیں:

(۱) ابتدائے آفرینش اور تخلیق عالم کا بیان

---

[7] مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ۱۷۸۔۷۹۔

(۲) (طوفان نوح کے مماثل) عالمی تباہی، کائنات کی دوبارہ آبادی اور مختلف ادوارِ زمانہ کا بیان

(۳) دیوتاؤں اور بزرگوں کے شجرے

(۴) ادوارِ منو یا منونتراؤں (Manvantara) کی تفصیل اور

(۵) سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کے حالات اور ان کی آل اولاد کا بیان۔

لیکن موجودہ پرانوں میں ان اصولوں کی بہت کم پابندی نظر آتی ہے اور ان کا غالب رجحان مخصوص فرقوں کے عقائد کی ترجمانی معلوم ہوتا ہے۔

رزمیہ نظموں کے دور میں جو اہم دیوتا منظر عام پر اُبھرے تھے اُن میں برہما، وشنو اور شیو کے ساتھ ساتھ (جو اکٹھا تری مورتی کے نام سے پکارے جاتے ہیں) ایک دیوی ماں مخصوص اہمیت کی حامل تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ برہما کے علاوہ تری مورتی میں شامل دونوں دیوتاؤں وشنو اور شیو، اور ان کے ساتھ دیوی ماں نے، نئے ہندومت کے عظیم ترین دیوتاؤں کی حیثیت حاصل کرلی، بلکہ ان میں سے ہر ایک کے نام پر ہندومت میں زبردست فرقے بن گئے۔ برہما البتہ کبھی عوام کے ذہنوں کو شیو اور وشنو کی طرح نہیں مسخر کرسکا اور اس لیے دھیرے دھیرے پس منظر میں چلا گیا۔ **پرانوں** کے دور اور عہد وسطیٰ کے ہندومت کی تاریخ درحقیقت انہیں دیوتاؤں سے وابستہ فرقوں کی نشو و نما کی داستان ہے، اور اسی لیے رزمیہ نظموں کے بعد برہمنی مت کے سلسلے سے ابھرنے والے مذہب کو نیا برہمنی مت یا ہندمت یا فرقہ بندیوں کا ہندومت کہا جاسکتا ہے۔

نئے ہندومت میں، جس کے بنیادی رجحانات رزمیہ نظموں میں ہی ابھر رہے تھے اور قدیم برہمنی مت یا ویدک دھرم میں جو واضح فرق تھا، اس کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا جاچکا ہے، اس سلسلے میں ایک اور فرق یہ بھی ہے کہ ویدک رسومات میں قربانی یا یگیہ کو جو مرکزی حیثیت حاصل تھی، وہ نئے ہندومت میں بالکل ختم ہوگئی، بلکہ نئے ہندومت اور خاص طور سے وشنومت میں ایک مذہبی رسم کی حیثیت سے قربانی کی مخالفت کا رجحان پایا جاتا ہے اور اس کی جگہ پوجا کو مرکزی مذہبی رسم کا درجہ حاصل ہوگیا۔ قربانی اور پوجا میں رسومات کے ظاہری اعمال کے ساتھ مذہبی تصورات، نیت اور رویہ کا بھی زبردست فرق تھا۔

ویدک دھرم میں قربانی نے ایک میکانیکی عمل کی حیثیت اختیار کرلی تھی جو اعلیٰ ترین مذہبی درجات کے حصول کی کنجی تھی۔ مذہب کے میدان میں قربانی سے اہم دوسری کوئی حقیقت نہیں رہ گئی تھی۔ دیوتا بھی قربانی کے

بس میں یا دوسرے الفاظ میں قربانی کرنے والے کے بس میں سمجھے جاتے تھے۔ قربانی ایک ایسے مشینی عمل کی طرح تھی جس کو (برہمنوں کے ذریعہ) صحیح ڈھنگ سے انجام دلوا کر کوئی بھی شخص، خواہ وہ نیک ہو یا بد، خواہ دیوتاؤں پر عقیدہ رکھتا ہو یا ان سے بیزار ہو، اپنا مقصد حاصل کر سکتا تھا۔

اس کے بر خلاف پوجا کی بنیاد دیوتا سے ذاتی عقیدت اور محبت پر تھی۔ پوجا ایک شخص کی دیوتاؤں سے عقیدت اور تعلق کا مخصوص اعمال کے ذریعہ اظہار کا نام تھا۔ پوجا میں کسی بھی دیوتا کی مورتی یا اس کی کسی اور علامت کے آگے نذر و نیاز اور مروجہ اعمال کے ذریعہ اس دیوتا کی عزت افزائی اور اپنی قدر و محبت کا اظہار شامل تھا۔ پوجا اپنے جذبات اور ذاتی ہونے میں قربانی کے معروضی اور میکانیکی عمل سے یکسر مختلف تھی۔ اس طرح نئے ہندومت میں دیوتاؤں سے براہ راست شخصی تعلق رکھنے کی خصوصیت کا اثر، مذہبی تصورات کے ساتھ ساتھ، طریق عبادت اور مذہبی رسومات پر بھی بہت گہرا پڑا تھا۔

اس ابھرتے ہوئے ہندومت کی ایک بہت بڑی خصوصیت، جو کہ در حقیقت اس کی مقبولیت اور نشو نما کا بڑا سبب بھی ثابت ہوئی، اس کی وسیع المشربی اور افکار و رسومات میں مختلف روایتوں کو اپنے اندر سمو لینے کی صلاحیت تھی۔ قدیم برہمنی مت حتی الامکان ویدک روایات کا وفادار رہا تھا۔ اس میں جو تبدیلیاں ہوئیں وہ بھی کسی حد تک خود برہمنی طبقہ کی اجارہ داری تھی اور اس میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کے لیے برہمن طبقہ براہ راست ذمہ دار تھا۔ برہمنی مت کی یہ بھی خصوصیت تھی کہ اس کا دائرہ عمل صرف سماج کے اعلیٰ طبقہ تک محدود تھا۔ سماج کے درمیانی اور نچلے طبقے نہ تو اس سے براہ راست استفادہ کر سکتے تھے اور نہ برہمنی مت کو ان کی مذہبی ضرورتوں سے کوئی دلچسپی تھی۔ دراصل برہمنی مت جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اپنے ابتدائی مدارج میں ہی صرف برہمن طبقہ کا مذہب بن کر رہ گیا تھا۔ رہ گیا سماج کا دوسرا اعلیٰ طبقہ یعنی چھتریوں یا حکمرانوں کا طبقہ، تو وہ اس مذہب سے بالواسطہ (برہمنوں کے ذریعہ) کسی حد تک مستفید ہو سکتا تھا۔ البتہ ملک کی اکثریت (غریب چھتری، ویش، شودر اور اچھوت) اس مذہبی روایت سے نا آشنا ہی رہتے تھے۔

نیا ہندومت اس کے بر خلاف ایک عوامی مذہب تھا۔ ہندو مذہب کے عقائد و رسومات سب اس طرح کے تھے جو عوام کی مذہبی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ در حقیقت اگر برہمنی روایت کے پس منظر میں دیکھا جائے تو ایک عرصہ (۳۰۰ قبل مسیح سے ۳۰۰ عیسوی) تک ہندوستان میں بدھ مت اور جین مت کے غلبہ کے بعد نئے ہندومت کے

ارتقا کو قدیم برہمنی مت کے عوامی رنگ اختیار کرنے کی کوشش پر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک طویل عرصے تک بدھ مت اور جین مت کے غلبہ سے محصور رہنے اور عوام میں ان کی مقبولیت کے پیش نظر، برہمنی مت یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ ہندوستان میں اس کی بقا اور نشو و نما ایک عوامی شکل اختیار کرنے پر ہی منحصر ہے۔ اس رجحان کے پیش نظر **رامائن** اور **مہابھارت** میں ابھرتے ہوئے عوامی عقائد و رسومات کی خود برہمن عالموں نے ہمت افزائی کی اور جہاں ایک طرف ان کو برہمنی مت کی تائید مہیا کر کے سند قبولیت عطا کی وہاں ان کی مزید نشو و نما اور ترقی میں بھرپور حصہ بھی لیا۔ اس طرح نیا ہندو مت قدیم برہمنی مت سے بڑی حد تک مختلف ہونے کے باوجود برہمنی مت کے وارث کی حیثیت سے ہی پھلا پھولا۔

ہندو مت کے عوامی رجحان کی وجہ سے اس روایت میں اپنے احیا کی ابتدا سے ہی ہندوستان میں موجود مختلف روایتوں کے عقائد و رسومات شامل ہوتے رہے۔ اس ابھرتی ہوئی تحریک میں اتنی لچک تھی کہ جس علاقہ یا نسل کے لوگ اس کے دائرہ اثر میں آتے تھے ان کے مقامی اور نسلی عقائد و رسومات کو اس میں جگہ مل جاتی تھی۔ اس طرح ہندو مت میں شروع ہی سے مختلف النوع اور اکثر متضاد مذہبی خیالات و عقائد کو بغیر کسی بحث و تکرار اور مزاحمت کے اپنے دامن میں سمونے اور جذب کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔

ہندو مت کی اس خصوصیت نے مذہبی رواداری اور عقائد و رسومات میں مکمل آزادی کو اس تحریک کی اہم خصوصیت بنا دیا۔ چنانچہ ہندو مت کی تاریخ میں باوجود اس کے کہ اہم دیوتاؤں کے گرد اِن کے ماننے والوں کے فرقے پوری شد و مد سے ابھرے، کبھی اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کہ کسی دیوتا کے ماننے والے اپنے چنیدہ دیوتا (اشٹ دیوتا) کے علاوہ دوسرے دیوتاؤں کا انکار کریں۔ حالانکہ عملی طور سے اپنی تمام مذہبی ضرورتوں کے لیے لوگ اپنے چنیدہ دیوتا ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور اسی کو خالقِ کائنات اور ربوبیت کے درجے پر فائز مانتے تھے۔ اس طرح سَمَنْوے (Samanvaya) (سب دیوتاؤں کی تعظیم) کا عقیدہ ہندو مذہبیت کی اہم خصوصیت قرار پایا۔ اس عقیدہ کے پیش نظر ایک ہندو سبھی دیوتاؤں کو قابل تعظیم مانتا ہے اور موقع موقع سے وہ مختلف دیوی دیوتاؤں کو نذر عقیدت بھی پیش کرتا رہتا ہے۔ لیکن درحقیقت، کسی ایک دیوتا کے مخصوص فرقے سے تعلق رکھنے والوں، یا کسی بھی دیوتا کو اپنا چنیدہ دیوتا سمجھنے والوں کے لیے، ان کا مخصوص دیوتا ہی معبود حقیقی کے درجہ پر فائز ہوتا ہے اور بقیہ دوسرے دیوی دیوتا اس معبود حقیقی کے مختلف روپ سمجھے جاتے ہیں۔ شیو کے بھگتوں کے لیے وشنو یا اس کے مختلف اوتار یا دیوی ماں،

شیو کی ہی مختلف صفات کا ظہور ہیں۔ اسی طرح وشنو کے بھگت شیو اور دیوی ماں یا ان کے مختلف مظاہر کو عظیم وشنو کے ماتحت اور اسی کی طاقتوں کی جلوہ گری مانتے ہیں۔ اس طرح ہندومت کے مختلف دیوی دیوتا، جو مختلف نسلی اور تہذیبی روایتوں کی دین ہیں، ہندومت میں ایک ساتھ اپنا اپنا مقام پاسکتے ہیں، اگرچہ ان کی اہمیت ہر ہندو کے لیے اپنے خاندانی یا علاقائی مذہبی رجحانات کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے۔

مختلف روایتوں سے ماخوذ دیوی دیوتاؤں کو اپنے اندر سمونے کے سلسلے میں ہندومت کی تاریخ میں ایک اور عمل سے بہت کام لیا گیا۔ یہ تھا مختلف دیوتاؤں کے کسی ایک دیوتا کی شخصیت میں اتحاد کا عمل۔ بعض اوقات کسی ایک دیوتا کی مختلف صفات یا اس کے مختلف مظاہر میں ہم ان کو ان دیوتاؤں کا کچھ سراغ مل جاتا ہے جن کے باہم اتحاد سے موجودہ دیوتا کی شخصیت ترکیب پائی ہے۔ لیکن اکثر اوقات یہ اتحاد اتنا مکمل ہے، اور ہندو مذہب کے اتنے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے، کہ موجودہ صورت میں کسی دیوتا کی شخصیت میں جذب دوسرے دیوتاؤں کا سراغ لگانا دشوار ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اس عمل کے ذریعہ ہندوستان میں موجود برہمنی تہذیب کے دائرہ سے باہر کے قبائل، مقامی آبادی کے دیوی دیوتاؤں اور ان کے مذہبی عقائد کو برہمنی روایت سے ماخوذ دیوتاؤں کی شخصیت میں جگہ مل جاتی تھی اور اس طرح ہندو روایت کے جلو میں وہ قومیں اور غیر آرین قبائل بھی شامل ہو جاتے تھے جو اب تک برہمنی ثقافت کے دائرہ سے باہر سمجھے جاتے تھے۔ اس سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ برہمنی روایت، دراوڑ تمدن کے باقیات، اور مقامی قبائل کے مذہبی عقائد اور رسومات، یہ وہ تین اہم ماخذ ہیں جنہوں نے ہندو روایت کی تشکیل میں حصہ لیا، اگرچہ ان کے علاوہ ہندوستان میں وقتاً فوقتاً باہر سے آنے والی قوموں کے اثرات بھی ہندو روایت میں جذب ہوتے رہے۔ ان تمام روایات میں چونکہ برہمنی روایت کو سب سے زیادہ استناد اور غلبہ حاصل رہا اس لیے ہندومت کو برہمنی مت کا ہی جانشین تسلیم کیا گیا۔[8]

[8] فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب**، ۶۰۔۶۹۔

3۔ خود آزمائی

۱۔ آریاؤں کی آمد سے قبل ہندوستان کی مذہبی حالت پر مفصل نوٹ لکھیں۔

۲۔ ہندومت کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

۳۔ آریا کون تھے؟ آریاؤں کے مذہبی اعتقادات اور رسوم کا تعارف کرائیں۔

۴۔ ویدک دور کی اہم خصوصیات کیا ہیں؟

۵۔ مہابھارت کے بعد کے دور کی مذہبی خصوصیات بیان کریں۔

4۔ جوابات

تمام سوالوں کے جواب متعلقہ یونٹ سے تلاش کریں۔

5۔ مصادر و مآخذ / مزید مطالعہ کے لیے

۱۔ عماد الحسن آزاد فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب** (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۳)

۲۔ لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ترجمہ: یاسر جواد، سعدیہ جواد (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳)

۳۔ حافظ محمد شارق سلیم، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ** (ش ن: ن ن، ۲۰۱۰ء)

5. Jawaharlal Nehru, *The Discovery of India* (Delhi: Oxford University Press, 1985)
6. Klaus K. Klostermaier, *A Survey of Hinduism* (New York: State University of New York, 2007)

یونٹ نمبر2

ہندو مت کا مقدس ادب

جمع و ترتیب: عثمان علی شیخ

نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر غلام شمس الرحمن

ڈاکٹر حسن بیگ

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف .....

یونٹ کے مقاصد .....

1. شرتی اور سمرتی .....

2. ویدک ادب اور اس کی تقسیمات .....

2.1. سمہتا .....

2.2. برہمنہ اور آرنیکا .....

2.3. اُپنِشَد .....

3. سِمرِتی .....

3.1. اتہاس .....

3.1.1 مہابھارت .....

3.1.1.1 بھگوت گیتا .....

3.1.2 راماین .....

3.2. دھرم شاستر: منو کا ضابطہ قانون .....

3.3. پُران .....

4. خود آزمائی .....

5. جوابات .....

6. مصادر و مآخذ / مزید مطالعہ کے لیے .....

یونٹ کا تعارف

کسی بھی مذہب کی تعلیمات کی تفہیم کے لیے اس کا مذہبی ادب بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ ہندومت مذہبی ادب کے کثیر سرمائے سے مالا مال ہے۔ اس مذہب کی کئی ہزار سالہ تاریخ میں مختلف گروہوں، علاقوں اور ادوار میں مختلف مذہبی متون مقبول اور اہمیت کے حامل رہے۔ زیر نظر یونٹ میں ہندومت کی کثیر مذہبی کتب اور ان کے چیدہ چیدہ مباحث کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

اس یونٹ کی تیاری میں درج ذیل کتب سے مواد کو جمع کر کے مناسب ترمیم و ترتیب کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے:

۱۔ عماد الحسن آزاد فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب** (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۳ء)

۲۔ لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ترجمہ: یاسر جواد، سعدیہ جواد (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء)

۳۔ حافظ محمد شارق سلیم، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ** (ش ن: ن ن، ۲۰۱۰ء)

۴۔ دھر میندر ناتھ، **ہمارے رام اور رامائن** (دہلی: رادھا پبلی کیشنز، ۲۰۱۵)

۵۔ اجے مالوی، **اردو میں ہندو دھرم** (الہ آباد: ڈاکٹر اجے مالوی، ۲۰۰۰)

6. Hillary Rodrigues, *Introducing Hinduism* (New York: Routledge, 2006)
7. Klaus K. Klostermaier, *A Concise Encyclopedia of Hinduism* (Oxford: Oneworld Publications, 2003)
8. Gavin Flood, ed., *The Blackwell Companion to Hinduism* (Oxford: Blackwell, 2003)

یونٹ کے مقاصد

ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ جان سکیں گے کہ

۱۔ شرتی اور سمرتی میں کیا فرق ہے۔

۲۔ وید کون سے ہیں اور ان کی بنیادی تعلیمات کیا ہیں۔

۳۔ اپنشد کیا ہیں اور ان کی بنیادی تعلیمات کیا ہیں۔

۴۔ مہابھارت اور رامائن کے مرکزی مباحث کیا ہیں۔

۵۔ منوسمرتی کیا ہے اور ان کے بنیادی موضوعات کیا ہیں۔

1. شُرُتی اور سِمرِتی

ہندومت کثیر مذہبی ادبی سرمائے کا حامل مذہب ہے جو اس کی کئی ہزار سالہ تاریخ کے مختلف حصوں میں تخلیق کی گیا۔ ہندومت کا قدیم مقدس ادب زیادہ تر سنسکرت زبان میں تخلیق کیا گیا تاہم اس کے علاوہ دیگر علاقائی زبانوں میں بھی ہندو مذہبی ادب ملتا ہے۔ تاہم ہندومت میں جو معروف مذہبی ادب ہے، اسے عموماً دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک کو شُرُتی (Shruti) کہا جاتا ہے اور دوسرے کو سمرتی (Smriti) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

شُرُتی کا معنی ہے "سنا ہوا"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شرتی میں جو متون ہیں وہ نازل کیے گئے ہیں۔ یعنی اس زمرے میں آنی والی کتابیں الہامی مانی جاتی ہیں اور انھیں کسی انسان نے تخلیق نہیں کیا۔ انھیں قدیم رشیوں (روحانی شخصیتوں) نے اپنی روحانی طاقت کی بنا پر سنا اور انھیں الفاظ کا جامہ پہنایا۔ تمام کا تمام ویدک ادب شرتی کہلاتا ہے جس میں چاروں وید یعنی رگ وید (Rig Veda)، سام وید (Sama Veda)، یجر وید (Yajur Veda)، اتھروید (Atharva Veda) شامل ہیں جنھیں مجموعی طور پر سمہتا (Samhita) کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ برہمنہ یا برہمن (Brahmana)، آرنیکا (Aranyaka) اور اپنشد (Upanishad) بھی شرتی کا حصہ ہیں اور یہ تین بھی سمہتا کے ساتھ ویدک ادب کا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔

سمرتی کے معنی ہیں: وہ جسے یاد کیا گیا ہو۔ اس سے مراد وہ تحریریں ہیں جو انسانوں نے لکھیں۔ سمرتی میں شرتی کے علاوہ تمام ہندو مذہبی ادب کو شامل کیا جاتا ہے۔ سمرتی میں شامل کتب قانون، رسوم ورواج، تاریخ اور روایات سے بحث کرتی ہیں۔ سمرتی میں شامل معروف کتب میں رامائن (Ramayana)، مہا بھارت (Mahabharata)، پران (Purana)، منوسمرتی (Manusmriti) وغیرہ شامل ہیں۔[1]

2. ویدِک ادب اور اس کی تقسیمات

وید کی اصطلاح کا اطلاق دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک اس کے وسیع تر مفہوم (Broader Sense) میں اور دوسرا غیر وسیع اور محدود معنوں (Narrower Sense) میں۔ وید کے وسیع تر مفہوم (Broader Sense) میں

---

[1] شارق، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ**، ۸۶۔۸۷؛ Hillary Rodrigues, *Introducing Hinduism* (New York: Routledge, 2006), 37.

اس میں چاروں وید، یعنی رگ وید، سام وید، یجر وید اور اتھر وید، برہمنہ، آرنیکا اور اپنشد کی تمام کتب شامل کی جاتی ہیں۔ وید کے غیر وسیع اور محدود معنوں (Narrower Sense) میں اس میں صرف چاروں وید، یعنی رگ وید، سام وید، یجر وید اور اتھر وید شامل ہیں جنھیں مجموعی طور پر سمہتا (Samhita) کہا جاتا ہے۔[2]

برہمنی مت کے سنہری دور میں — جس کا ذکر یونٹ نمبر ا میں ہو چکا ہے — جو مذہبی ادب اس روایت کے زیر اثر وجود میں آیا وہ سب کا سب ویدک ادب میں شامل ہے اور وید کہلانے کا مستحق ہے۔ برہمنی مت اور اس کے جانشین ہندومت کے مذہبی ادب میں وید کو ایک مخصوص مقام حاصل ہے۔ اس کو شرتی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگرچہ زیادہ تر ہندو علماء تمام کا تمام ویدی ادب یکساں طور پر مقدس اور شرتی میں شامل سمجھتے ہیں لیکن مختلف بنیادوں پر انہیں مختلف قسموں میں بھی بانٹا گیا ہے۔ ان میں دو طرح کی تقسیمیں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ایک تقسیم جو زیادہ علمی دلچسپی کا باعث ہے، وہ ہے جو ویدک ادب کے مختلف حصوں کے زمانہ تصنیف اور ان کے موضوع کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ اس تقسیم کے بموجب ویدک ادب کا قدیم ترین حصہ سمہتا کہلاتا ہے، جو قدیم آریائی دیوی دیوتاؤں کی شان میں کہے گئے بھجنوں اور ان سے متعلق گیتوں کا مجموعہ ہے۔

اس کے بعد جو ویدک ادب تصنیف ہوا وہ برہمنہ (Brahmana) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ برہمنہ تصانیف اپنے موضوع کے اعتبار سے زیادہ تر مذہبی رسومات، آدابِ زندگی، یگیہ (قربانی) اور ہَوَن کے قاعدوں اور ضابطوں سے متعلق ہیں۔ برہمن تصانیف کے آخر دور میں ایک تیسری قسم کے ویدک ادب کی ابتدا ملتی ہے، جو اپنے موضوع اور مذہبی فکر کے لحاظ سے پہلی دو قسموں سے مختلف ہے۔ اس کو آرَنیکا (Aranyaka) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان مختلف تصانیف میں موجود مذہبی افکار کے متعلق ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔ اس وقت تو صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ان میں سے ہر قسم اپنے تاریخی زمانے اور مذہبی رجحانات کے لحاظ سے دوسروں سے الگ ہے۔

مثال کے طور پر بعض مذہبی اور متصوفانہ رجحانات، جس کی محض ابتدا ہم کو آرنیکا حصہ میں ملتی ہے وہ ویدک ادب کی چوتھی قسم اُپنشد میں اپنے پورے کمال کو پہنچ گئے ہیں اور خوب برگ وبار لائے ہیں۔ اپنشد کو ویدانت (Vedanta) بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ویدک ادب کا سب سے آخری حصہ ہے اور اس طرح اُپنشد پر آکر وید کا اَنْت (یعنی خاتمہ) ہو جاتا ہے۔ اس کو ویدانت اس لحاظ سے بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر سمہتا حصہ میں ہم کو برہمنی مت کے

[2] Klaus K. Klostermaier, *A Concise Encyclopedia of Hinduism* (Oxford: Oneworld Publications, 2003), 199.

ابتدائی افکار ملتے ہیں تو ویدک ادب کے بعد کے حصوں میں ایک تدریجی ترقی کے بعد اُپنشد میں برہمنی مت کی فکر اپنے پورے کمال کو پہنچ گئے ہے۔ اس طرح فکری ارتقا کے اعتبار سے بھی اُپنشد ویدوں کا اَنت (آخری نقطۂ عروج) کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔

ویدک ادب کی ایک دوسری تقسیم—جو روایتی اعتبار سے اتنی ہی قدیم ہے—یگیہ اور ہَوَن میں ویدک منتروں اور بھجنوں کے موقع استعمال کے لحاظ سے کی گئی ہے۔ اس تقسیم کی رو سے جو کہ عام طور پر زیادہ معروف ہے، پورے ویدک ادب کو چار ویدوں میں بانٹا گیا ہے:

1. رِگ وید
2. سام وید
3. یجر وید
4. اتھر وید

ان میں سے ہر ویدک کا پہلا حصہ سَمہِتا، دوسرا برہمنہ، تیسرا آرَنیکا اور چوتھا اُپنشد کہلاتا ہے۔ اس طرح پہلے ذکر کی ہوئی علمی تقسیم کے ہر حصہ کی نمائندگی ان چاروں ویدوں میں بتدریج ہو جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ اس تقسیم کو واضح کرتا ہے:

رگ وید	سام وید	یجر وید	اتھر وید
پہلا حصہ: سَمہِتا	سمہتا	سمہتا	سمہتا
دوسرا حصہ: برہمنہ	برہمنہ	برہمنہ	برہمنہ
تیسرا حصہ: آرنیکا	آرنیکا	آرنیکا	آرنیکا
چوتھا حصہ: اُپنشد	اپنشد	اپنشد	اپنشد

2.1. سمہتا

رگ وید کے سمہتا حصے میں ایک ہزار سے زائد بھجن شامل ہیں، جن کا تعلق مختلف دیوی دیوتاؤں سے ہے۔ یہ ویدک ادب کا سب سے قدیم حصہ ہے اور ہندوستانی آریوں کے ابتدائی مذہب یا برہمنی مت کے لیے اساسی حیثیت

رکھتا ہے۔ اس وید میں آریائی دیوتاؤں کے لیے مناجاتی گیت شامل ہیں جن میں ان دیوتاؤں سے متعلق اساطیر (Mythology) بیان کی گئی ہیں۔ دیگر ویدوں میں بھی زیادہ تر مواد رگ وید سے لیا گیا ہے۔

سام وید ایک الگ مجموعہ ہے جس میں زیادہ تر رگ وید کے ہی بھجن شامل ہیں اور جس کو مخصوص قربانیوں (یگیوں) کے موقعوں پر پڑھنے کے لیے الگ کر لیا گیا تھا۔ اُن قربانیوں کے موقع پر جن میں سوم رس (Soma) کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ ان بھجنوں کو پڑھنے کے لیے ایک پروہت مخصوص ہوتا تھا جس کو اُدگاتر (Udgatr) کہتے تھے۔ اسی طرح یجر وید میں بھی کچھ اضافوں کے ساتھ رگ وید سے منتخب کردہ بھجن شامل ہیں اور ان کو بھی قربانی یا یگیہ کے موقع پر ایک الگ پروہت ادھوار پڑھتا رہتا تھا۔ سام وید اور یجر وید میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ سام وید میں بھجنوں کے ساتھ ساتھ ان کو گانے کے حوالے سے ہدایات بھی دی گئی ہیں۔ جبکہ یجر وید میں زیادہ تر مذہبی رسوم اور قربانی کے عمل کے متعلق ہدایات پر مبنی بھجن شامل ہیں۔

البتہ اتھر وید اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل مختلف ہے۔ یہ سب سے بعد کے زمانے کا جمع کردہ وید ہے اور بہت زمانے تک اس کو وید میں شامل نہیں مانا گیا۔ اس میں چھ ہزار کے لگ بھگ منتر درج ہیں جن میں سے ایک ہزار سے اوپر رگ وید سے ماخوذ ہیں۔ اتھر وید میں زیادہ تر منتر جادو ٹونے اور جھاڑ پھونک کے منتر ہیں۔ یہ وید بہت سے قبل از آریا عقائد اور خیالات پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے اس میں سماج کے عوامی رجحانات کی نمائندگی ہوتی ہے، جب کہ مندرجہ بالا تینوں وید (یعنی رگ وید، سام وید اور یجر وید) سماج کے اعلیٰ طبقوں کے مذہبی رجحانات کے آئینہ دار ہیں۔

اگر ہم اتھر وید سے قطع نظر کر کے، جو کہ سب سے بعد کا مجموعہ ہے، پہلے تینوں ویدوں کے سمہتا حصے کا مطالعہ کریں تو ہم کو ہندوستانی آریوں کے ابتدائی رجحانات کا کسی حد تک اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس مذہبی تصور کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں مختلف دیوی دیوتاؤں کو مافوق الفطرت معبود ہستیوں کے طور سے مذہبی جذبہ کا مقصود مانا گیا ہے۔ اس میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ سب سے ابتدائی اور اہم دیوی دیوتا اکثر کائنات کے فطری مظاہر کی تجسیم ہیں اور ان مظاہر کو ان کا ایک روپ یا نشان مانا جاتا تھا۔ ان معبود ہستیوں میں اَگنی (Agni)، اِندَر (Indra) اور سُورْیہ (Surya) خاص اہمیت کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ اگر چہ اور دوسرے دیوتا جیسے وَرُنْ (Varuna)، رُدر (Rudra)، وایو (Vayu)، اوشا (Usha) اور دوسرے متعدد دیوی دیوتا بھی مذکور ہیں۔ یہ کہا

جا سکتا ہے کہ اَگنی (آگ) زمین کے دیوتاؤں کی سردار تھی، اِندَر (بجلی اور طوفان کا دیوتا) فضا کے دیوتاؤں میں سب سے اہم تھا اور سُورَیہ (سورج) آسمانی دیوتاؤں میں سب سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ سمہتا حصے کے بھجنوں میں ان دیوی دیوتاؤں کی تعریف (حمد و ثناء)، ان کی اہم خصوصیات کا تذکرہ اور ان کی خدمت میں انسانوں کی آرزوؤں اور تمناؤں کا اظہار ملتا ہے۔ ان بھجنوں کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے کے آریہ اپنی آرزوؤں اور دعاؤں میں صرف اسی موجودہ دنیا تک محدود تھے۔ ان کی ساری درخواستیں اسی دنیا میں مختلف طرح کی کامیابیوں اور صحت مند و خوشحال زندگی سے ہی متعلق ہوتی تھیں۔

ایک خاص موضوع ان دعاؤں میں دشمنوں پر فتح پانے اور دشمنوں کی تباہی و بربادی سے متعلق ہوتا تھا، جس سے اس تاریخی حقیقت کی تائید ہوتی ہے کہ آریا ہندوستان میں اپنے داخلے اور قیام کے دوران ایک مدت تک یہاں پہلے سے آباد قوموں سے برسرپیکار رہے اور دھیرے دھیرے ایک عرصے کے بعد ہی جا کر ان کا حلقۂ اثر پنجاب سے بنگال اور کشمیر سے اتر پردیش تک قائم ہو سکا۔ جنوبی ہند میں آریوں کا اثر یقیناً کافی بعد میں اور بالواسطہ ہی قائم ہونا شروع ہوا ہو گا۔

ان بھجنوں کے دائرہ فکر کے اسی دنیا تک محدود ہونے سے اس خیال کی بھی تائید ہوتی ہے کہ قدیم ویدک زمانہ میں حیات بعد الموت یا دنیاوی زندگی کے علاوہ کسی اور زندگی کا تصور موجود نہیں تھا۔ البتہ ویدک ادب کے آخری حصہ اُپنشد میں چند ایسے تصورات سامنے آتے ہیں جو موجودہ زندگی کے علاوہ ایک اور ابدی زندگی کا تصور پیش کرتے ہیں اور اس کے بارے میں ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔

مذہبی عقیدت کے اظہار کا بھجنوں کے علاوہ ایک اور ذریعہ جو اس دور میں رائج تھا وہ قربانی یا یگیہ (یاجنا: Yajna) کا طریقہ تھا۔ یگیہ یا یاجنا میں مختلف اجناس، گھی، سوم رس اور کبھی کبھی جانوروں کی نذر، مخصوص رسومات کے ساتھ دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کی جاتی تھیں۔ عام طور سے بھینٹ چڑھائی جانے والی چیزوں کو آگ میں ڈال کر دیوتاؤں کی نذر کیا جاتا تھا۔ آگ (اگنی) چونکہ خود ایک دیوی تھی اس لیے دنیا میں اس کا وجود دیوتاؤں کی دنیا (دیوتا لوک) کے سفیر کی حیثیت سے مانا جاتا تھا اور یہ تصور کیا جاتا تھا کہ نذر کی جو چیزیں اس کے سپرد کی گئی ہیں انہیں وہ دیوتاؤں کے سفیر کی حیثیت سے ان دیوتاؤں تک پہنچا دے گی۔ اس دور میں یہ تصور بھی موجود تھا کہ جن دیوی

دیوتاؤں کی خدمت میں نذر پیش کی جارہی تھی یا جن کے نام قربانی کی جارہی ہے اور منتروں میں ان سے خطاب کیا جا رہاہے،وہ نذر و قربانی کے موقع پر موجود ہوتے ہیں یاان کی توجہ خاص اس طرف مرکوز ہوتی ہے۔

بعض اوقات نذر میں چڑھائے گئے جانور یا کھانے پینے کی چیزوں کی عوامی دعوت بھی ہوتی تھی۔ جس میں پجاری اور عقیدت مند سبھی شریک ہوتے تھے اس موقع پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ دیوتا بھی اس دعوت میں شریک ہیں اور اس طرح کچھ وقفہ کے لیے عقیدت مند اپنے دیوتاؤں کے حضور میں پہنچ جاتے تھے۔ روحانی اعتبار سے یہ موقع ایک گہرا تجربہ اور مذہبی احساس کی تسکین کا سامان رکھتا تھا۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان قربانیوں (یگیوں) کے علاوہ، جو اجتماعی طور پر عمل میں آتی تھیں اور جن کو صرف باقاعدہ پروہت ہی سرانجام دے سکتے تھے، کم سے کم ابتدائی دور میں آریوں کے ہر خاندان کا سربراہ گھر میں بھی بہت سے نذر ونیاز کی رسمیں ادا کر سکتا تھا۔ پہلے قسم یعنی اجتماعی قربانیوں کو شروتا یاجنا (Shrauta Yajna) اور دوسری نوع یعنی گھریلو رسومات کو گرہایاجنا (Grhya Yajna) کہاجاتا تھا۔

ویدک ادب کے سمہتا حصے میں ایک عام رجحان کثرت میں وحدت کی تلاش کا بھی ملتا ہے۔ مختلف دیوی دیوتاؤں کو الگ مانتے ہوئے بھی ان کی صفات کو ایک دوسرے میں خلط ملط کرتے رہنا یا جس وقت جس دیوتا سے خطاب ہو رہاہے اس وقت اس کے اندر تمام صفات کو جمع کر کے اس کو معبودِ اعلیٰ کے مقام پر پہنچا دینا، ابتدائی زمانے سے ہی کثرت میں وحدت کی تلاش کے رجحان کا مظہر تھا۔ دھیرے دھیرے یہ تصور نذر و نیاز اور دنیا اور قربانی کی رسومات پر بھی غالب آنے لگا۔ یہ خیال کیا جانے لگا کہ ایک ابدی غیر مرئی مذہبی حقیقت ہے جو قربانی کی رسومات میں بھی ظاہر ہوتی ہے اور منتروں کے الفاظ میں بھی اور یہی قوت ہے جو قربانی کے وقت پڑھے جانے والے منتروں کی مخصوص آوازوں اور ان کے زیر و بم کے اندر میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہیں پر بس نہ کرتے ہوئے تشبیہات اور تاویلات کے ایک پیچیدہ سلسلے کے ذریعہ کائنات کی تمام چیزوں کا رشتہ قربانی کے مختلف اعمال سے جوڑ دیا گیا اور اس طرح وہ ابدی قوت جو قربانی کے اعمال، منتروں کے الفاظ اور ان کے صوتی آہنگ کے پیچھے کار فرما تھی۔ اسی کو مظاہر فطرت اور کائنات کی تمام چیزوں کی بنیاد بھی تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن اس قوت اور ابدی حقیقت کا جس کو سمہتا حصے میں برہمن کے نام سے یاد کیا گیا ہے، سب سے بڑا اور اہم اظہار منتروں کے صوتی آہنگ میں ہی مانا گیا، اور اسی لیے جو لوگ ان منتروں کو پڑھتے تھے ان کو براہمن (Brahmin) یعنی ''برہمن قوت کو ظاہر کرنے والے'' کے نام سے یاد کیا گیا۔

کثرت میں وحدت کی تلاش کا ایک نمونہ ہمیں رگ وید سمہتا کے ایک مشہور ٹکڑے (رگ ویدا- ۱۶۴: ۴۵۔۴۶) میں بھی ملتا ہے جہاں قوتِ گفتار (واکیہ:Vācya/Vākya) کو جس کو پہلے سے ایک الگ دیوتا کی حیثیت حاصل تھی، برہمن قوت کے مترادف مانا گیا ہے کیونکہ گفتار (منتروں کے پڑھنے میں) ہی اس کا سب سے بڑا اظہار ہوتا تھا۔

"مقدس گفتار (واکیہ) کے چار حصے ہیں۔ عقلمند براہمن ان کو جانتے ہیں۔۔۔اس کے تین حصے جو مخفی ہیں وہ ظاہر نہیں کرتے۔اس کا چوتھا (حصہ) وہ ہے جو لوگ استعمال کرتے ہیں۔ وہ اس کو اِندر، متر ا، وردنا، اَگنی اور آسمانی شمسی پرند (مختلف دیوی دیوتاؤں) کے نام سے یاد کرتے۔ وہ جو ایک واحد ہے پنڈت اس کو مختلف ناموں سے پکارتے ہیں، وہ اس کو اگنی، یم (Yama) ، متر شوان (Mātariśvan) (مختلف دیوتا) کہتے ہیں۔"

مذکورہ بالا بھجن میں اختتام تک "ایک واحد" کی تلاش کا رجحان باقی رہتا ہے اور کائنات کے تمام مظاہر، دن رات، مختلف موسموں اور انسانوں اور دیوتاؤں کے تمام اعمال کے پیچھے اُسی ایک واحد ابدی حقیقت کو مانا گیا ہے جس کا سب سے بڑا مظہر قوت گفتار اور خاص طور سے قربانی کے وقت منتروں کے صوتی آہنگ کو گردانا گیا ہے۔

رگ وید کے بھجن ۱۰- ۷،۔۱۰-۷۱۔ اور ۱۰- ۱۲۵ میں جو سب رگ وید سمہتا کے آخری حصے سے متعلق ہیں، قوت گفتار (واکیہ) کو کائنات کو سب سے بڑی طاقت اور اس کے اصل اصول کے درجے تک پہنچا دیا گیا ہے اور اس طرح قربانی کے وقت پڑھے جانے والے منتر اب صرف دیوتاؤں کی حمد وثنا اور ان کے بارے میں بیانات کا درجہ ہی نہیں رکھتے بلکہ یہ اُس حقیقت کا مظہر بن گئے جو کائنات کی بنیاد ہے اور جس کو دوسرے جگہوں پر برہمن کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے قربانی (یگیہ) اب دیوتاؤں کی خدمت میں نذرونیاز کے درجے تک نہیں محدود رہ گئی بلکہ خود کائنات کی سب سے بڑی حقیقت یا اس کے اظہار کے مرتبہ تک پہنچ گئی۔ یہ تھا وہ رجحان جس نے رفتہ رفتہ قربانی (یگیہ اور ہون) کو آریوں کی مذہبی زندگی کا مرکز بنا دیا۔ یہاں تک کہ وہ بڑے بڑے دیوتا جو سمہتا حصے کے شروع میں نہایت اہمیت کے حامل تھے اور مذہبی زندگی کا مقصود مانے جاتے تھے قربانی کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے آگے ماند پڑ گئے۔ اب بجائے ان دیوی دیوتاؤں کے، یگیہ کو کرادینا اور اس کا ٹھیک ڈھنگ سے سرانجام پا جانا ہی مذہبی زندگی کا مقصد بن گیا۔

2.2. برہمنہ اور آرنیکا

یگیہ (ویدک لفظ: یاجنا) اور ہون کو مذہبی زندگی کا مرکز مان کر جو ویدک ادب تصنیف ہوا وہ بھی برہمن یا برہمنہ (Brahmana) کے نام سے موسوم ہوا (یہاں ان کے لیے برہمنہ کا لفظ ہی استعمال کیا جائے گا) اور یہ ویدک ادب کا دوسرا حصہ ہے، جیسا کہ اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے۔ برہمنہ تصانیف جس طرح کا مذہبی تصور پیش کرتی ہیں وہ اس سے کافی مختلف ہے جو سمہتا حصے کے شروع میں ہمیں ملتا ہے اور جس میں تبدیلی کے آثار خود سمہتا حصے کے آخری دور میں شروع ہو گئے تھے۔

قربانی اور یگیہ کی اہمیت جو بتدریج بڑھتی جا رہی تھی اس حصے میں اپنے پورے عروج کو پہنچ گئی اور برہمنہ تصانیف زیادہ تر قربانی کی اہمیت، اس کی رسومات، قواعد و قوانین، اس کے فوائد اور اس سے بھی بڑھ کو اس کی فلسفیانہ اور مذہبی تشریحات پر مبنی ہیں۔ ان تصانیف میں یہ بات مسلم طور سے مان لی گئی تھی کہ قربانی ہی سارے کائنات کی بنیاد ہے۔ تمام مظاہرِ فطرت، انسان، یہاں تک کہ دیوتا بھی، سب قربانی ہی کے ذریعہ ظہور میں آئے ہیں۔ قربانی کی بڑھتی ہوئی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ دیوتاؤں سے اپنی مرادیں پوری کرانے کے لیے قربانی کا ٹھیک ڈھنگ پورا کریں کیونکہ قربانی دیوتاؤں سے بڑی طاقت ہے اور دیوتا خود قربانی کے بس میں اور زیر اثر ہیں۔

مذہبی زندگی میں قربانی کی اہمیت بڑھنے کے ساتھ ساتھ قربانی کرانے والوں یعنی براہمنوں کی اہمیت بھی سماج میں بڑھتی جا رہی تھی، یہاں تک کہ مذہبی زندگی پر ان کا مکمل قبضہ ہو گیا تھا۔ کسی شخص کا براہمنوں کو نظر انداز کرتے ہوئے مذہبی زندگی گزارنا ناممکن ہوتا جا رہا تھا، جب کہ شروع میں ایسا نہیں تھا اور لوگ دیوتاؤں سے بھجن پڑھ کر یا گرہایاجنا (Grhya Yajna) کی رسومات اپنے گھر میں کر کے بھی اپنے مذہبی جذبہ کو تسکین دے سکتے تھے۔ لیکن اجتماعی قربانی یا شروتایاجنا (Shrauta Yajna) کی بڑھتی ہوئی اہمیت کا گرہایاجنا پر بھی اثر پڑا اور اس کو بھی براہمنوں کے بغیر سرانجام دینا مشکل ہو گیا۔ ایک طرف قربانی کی اہمیت بڑھتی جا رہی تھی تو دوسری طرف قدیم ویدک دیوتاؤں کی مذہبی زندگی میں پہلے جیسی اہمیت نہیں رہ گئی تھی اس لیے ان کی طرف لوگ متوجہ نہیں ہوتے تھے۔

قربانی کے مذہبی زندگی کا مقصود بن جانے کا ایک اور نتیجہ یہ تھا کہ مذہب صرف ظاہری اعمال و رسومات تک محدود ہوتا جا رہا تھا۔ باطنی کیفیات، جذباتِ عقیدت اور نیت کے خلوص کی جگہ صرف رسمی اعمال کی ادائیگی نے لے لی

تھی۔ قربانی ایک پیچیدہ میکانکی (مشینی) عمل کی طرح تھی جس میں متعین اعمال کے ٹھیک ڈھنگ سے پورا کر دینے سے متعینہ فوائد حاصل ہو جاتے تھے، خواہ قربانی کرانے والا دیوتاؤں سے عقیدت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، اس کی ذاتی زندگی خواہ آریوں کے اخلاقی معیار کے مطابق ہو یا اس سے گری ہوئی ہو، صحیح قربانی کے ذریعہ اس کو قربانی کا لازمی فائدہ ضرور حاصل ہونا چاہیے تھا۔ ایک پہلو اس مذہبی تصور کا یہ بھی تھا کہ جو لوگ دولت مند تھے اور قربانی کے اخراجات برداشت کر سکتے تھے ان کے لیے مذہبی زندگی کے تمام فوائد قابل حصول تھے، لیکن جو غریب اور نادار تھے خواہ وہ طبیعتاً کتنے ہی مذہبی ہوں، قربانی نہ کرا سکنے کی بنا پر مذہبی فوائد سے محروم تھے۔

مندرجہ بالا صورتحال میں بہت سے حساس لوگوں نے، جو روحانی تشنگی رکھتے تھے اور اس وقت کے مذہبی ماحول سے غیر مطمئن تھے، آبادیوں کو چھوڑ کر جنگل میں رہنا اور وہاں تنہائی میں زندگی کے مسائل اور مذہبی حقائق پر غور و خوض کرنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ ایسے لوگوں نے مذہبی فکر میں کچھ نئی راہیں دریافت کیں اور برہمنی مذہب کے ارتقا کو ایک حد تک آگے بڑھایا۔ نئے لوگ جو آبادیوں کو چھوڑتے تھے وہ جا کر پہلے سے جنگل میں آباد مذہبی مفکروں کی شاگردی اختیار کرتے تھے جو کہ اپنا علم نئے آنے والوں کو سکھاتے تھے اور اس طرح ویدک ادب کے پرانے حصوں کی طرح یہ نئی تعلیمات بھی سینہ بہ سینہ نئی نسل کو منتقل ہوتی گئیں۔

جنگل میں آباد ان مذہبی مفکرین کے غور خوض کے نتیجہ میں ویدک ادب کا جو حصہ وجود میں آیا وہ آرَنْیکا (Aranyaka) (یعنی جنگل میں تصنیف کردہ) کہلاتا ہے اور یہ ویدک ادب کا تیسرا حصہ ہے۔ اس حصہ میں قربانی کے ظاہری اعمال و رسوم سے زیادہ ان کے معانی اور مذہبی مقاصد کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ اس میں ایک واضح رجحان یہ ملتا ہے کہ ظاہری اعمال کے مقصود روحانی مطالب کو اجاگر کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ان اعمال کے انسان کے باطن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ گویا ظاہر سے باطن کی طرف متوجہ ہونے کا رجحان آرنیکا تصانیف کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ ایک اور رجحان جس کی وجہ سے اس حصہ میں قربانی کے ظاہری اعمال و رسومات کی اہمیت کم ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے وہ ان تصانیف میں بکثرت مختلف قربانیوں کی علامتی تشریحات ہیں۔ ان میں مختلف قدیم قربانیوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ قربانی ایک مادی اور ظاہری عمل کے بجائے مختلف ذہنی تصورات اور روحانی کیفیات کا مجموعہ بن جاتی ہے۔ اس طرح جنگل میں رہنے والے ان مفکرین کے لیے یہ ممکن ہو گیا کہ وہ بغیر کسی ساز و سامان اور ظاہری عمل کے محض ذہنی تصورات اور مراقبہ میں قربانی کو سرانجام دے لیں۔ قربانی کے ظاہری عمل سے ایک ذہنی اور تصوراتی عمل

میں تبدیل ہو جانے سے فکر اور مراقبہ کی مذہبی اہمیت بڑھتی گئی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ فکر اور مراقبہ کرنے والے کی ذات کو بھی اہمیت حاصل ہوتی گئی۔ یہیں سے ہم کو نفسِ انسانی اور انسانی شخصیت کے باطن پر غور وخوض کا وہ رجحان شروع ہوتا دکھائی دیتا ہے جس کی انتہا آتمَن (یعنی روح) کے انسانی شخصیت کی بنیاد ہونے کے اعلان پر ہوتی ہے۔

2.3. اُپنِشَد

نفسِ انسانی کی حقیقت کے آتمن (Atman)، اور کائنات کے پیچھے ایک واحد حقیقت برہمن، کے موجود ہونے کے بارے میں جو نظریات اب تک وجود میں آچکے تھے، ان کے سلسلے کی اگلی کڑیاں ہمیں ویدک ادب کے چوتھے اور سب سے آخری حصہ اُپنِشَد (Upanishad) میں ملتی ہیں۔ اُپنشد اپنے موضوع اور خیالات کی بلند پروازی کے لحاظ سے بجاطور پر ویدک ادب کی معراج سمجھے جاتے ہیں۔ اس نام کے حامل مختلف مجموعے ہیں جن میں تقریباً چودہ بہت اہم سمجھے جاتے ہیں اور جنہیں آٹھویں صدی عیسوی میں شنکر آچاریہ (Shankaracharya) نے اپنی مخصوص فلسفیانہ تشریح کے لیے استعمال کیا۔ ان میں جو سب سے قدیم اُپنشد ہیں جیسے برہدرنیکا اُپنشد (Brihadaranyaka Upanishad) یا چندوگیا اُپنشد (Chandogya Upanishad) وہ یقیناً گوتم بدھ (یعنی چھٹی صدی قبل مسیح) سے پہلے کے ہیں، البتہ کچھ اور اُپنشد جیسے، میتری اُپنشد (Maitreya Upanishad) گوتم بدھ کے بعد تصنیف ہوئے اور ان میں بدھ تعلیمات کے اثرات بھی جھلکتے ہیں۔

اُپنشد میں اگرچہ نہایت دقیق فلسفیانہ خیالات زیر بحث آئے ہیں اور تحقیق و جستجو کے بہت سے معرکے سر کیے گئے ہیں لیکن ان کا انداز بیان اکثر غیر منطقی اور غیر منظّم ہے۔ اپنی ترتیب میں اُپنشد فلسفیانہ مقالات سے زیادہ صوفیاء اور روحانی بزرگوں کے ملفوظات و اقوال سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ایک ہی اُپنشد میں مختلف اندازِ فکر اور بعض اوقات متضاد باتوں کا پایا جانا، ایک موضوع کو شروع کرنے کے بعد بغیر اُس کو ختم کیے دوسری گفتگو کی طرف متوجہ ہو جانا اور پھر کچھ دیر بعد پہلے موضوع کی طرف لوٹ آنا، اُپنشد کا عام انداز بیان ہے۔ اسی طرح بعض اپنشد نثر میں ہیں اور بعض نظم میں اور بعض میں نثر نظم دونوں ملی جلی ہیں۔

باوجود مختلف نظریات کو پیش کرنے کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اہم اپنشدوں کے اندر غالب رجحان اور جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ وحدۃ الوجود کا نظریہ ہے۔ یہ حقیقت ویدک ادب کے برہمنہ حصہ میں ہی سامنے آگئی تھی کہ برہمن ہی ایک حقیقت ہے جو کائنات کی سبھی چیزوں کے پیچھے ہے، اور یہ کہ قربانی میں پڑھے جانے والے

منتروں میں ہی اس کا سب سے بڑا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن اپنشد کے اندر اس نظریہ میں کچھ مزید ارتقا ہوا اور اس کو ایک اعلیٰ مذہبی حقیقت کے طور سے بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا گیا۔ اپنشد میں برہمن کے قربانی کے ساتھ تعلق کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اسے بذات خود کائنات کی بنیادی حقیقت کے طور سے بیان کیا گیا ہے:

"ابدیت کے درخت کی جڑیں آسمان میں ہیں اور اس کی شاخیں زمین تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ برہمن ہے، شفاف روح، جس کو در حقیقت ابدی اور ازلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تمام دنیائیں اسی روح کے سہارے قائم ہیں اور اس کے پار جانا ممکن نہیں ہے۔ یہ در حقیقت وہ ہی ہے۔

تمام کائنات اُسی سے وجود میں آئی اور اُسی کی روح ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اسی کے قبضہ میں بجلی کی کڑک ہے۔ جو اس کی معرفت حاصل کر لیتا ہے وہ لافانی ہو جاتا ہے۔۔۔

الفاظ اور تصورات کی اس تک پہنچ نہیں ہے، اور نہ ہی آنکھ اس کو دیکھ سکتی ہے، تو پھر بھلا اس کو کون پا سکتا ہے سوائے اس شخص کے جو کہتا ہے کہ "وہ ہے۔""

(کاٹھاُپنشد:Katha Upanishad)

سویتاشویتر اُپنشد(Shvetashvatara Upanishad) میں اسی حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"برہمن سب سے عظیم ذات ہے، اعلیٰ ترین اور لافانی۔ موجود چیزوں کی فطرت کے اعتبار سے مختلف شکلوں میں وہ خفیہ طور سے موجود ہے۔ جو بھی اُس سب چیزوں کو جاننے والے کو جان لیتا ہے، جس کی ذات سارے عالم کو محیط ہے، وہ خود ابدی اور لافانی ہو جاتا ہے۔"

دوسری طرف آرنیکا حصہ میں شروع ہوئے باطنیت کے رجحان نے نفس انسانی کی تحقیق کے سلسلے میں بھی کافی ترقی کی اور غور و فکر کی کئی منزلوں کے بعد یہ طے پایا کہ انسان کی ذات میں بھی ایک ابدی عنصر موجود ہے جو مختلف تبدیلیوں کے ساتھ بدلتا نہیں اور نہ ہی وہ موت کے ساتھ فنا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی اصلیت میں ایک پاکیزہ عنصر ہے، جو انسانی زندگی کی آلودگیوں اور اس کے دُکھ سکھ سے الگ رہتا ہے۔ انسان کے اندر اس ابدی عنصر کو اپنشد میں آتمن کا نام دیا گیا ہے:

"ایک ابدی روح ہے جو پاک ہے اور جو بڑھاپے، موت، بھوک، پیاس اور غم سے بری ہے، یہی آتمن ہے، انسان کے اندر کی روح۔ اس روح کی ہر خواہش حق ہے۔ یہی وہ روح ہے جس کو ہر قیمت پر

ہم کو پالینا چاہیے اور جس کی معرفت حاصل کرنی چاہیے۔ انسان کو اپنی روح کو ضرور پالینا چاہیے۔ وہ جس نے اپنی روح کو پالیا، اور اس کی معرفت حاصل کر لی، اس نے تمام دنیاؤں کو پالیا، اس کی تمام خواہشات پوری ہو گئیں۔ اس طرح پر جاپتی (Prajapati، یعنی خدا) نے اپنی بات کہی۔"

(چندوگیا اپنشد: Chandogya Upanishad)

کائنات کی بنیادی حقیقت کے برہمن اور نفس انسانی کی حقیقت کے آتمن کے طور سے جان لینے کے ساتھ ساتھ اس سلسلے کی اگلی کڑی جو کہ اپنشد کا محبوب ترین موضوع ہے، وہ برہمن اور آتمن دونوں کے ایک واحد حقیقت ہونے کا انکشاف ہے۔ ویدک روحانیت کی انتہا (ویدانت)، اپنشد کے فکر کی معراج، اور وہ سب سے عظیم راز جس کی معرفت سے اپنشد کے بقول لافانی زندگی حاصل ہو جاتی ہے، برہمن اور آتمن دونوں کے باہم مترادف ہونے اور ان کی حقیقت کا علم ہے۔ اُپنشد نے اس چیز کو واضح کرنے میں کوکسر نہیں اٹھا رکھی کہ یہ ایک ہی حقیقت ہے جو کائنات میں بھی جاری وساری ہے اور جو انسانی شخصیت کی بھی بنیاد ہے۔

گویا انسان کی اندر اور باہر ہر طرف ایک پاک اور لافانی عنصر ہی واحد حقیقت ہے، جو ہر چیز کی بنیاد ہے، چاہے اس کو برہمن کہو یا آتمن دونوں ایک ہی حقیقت ہیں۔ برہمن اور آتمن دونوں کے ایک حقیقت ہونے پر اُپنشد میں اس طرح بھی زور دیا گیا ہے کہ کسی ٹکڑے میں کائنات کے پیچھے واحد حقیقت کو آتمن کہہ کر پکارا گیا ہے اور کہیں انسان کے اندر ابدی حقیقت کو برہمن کہہ دیا گیا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ مذہبی ارتقا کے کسی درجہ میں دونوں نام الگ الگ حقیقتوں کے لیے سمجھے جاتے ہوں۔ لیکن پھر اگلا انکشاف یہ ہوا ہو کہ دونوں حقیقتیں ایک ہی ہیں اور اس طرح خالص وحدۃ الوجود ویدک مذہبی ارتقا کا نقطۂ معراج بن گیا ہو۔ بہر حال موجودہ صورت میں اُپنشد کے اندر یہ تمام تصورات کسی ترتیب کے بغیر ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہیں:

"ایک روشنی ہے جو دنیا کی تمام چیزوں سے پرے چمک رہی ہے ہم سب سے پرے آسمانوں سے پرے، بلند ترین آسمان سے بھی پَرے یہی روشنی ہے جو ہمارے دل میں بھی چمک رہی ہے۔"

"یہ تمام کائنات در حقیقت برہمن ہے۔ وہ ہی سب کی ابتدا، انتہا اور سب کی زندگی ہے۔ خاموشی سے اس کی عظمت کا اعتراف کرو۔۔۔ ایک روح ہے جو کہ عقل اور زندگی ہے یہی روح روشنی،

سچائی اور کائنات کی وسعت بھی ہے۔ تمام اعمال اور خواہشات، تمام خوشبوئیں اور مزے سب اسی کے اندر ہیں۔ وہ تمام کائنات کو محیط ہے اور چپ چاپ سب پر مہربان ہے۔"

"یہی وہ روح ہے جو میرے دل میں ہے۔ چاول کے دانے، جو کے دانے، سرسوں کے دانے، کنگنی کے دانے، یا کنگنی کے دانے کے گودے سے بھی چھوٹی۔ یہی وہ روح ہے جو میرے دل میں ہے۔ زمین سے بڑی، آسمان سے بڑی تمام کائنات اور تمام دنیاؤں سے بڑی۔"

"تمام اعمال اور خواہشات، تمام خوشبوؤں اور مزوں کو محیط، خاموشی سے سب پر مہربان ہے، یہی وہ روح ہے جو میرے دل میں ہے، یہی برہمن ہے۔"

(چندوگیا اپنشد:Chandogya Upanishad)

اُپنشد میں اس بات پر کافی زور دیا گیا ہے کہ اس واحد حقیقت یعنی برہمن یا آتمن کی معرفت انسان کو ابدی زندگی عطا کرتی ہے جو ہر طرح کے غموں اور پابندیوں سے آزاد ہوتی ہے۔ اس معرفت کو آواگون (یعنی موت کے بعد روح کا دوبارہ کسی وجود میں آجانا؛Reincarnation) کے چکر سے نجات دلانے والا بھی کہا گیا ہے:

"اگر کوئی اُس کو (برہمن یا آتمن کو) اسی زندگی میں جسم کی مفارقت سے پہلے جان لیتا ہے تو وہ تمام بندشوں سے آزاد ہو جاتا ہے، اور اگر نہیں، تو وہ دوبارہ نئی دنیاؤں اور نئی مخلوقات میں پیدا ہوتا اور مرتا ہے۔"

(کاٹھا اُپنشد:Katha Upanishad)

اگر ہم برہمن، آتمن، کے سلسلے میں اُپنشد کے تمام بیانات کو سامنے رکھیں تو ہم کو اس میں تین طرح کے نظریات نمایاں نظر آتے ہیں۔

ا۔ برہمن، آتمن ایک ابدی عنصر ہے جو ہر طرح کے تصور اور الفاظ سے پرے ہے۔ اس کی اپنی حقیقت میں اس کو نہیں جانا جا سکتا کیونکہ خیال اور ذہنی سانچے اس کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکتے۔ چاہے کتنی ہی عظیم اور اچھی صفات سے ہم اس کو یاد کریں، وہ صفات چونکہ ہمارے ذہن کی پیداوار ہیں اس لیے محدود ہیں اور برہمن، آتمن لا محدود ہے۔ گویا اس سلسلے میں تنزیہہ (یعنی ذات باری تعالی کو نقص، تشبیہ اور مخلوق کی صفات سے متصف ہونے سے پاک ماننا) کی انتہائی بلندیوں کو چھو لیا گیا ہے، یہاں تک کہ اُپنشد کے بقول برہمن کو صرف "نیتی نیتی" (یعنی وہ ایسا نہیں

ہے، اور ایسا بھی نہیں ہے؛ مخلوق کی صفات سے بالاتر اور اس لحاظ سے نا قابل بیان اور انسانی بصیرت سے ماورا) کے ذریعہ بتایا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں اُس کو نِرگُن برہمن (Nirguna Brahman، غیر صفاتی برہمن) کے طور سے یاد گیا گیا۔

۲۔ دوسری صورت میں برہمن، آتمن کو اچھی صفات والی عظیم ترین ذات (Saguna Brahman، سگُن برہمن) کے طور سے بیان گیا گیا ہے۔ اور اس صورت میں یہ ایشور یا خدا کے مترادف ہے۔

۳۔ برہمن، آتمن کے بارے میں تیسرا نظریہ جو اُپنشد میں عام ہے وہ اس ابدی عنصر کے تمام کائنات میں جاری و ساری ہونے کا نظریہ ہے۔ یہ خیال متعدد بار اپنشد میں دہرایا گیا ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں کی اصل، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی تمام اچھی اور بری چیزوں کی حقیقت، برہمن، آتمن ہی ہے۔ اس طرح وحدت الوجود یا حقیقتِ اعلیٰ کے کائنات کی ہر چیز میں موجود ہونے کا نظریہ بھی اپنشد کا ایک نمایاں رجحان ہے۔

اپنشد کے ساتھ ہی ویدک ادب کا، جس کو کہ برہمنی روایت اور ہندو مذہب میں الہامی مذہبی ہونے کے کا درجہ حاصل ہے، خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جو ادبِ تصنیف ہوا وہ سمرِتی کہلاتا ہے۔[3]

3. سمرِتی

اسے پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ شرتی یا ویدک ادب کے علاوہ ہندومت کا جو مذہبی ادب تخلیق ہوا وہ سمرتی کہلاتا ہے۔ اس کو انسان کا تصنیف کردہ سمجھا جاتا ہے اور اس کو تقدیس میں وہ درجہ حاصل نہیں ہے جو ویدک ادب کے لیے مخصوص ہے۔۔ سمرتی ادب میں اتہاس (Itihasa)، پران (Purana) اور دھرم شاستر (Dharmashastra) شامل ہیں جن کا تعارف ذیل میں دیا جارہا ہے۔

3.1. اتہاس

اتہاس کے معنی تاریخ کے ہیں اور اس زمرے میں مہابھارت اور رامائن کی رزمیہ داستانیں شامل ہیں۔

---

[3] فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب**، ۴۳۔۶۱۔

3.1.1. مہابھارت

مہابھارت دو لفظوں یعنی مہا اور بھارت سے مل کر بنا ہے۔ مہا کے معنی بڑے یا عظیم الشان کے ہیں اور بھارت کا لفظ راجہ بھرت کی طرف منسوب ہے جن کی آل اولاد کے درمیان تخت نشینی کی جنگ کا قصہ اس کتاب کا مرکزی موضوع ہے۔ اس پس منظر میں مہابھارت کا مفہوم "عظیم جنگ" بھی بیان کیا گیا ہے۔ مہابھارت دنیا کی طویل ترین رزمیہ نظم ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسے رشی ویاسا (Vyasa) نے تصنیف کیا ہے۔ یہ رزمیہ قریباً ایک لاکھ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس رزمیہ کے مرکزی واقعات میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مستقل اضافے ہوتے رہے، نیز قدیم ہندوستان میں رائج بیشتر قصوں اور روایات کو اس میں جگہ دی جاتی رہی۔ اس لیے بعض اندازوں کے مطابق اس کی تالیف کا عمل پانچویں صدی قبل مسیح سے لے کر چوتھی صدی عیسوی تک جاری رہا۔[4]

مہابھارت بنیادی طور پر کورو سلطنت (Kuru Kingdom) کی جان نشینی کے حوالے سے ایک ہی دادا کی اولاد، چچازاد بھائیوں (Cousins) کے مابین ہونے والی جنگ کو شعری صورت میں بیان کرتی ہے۔ مہابھارت کے مطابق ہستنا پور (Hastinapur) کی ایک ریاست کے راجہ کے دو بیٹے تھے۔ دھرت راشٹر (Dhartarashtra) اور پانڈو (Pandu) دو بھائی تھے۔ دھرت راشٹر بڑا بھائی تھا مگر پیدائشی نابینا تھا، اس لیے اسے ریاست کا حاکم نہیں بنایا گیا۔ اس کے بجائے چھوٹا بھائی پانڈو ریاست کا راجہ بنا۔ دھرت راشٹر کے سو بیٹے تھے جو کورو (Kauravas) کہلاتے تھے، ان میں سب سے بڑے بیٹے کا نام دریودھن (Duryodhana) تھا۔ جبکہ پانڈو کے پانچ بیٹے تھے جو پانڈو (Pandavas) کہلاتے تھے۔ ان کے نام یہ تھے: یدھشٹر (Yudhishtira)، بھیم (Bhima)، ارجن (Arjuna)، نکل (Nakula)، سہدیو (Sahadeva)۔ کوروؤں اور پانڈوؤں کے درمیان بچپن سے ہی مسابقت اور رقابت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا

پانڈو کے بعد دھرت راشٹر نے ہستنا پور ریاست کی باگ دوڑ سنبھالی۔ دھرت راشٹر نے اپنے بھتیجوں کو ریاست کا ایک حصہ دے دیا جہاں پانڈوؤں نے اندر پرستھ (Indraprastha) نامی شہر کی بنیاد ڈالی جو بعض مؤرخین کے مطابق موجود دہلی کے علاقے پر آباد کیا گیا۔ پانڈوؤں نے اندر پرستھ کو، جو ایک بیاباں تھا، ایک خوشحال علاقے میں

[4] Gavin Flood, ed., *The Blackwell Companion to Hinduism* (Oxford: Blackwell, 2003), 116.

تبدیل کر دیا۔ بعد کی کہانی میں کورو، پانڈوؤں کے خلاف کینہ اور بغض میں مبتلا ہو کر سازشیں کرتے نظر آتے ہیں یہاں تک کہ یدھشٹر، جو پانڈو کا سب سے بڑے بیٹا تھا، جوئے میں پانڈوؤں کا اپنی سلطنت سمیت سب کچھ کوروؤں کے ہاتھوں گنوا بیٹھتا ہے۔ نتیجتاً پانڈوؤں کو ایک معاہدے کے تحت جنگلوں میں دربدر کر دیا جاتا ہے اور وہ تیرہ سال تک جلاوطن رہتے ہیں۔

جلاوطنی کا زمانہ گزارنے کے بعد بالآخر پانڈوؤں کی واپسی ہوتی ہے اور وہ کورروؤں سے اپنی سلطنت واپس مانگتے ہیں تاہم دریودھن، جو کہ سب سے بڑا کورو تھا، انھیں سلطنت واپس کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس موقع پر کہانی میں کرشن (Krishna)، جو کہ وشنو (Vishnu) کے اوتار تصور کیے جاتے ہیں، کا ظہور ہوتا ہے۔ کرشن یادَو (Yadav) خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور کوروؤں اور پانڈوؤں دونوں کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جنگ نہ ہو اور اس بنا پر دونوں گروہوں کے درمیان صلح صفائی کی کوشش کرتے ہیں۔ تاہم دریودھن پانڈوؤں کو زمین دینے سے انکار کر دیتا ہے۔

اس پر تخت نشینی کے لیے چچازاد بھائیوں کے درمیان جنگ کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ جنگ سے قبل دریودھن (کورو) اور ارجن (پانڈو) کرشن کے پاس جاتے ہیں اور ان سے جنگ میں مدد طلب کرتے ہیں۔ اس پر کرشن کہتے ہیں کہ میں تم دونوں کا رشتہ دار ہوں اس لیے میں کسی کی طرف سے بھی جنگ میں ہتھیار نہیں اٹھاؤں گا۔ البتہ کرشن نے ان دونوں کو اختیار دیا کہ دونوں میں سے ایک ان کی فوج لے لے اور ایک انھیں بطور مشیر رکھ لے۔ دریودھن ان سے فوج لے لیتا ہے جبکہ ارجن کرشن کو لے لیتے ہیں۔ بعد ازاں، کُرُکشیتر (Kurukshetra) کے مقام پر کوروؤں اور پانڈوؤں کے مابین مہابھارت کی جنگ ہوتی ہے جو اٹھارہ (18) دن جاری رہتی ہے۔ اس جنگ میں پانڈو فتح یاب ہوتے ہیں جس کے بعد دھرت راشٹر سلطنت پانڈوؤں کے حوالے کر دیتا ہے اور یودھشٹر اس کا حکمران بنتا ہے۔[5]

مہابھارت میں محض کوروؤں اور پانڈوؤں کی تخت نشینی کے حوالے سے جنگ کی کہانی ہی بیان نہیں کی گئی بلکہ یہ اس میں اخلاقیات، سماج، ہندو فلسفے، جغرافیے، انساب، تاریخ سمیت بہت سے موضوعات پر مواد شامل ہے اور اس

---

[5] **بھگوت گیتا**، مترجم: محمد اجمل خاں (علی گڑھ: انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۹ء)، ۳۵۔۳۹؛ Rodrigues, *Introducing Hinduism*, 162-167.

لحاظ سے اسے قدیم ہندوستان کا انسائیکلوپیڈیا بھی کہا جاسکتا ہے۔ مہابھارت کا ہی ایک حصہ بھگوت گیتا(Bhagavad Gita) ہے جسے اس ہندو مت میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اس کا الگ سے تعارف ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

3.1.1.1. بھگوت گیتا

بھگوت گیتا کا لفظی معنی بھگوان کا گیت یا نغمۂ خداوندی ہے۔ بھگوت گیتا مہابھارت کی چھٹی کتاب (بھیشم پرب) کا ہی ایک حصہ ہے اور مہابھارت کے ۲۳ تا ۴۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے جنگ سے قبل کرشن سے ارجن اور دریودھن درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کی طرف لڑائی میں شامل ہوں تاہم انھوں نے کسی بھی جانب سے باقاعدہ طور پر جنگ میں شمولیت اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ انھوں نے دریودھن کو اپنی فوج دے دی اور ارجن کے ساتھ پانڈوؤں کی روحانی و اخلاقی مدد کے لیے بطور مشیر شامل ہو گئے۔ بھگوت گیتا بنیادی طور جنگ کے دوران ارجن اور کرشن کے مکالمے پر مبنی ہے جس میں ہندو مذہب کے کئی تصورات کو واضح کیا گیا ہے۔

کرشن میدان جنگ میں ارجن کے رتھ بان ہوتے ہیں۔ جب کرکشیتر کے میدان میں کوروؤں اور پانڈوؤں کے لشکر جنگ کے لیے صف آرا ہوتے ہیں تو ارجن کرشن کو کہتا ہے کہ میری رتھ دونوں لشکروں کے بیچ لے جائیں تاکہ دونوں لشکروں کا معائنہ ہو سکے۔ وہاں وہ میدان جنگ پر نظر دوڑاتا ہے اور ہونے والی جنگ اور اس میں اپنے کردار پر غور و فکر کرتا ہے۔ وہاں کھڑے ہوئے ارجن دیکھتا ہے کہ دونوں فوجوں میں ہی اس کے عزیز و اقارب اور قریبی رشتہ دار ہیں۔

اس موقع پر ارجن تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ غم اُسے آگھیرتا ہے، وہ مایوس ہوتا ہے اور کرشن سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

> ”میری ٹانگیں جواب دے رہی ہیں اور اپنے ہی لوگوں کو جنگ کے لیے صف آراء دیکھ کر منہ خشک ہوا جاتا ہے، میرا جسم لرزاں اور رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میری کمان میرے ہاتھ سے پھسلتی جاتی ہے اور میری جلد جلتی ہے، میں کھڑا ہونے کے قابل نہیں اور میرا ذہن چکراتا ہے---“

"ہم ہر گز دھرت راشٹر کے بیٹوں کو جو ہمارے عزیز ہیں نہ ماریں گے۔ اے مادھو! اپنے خاندان کا خون کر کے ہم کیسے خوش رہ سکتے ہیں؟ اگر یہ لالچی خیالات میں ڈوبے ہوئے لوگ خاندان کو تباہ کرنے اور دوستوں سے بے وفائی کرنے کو گناہ نہیں سمجھتے، آخر ہم خود کیوں نہ اس گناہ سے بچیں؟۔۔۔"

"اگر دھرت راشٹر کے بیٹے مسلح ہو کر مجھے اس طرح قتل کر دیں کہ میں نہتا اور غیر متشدد ہوں تو میرے لیے زیادہ اچھا ہو گا۔"

لہٰذا ہر دور کے دیگر جنگجوؤں کی طرح ارجن جنگ کے نقصانات اور بالخصوص خاندانی جنگ کے بارے میں تفکر کرتا ہے اور جنگ میں غیر مسلح ہو کر جانے اور پھر خودکشی کرنے کے بارے میں سوچتا ہے۔ ارجن کی سوچ بچار کا جواب اس کے رتھ بان کرشن دیتے ہیں۔ نظم کا باقی حصہ ارجن اور کرشن کے مابین زندگی کی فطرت اور فرد کے فرائض کے متعلق گفتگو ہے۔ نظم کے دوسرے حصہ میں کرشن بتاتے ہیں کہ وہ وشنو دیوتا کے اوتار ہیں۔ درحقیقت وہ زمین پر فانی لوگوں کی مدد کے لیے آئے ہیں جو اپنے مسائل کے ساتھ جدوجہد کر رہے ہیں۔ تیسرے حصہ میں کرشن اور ارجن فانی مخلوقات کو درپیش زندگی کے مسائل پر بحث جاری رکھتے ہیں۔

ارجن کو کرشن کی زیادہ تر نصیحت اور تعلیم اُپنشد کے فلسفے کا عکس ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ جن چیزوں کو فانی لوگ زندگی اور اس کے مسائل سمجھتے ہیں وہ محض ایک فریب (التباس) ہیں۔ کرشن جس بات کی ارجن کو زیادہ واضح انداز میں تعلیم دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اُسے (یعنی ارجن کو) جنگ میں جانے سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ کشتریہ (Kshatriya) طبقے کا فرد ہے اور یُدھ (جنگ) کرنا اور مارنا اُس کا فرض اور ذمہ داری (یعنی دھرم؛Dharma) ہے۔ اگر ارجن کا تعلق کسی اور مثلاً برہمن طبقہ سے ہوتا تو وہ میدان جنگ کو مسترد کرنے کا جواز پیش کر سکتا تھا۔ تاہم چونکہ ہندو طبقاتی نظام میں جنگ کرنا کشتریہ کا دھرم اور ذمہ داری ہے، لہٰذا ارجن کے لیے اس فرض کی ادائیگی ضروری ہے۔

بھگوت گیتا کی بنیادی تعلیمات اور مذہبی تفسیریں بہت سی ہیں۔ گیتا کی واضح ترین تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ افراد کو اپنی ذات کے اوپر عائد فرض ادا کر کے برے "کرم" (Karma) سے گریز کرنا چاہیے۔ کرم وہ قوت ہے جو لوگوں کو جنم، موت اور دُہرے جنم (آواگون) کے لامتناہی سلسلے میں باندھ دیتی ہے۔ انسان موجودہ جنم میں جو اچھے یا

برے کرم (عمل) کرتا ہے، ان کے مطابق اسے اگلا جنم ملتا ہے۔ ہندو مذہب کے مطابق انسان پر اس کے طبقے/ذات کے لحاظ سے جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں، اگر وہ انھیں انجام دیتا ہے تو وہ اس کا اچھا کرم ہو گا۔ اسی لیے کرشن ارجن کو سمجھاتے ہیں کہ اگرچہ اس کے مخالف لشکر میں اس کے قریبی رشتہ دار موجود ہیں لیکن بطور کشتریہ ذات کے فرد کہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ جنگ کرے۔ دوسرے الفاظ میں ہر ذات پر عائد کردہ ذمہ داریاں مذہبی فرائض بنادی گئی ہیں، اور ان کی ادائی پر ہی اس کے اگلے جنم کا انحصار ہے۔

گیتا میں نظر آنے والے ہندو مذہب کی ایک اور خصوصیت انسان کی مختلف طبیعتوں اور مزاجوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ذاتی نجات کے مختلف ذرائع کو قبول کرنا ہے۔ بار بار کے جنم اور موت کے سلسلے یعنی آواگون سے نجات (موکش؛Moksha) کے جن مختلف طریقوں کا گیتا میں اشارتاً ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک کرم/عمل کا طریقہ یا کرم مارگ(Karma Yoga/ Karma Marga) ہے جس میں بے غرض اعمال (کرم) کے ذریعے نجات حاصل کی جا سکتی ہے، اور یہاں اعمال سے مراد ہیں وہ رسوم اور ذمہ داریاں ہیں جن کا ادا کرنا انسان پر اس کی ذات اور طبقے کے لحاظ سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ دوسرا طریقہ عرفان کے ذریعے نجات یا گیان مارگ(Jnana Yoga/ Jnana Marga) ہے جس میں علم روحانی اور مراقبے کے ذریعے اعلیٰ ترین حقائق کی معرفت بالخصوص معرفت الٰہی حاصل کر کے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ تیسرا طریقہ بھگتی مارگ یعنی عشق حقیقی کا طریقہ (Bhakti Yoga/ Bhakti Marga) جس میں اپنے خدا یا دیوتا کی محبت کے ساتھ پرستش و پوجا اور ہر وقت اس کا دل میں خیال رکھ کر کے نجات حاصلی کی جا سکتی ہے۔

بھگوت گیتا کی غالباً سب سے پائیدار تعلیم وشنو کو بطور دیوتا انکشاف ہے جو محبت کرنے والا اور انسانوں کے بارے میں متفکر ہے۔ اُس کی دلچسپی ایسی ہے کہ وہ مختلف روپ دھارتا ہے اور مخصوص حالات میں انسانوں کی مدد کے لیے زمین پر آتا ہے جسے اوتار کہا جاتا ہے۔ بھگوت گیتا میں کرشن وشنو دیوتا کا ہی اوتار ہیں۔ کرشن گیتا میں کہتے ہیں: ”جب کبھی دھرم زوال کا شکار ہوتا ہے اور اَدھرم (بے دینی، ناراستی) فروغ پاتی ہے تب وشنو دنیا میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔“

بعد از کاسیکی ہندومت میں وشنو سب سے زیادہ مقبول دیوتا بن گیا۔ بھگوت گیتا اسے واضح کرتی ہے کہ وشنو جیسے دیوتاؤں کی بھگتی نجات کے جائز ذرائع میں سے ایک ہے۔ گیتا کی درج ذیل عبارت ملاحظہ کیجیے:

"ارجن، اس بات کا یقین، رکھو: میری بھگتی کرنے والا شخص کبھی نقصان میں نہیں رہتا کیونکہ جو شخص بھی مجھ میں پناہ لیتا ہے، چاہے وہ شُودر ہی ہو، بلکہ عورتیں اور دستکار، حتّٰی کہ غلام بھی اس اعلٰی ترین راہ پر چل سکتے ہیں۔ اس لیے اے ارجن جو کچھ تو کرے، کھائے، جو کچھ بھینٹ اور دان کرے اور جو ریاضت کرے، اُن سب کو میری نظر کر دے، یہ میری عبادت ہو گی۔
اے ارجن، تو مجھ میں دل لگا، میری بھگتی کر، میرے لیے ہی بھینٹ اور قربانی کر، تو مجھے نمسکار کر، اپنی آتما کو میرے ساتھ جوڑ، تو مجھے ہی پائے گا، اس میں ذرا بھی شک نہیں۔"[6]

3.1.2. راماین

راماین رام کی زندگی اور کردار کے بارے میں لکھی جانے والی ایک رزمیہ داستان ہے جس میں رام کی پیدائش سے قبل سے ان کی وفات تک کے واقعات کو نظمیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے کئی نسخے ہیں جن میں سے قدیم ترین دستیاب نسخہ والمیک (جسے بالمیک بھی لکھا جاتا ہے؛Valmiki) کا تصنیف کردہ بتایا جاتا ہے جو سنسکرت میں لکھا گیا۔ اس کے علاوہ اَوَدِھی زبان (ہندی زبان کا ایک لہجہ) میں تلسی داس کی راماین بھی بہت مقبول ہے جسے رام چَرِتْ مانَس (Ramcharitmanas) کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر مقامی بھارتی زبانوں میں راماین لکھی گئی ہے، تاہم ہمارا تعارف والمیک کی راماین تک ہی محدود رہے گا۔

والمیکی راماین کو سات ابواب یا کانڈوں (Kandas) میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس میں لگ بھگ چوبیس ہزار شلوک (اشعار) ہیں۔ راماین کی کہانی کچھ اس طرح سے ہے کہ دریائے سَرَیو (Sarayu) کے کنارے ایودھیا (Ayodhya) نامی شہر آباد تھا جس کے راجہ کا نام دَشَرَتھ (Dasharatha) تھا۔ راجہ کی تین بیویاں تھیں جن کے نام کوسلیا (Kausalya)، کیکئی (Kaikeyi) اور سمترا (Sumitra) تھے تاہم بد قسمتی سے راجہ بے اولاد تھا۔ تخت کے وارث کے حصول کے لیے اس نے ویدوں میں مذکور اَشْوَمیدھ یگیہ (گھوڑے کی قربانی) کی۔ اس قربانی سے ایک کھیر بر آمد ہوئی جسے دیوتاؤں نے تیار کیا تھا۔ یہ کھیر راجہ کی تینوں رانیوں کو دی گئی۔ چنانچہ تینوں رانیوں نے چار راجکماروں کو جنم دیا۔ سب سے بڑی رانی کوسلیا نے رام (Rama) کو جنم دیا، کیکئی نے بَھرَت (Bharata) کو اور سمترا کے بطن سے

---

[6] **بھگوت گیتا**، ۴۱۔۵۱؛ مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ۱۷۹۔۱۸۳۔

دو جڑواں لڑکے لکشمن(Lakshmana)اور شترو گھن(Shatrughna)پیدا ہوئے۔ رام کی پرورش بطور ولی عہد کے کی گئی۔ سب بھائیوں میں بہت اتفاق تھا، مگر لکشمن کی رام سے محبت بہت گہری تھی۔ رام جب بڑے ہوئے تو ان کی شادی مِتھِلا(Mithila)کے راجہ جَنک(Janaka) کی بیٹی سیتا(Sita)سے ہوئی۔

راجہ دَشَرتھ جب بوڑھا ہو گیا تو اس نے سوچا کہ وہ بادشاہی چھوڑ دے اوراور رام کو تخت سونپ دے۔ مگر رانی کیکئی نے دشرتھ کو یاد دلایا کہ اس نے ایک مرتبہ اسے قول دیا تھا کہ وہ اس کی کوئی بھی دو خواہشات پورا کرے گا۔ کیکئی نے خواہش ظاہر کی کہ رام کو چودہ سال کے لیے جنگل میں بھیج دیا جائے (بن باس دے دیا جائے)اور اس کے بیٹے بھرت کو تخت سونپ دیا جائے۔ اس عرصے میں یہ احتیاط لازم رکھی جائے کہ رام بھرت کی حکمرانی میں دخل اندازی نہ کرنے پائے۔ راجہ دشرتھ اپنا قول نبھانے پر مجبور تھا۔ چنانچہ رام کی تاج پوشی کی تیاریاں روک دی گئیں۔ رام کی خواہش تھی کہ وہ اکیلے ہی بن باس لیں، مگر ان کی بیوی سیتا اور بھائی لکشمن اس پر کسی طور تیار نہ تھے۔ چنانچہ ان تینوں نے بن باس لے لیا۔

اس دوران رام کا بھائی بھرت ایودھیا سے باہر گیا ہوا تھا۔ رام کے بن باس لینے کے بعد راجہ دشرتھ بیمار رہنے لگا اور کچھ عرصے بعد مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد بھرت کی واپسی ہوئی۔ واپس آنے پر جب بھرت کو معلوم ہوا کہ کس طرح اس کی ماں نے رام کو اس کی خاطر بن باس دلوایا ہے تو اسے سخت رنج ہوا۔ اس نے عہد کیا کہ وہ رام کو واپس بلوا کر تخت اس کے حوالے کر دے گا۔ لہٰذا وہ رام کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ بہت ہی دشواریوں کے بعد اس کی رام سے ملاقات ہوئی۔ بھرت نے اسے ایودھیا آنے کے لیے کہا۔ مگر رام نے اس کی یہ درخواست یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ چودہ سال سے پہلے اجودھیا آنا اس کے باپ کے حکم کی خلاف ورزی ہو گی۔ بھرت اس پر بہت غمگین ہوا۔ آخر طے پایا کہ بھرت رام کی جوتیاں اپنے ساتھ اجودھیا لے جائے اور انھیں رام کی علامت کے طور پر تخت پر رکھ کر اس کے ماتحت کے طور پر حکومت کرے۔

رام، سیتا اور لکشمن کے چودہ سال کے بن باس کی داستان بہت طویل ہے۔ اس دوران کبھی ان کی ملاقات بڑے بڑے درویشوں اور سادھوؤں سے ہوتی ہے جن سے وہ سیکھتے ہیں، تو کبھی انھیں بڑے بڑے خطروں اور آزمائشوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ رام اور لکشمن اس دوران ان راکششوں (شیاطین، بدروحوں) کا بھی مقابلہ کرتے ہیں جو جنگلوں میں مجاہدوں اور چلوں میں مصروف تارک الدنیا عبادت گزاروں کو تنگ کرتے ہیں۔ شورپنکھا

(Shurpanakha)ایک ایسی ہی راکشس تھی۔ وہ خوبصورت عورت کا روپ دھار کر رام کے پاس آتی ہے اور ان سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کرتی ہے۔ تاہم رام یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہیں۔ اس کے بعد وہ لکشمن کے پاس جاتی ہے مگر وہ بھی شادی سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس پر شورپنکھا غصے میں آجاتی ہے اور اپنے اصل روپ میں آکر سیتا کو ڈراتی ہے۔ تب لکشمن اس کے ناک اور کان کاٹ دیتے ہیں۔

شورپنکھا بدلے کی آگ میں جلنے لگتی ہے اور اپنے بھائی راون(Ravana) سے مدد طلب کرتی ہے۔ شورپنکھا کا بھائی راون شیطانی قوتوں کا حامل ایک بہت طاقتور راکشس اور لنکا(Lanka) کا راجہ تھا۔ شورپنکھا نے راون کو سیتا کے حسن و جمال کے متعلق بتایا۔ سیتا کے حسن و جمال کے متعلق سن کر راون نے تہیہ کر لیا کہ وہ سیتا کو حاصل کر کے رہے گا۔ اس کے شیطانی ذہن نے سیتا کو اغوا کرنے کا ایک منصوبہ بنایا۔ اس نے ایک اور راکشس مارِیچ(Maricha) کو اپنے منصوبہ سے آگاہ کیا۔ چنانچہ مارِیچ نے ایک خوبصورت ہرن کا روپ دھارا اور جنگل کے جس حصہ میں رام، لکشمن اور سیتا رہتے تھے، وہاں گھومنے لگا۔ سیتا کو ہرن بہت اچھا لگا۔ اس نے رام سے کہا کہ وہ اسے پکڑ لائیں تاکہ اسے پال لیا جائے۔ رام ہرن کے تعاقب میں روانہ ہوئے لیکن ہرن کافی دور نکل گیا۔ رام کے نہ آنے پر لکشمن انھیں ڈھونڈنے نکلتے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد سیتا اکیلی رہ جاتی ہے۔ راون اسی موقع کے انتظار میں تھا۔ وہ آیا اور سیتا کو اٹھا کر لنکا لے گیا۔ رام اور لکشمن جب واپس آئے تو سیتا کو نہ پا کر سخت پریشان ہوئے۔

رام اور لکشمن نے سیتا کی تلاش شروع کی۔ بالآخر انھیں معلوم ہوا کہ راون سیتا کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ چلتے چلتے وہ کشکندھا(Kishkindha) پہنچے جو بندروں کی سلطنت ہوتی ہے۔ یہاں ان کی دوستی بندروں کے ایک گروہ کے سردار سُگریو(Sugriva) اور اس کے وزیر ہنومان(Hanuman) سے ہو گئی۔ وہ رام کو سیتا کی تلاش میں مدد کا یقین دلاتے ہیں۔ سگریو نے بندروں کی ٹولیاں چار اطراف روانہ کیں تاکہ راون کے متعلق پتہ لگایا جا سکے۔ بندروں کی جو ٹولی جنوب کی سمت روانہ ہوئی اس میں ہنومان بھی تھے۔ ہنومان جب ہندوستان کے انتہائی جنوب میں پہنچے تو انھیں اپنا سفر روکنا پڑا کیونکہ آگے سمندر تھا۔ آخر انھوں نے اپنی مافوق الفطرت طاقتوں کا استعمال کرنے کا فیصلہ کیا اور چھلانگ لگا کر لنکا پہنچ گئے۔ یہاں انھوں نے سیتا کو راون کی قید میں پایا۔ اس نے اسے تسلی دی۔ ہنومان واپس ہوا اور رام، لکشمن اور بندروں کی فوج لے کر ایک پل کے ذریعہ لنکا پہنچا۔ راون اور رام کے مابین شدید اور طویل جنگ ہوتی ہے۔ اس جنگ میں راون کو شکست ہوئی اور اس کی سلطنت تباہ کر دی گئی۔ سیتا کو آزاد کروالیا گیا۔

اس دوران رام کے بن باس کے چودہ سال مکمل ہو چکے تھے۔ وہ ان کے مکمل ہونے پر واپس ایودھیا چلے گئے اور تخت سنبھال لیا۔ رام نے یہ یقین کرنے کے لیے کہ اس دوران سیتا نے اپنی عفت پر کوئی آنچ نہیں آنے دی اسے آگ کے الاؤ سے گزرنے کا حکم دیا۔ سیتا بغیر کسی گزند پہنچے آگ کے الاؤ سے گزر گئی۔ تاہم اس کے باوجود بھی لوگوں کی چہ مگوئیاں بند نہ ہوئیں اور لوگ ان کی عفت پر سوال اٹھاتے رہے۔ اس پر رام انھیں جنگل بھجوا دیتے ہیں جہاں والمیکی انھیں اپنے آشرم میں پناہ دیتے ہیں۔ وہیں پر سیتا جڑواں بچوں لو(Lava) اور کش(Kusha) کو جنم دیتی ہیں۔[7]

راماین کے مرکزی کرداروں میں اہم کردار رام، سیتا، لکشمن اور راون کے ہیں۔ راماین میں رام کو دھرم کے پابند ایک مثالی مرد اور حاکم کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو اپنی ذاتی خواہشات اور مفادات پر دھرم کی پابندی کو ترجیح دیتا ہے۔ اسی طرح لکشمن کا کردار ایک بے مثال بھائی اور بے لوث خدمت گزار کا ہے۔ سیتا کا کردار ایک مثالی محبت کرنے والی بیوی کا ہے جو ہر قسم کی مشکلات کے باوجود شوہر کے ساتھ وفا نبھاتی ہے۔ غرض یہ کہ اس کہانی اور اس کے کرداروں کے ذریعے ہندومت کے مختلف تصورات اور اخلاقوں اصولوں کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

3.2. دھرم شاستر: منو کا ضابطہ قانون

ہندوؤں کی قانونی کتابوں کو دھرم شاستر (Dharma Shastra) کہا جاتا ہے۔ یہاں دھرم سے مراد انسان کے وہ فرائض ہیں جن کا تعلق انسانوں اور خدا سے ہے۔ دھرم کی اصطلاح انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ اس لحاظ سے دھرم شاستر میں جو احکام درج ہیں ان کا تعلق مذہب، اخلاق اور قانون تینوں سے ہے۔ دھرم شاستروں میں ہندو مذہب کے مختلف رسوم و رواج، اخلاقی تعلیمات اور قوانین کو بیان کیا گیا ہے۔ ویسے تو بہت سی دھرم شاستر ہیں تاہم زیادہ معروف منو سمرتی (Manu Smriti) اور یجناولکیہ سمرتی (Yajnavalkya Smriti) ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ اہم، معتبر اور متداول منو سمرتی یا منو کا قانون ہے جس کے ہندو سماج پر آج بھی گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔ منو سمرتی کا مصنف منو کو بتایا جاتا ہے جنھیں ہندو مذہب میں انسانیت کے جد امجد کا درجہ حاصل ہے۔

---

[7] Rodrigues, *Introducing Hinduism*, 155-60; دھرمیندر ناتھ، **ہمارے رام اور راماین** (دہلی: رادھا پبلی کیشنز، ۲۰۱۵)، ۷۶۔۸۶۔

منو سمرتی بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں مختلف موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے اور ایک ہندو کو ہدایات و قوانین عطا کیے گئے ہیں۔ ہندو قانون کے مطابق ہندو معاشرے (اجتماعی زندگی) اور ہندو فرد کی زندگی کو منظم کرنے کے لیے ورن آشرم (Varna Ashrama) کا نظام ترتیب دیا گیا ہے۔ ورن (Varna) کا لفظی معنی رنگ کے ہیں اور اصطلاح میں یہ لفظ چار بڑے طبقات میں ہندو معاشرے کی تقسیم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ چار طبقات برہمن، کشتری/ چھتری، ویش اور شودر ہیں۔ جس طرح ہندو اجتماعی زندگی کو ورن یا طبقاتی نظام کے تحت منظم کیا گیا ہے اسی طرح ہندو فرد کی ذاتی زندگی کو منظم کرنے کے لیے آشرم (Ashrama) کا نظام بنایا گیا ہے۔ آشرم کے نظام کے تحت یہ متعین کیا گیا ہے کہ اپنے ورن یا طبقے میں رہتے ہوئے ایک فرد کی زندگی کے مختلف حصے (آشرم) کیا ہوں گے اور ہر حصے میں اس کی کیا ذمہ داریاں ہوں گی۔ ہندو فرد کی انفرادی زندگی کو ان آشروں میں تقسیم کیا گیا ہے: برہمچاری آشرم (Brahmachari Ashrama): یعنی تعلیم و تربیت کا زمانہ؛ گرہست آشرم (Grihastha Ashrama): یعنی زندگی کا وہ حصہ جس میں انسان شادی کرتا ہے، اور اپنی سماجی و معاشی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے؛ وانپرستھ آشرم (Vanaprastha Ashrama): یعنی زندگی کا وہ حصہ جس میں انسان سماجی ذمہ داریوں سے فارغ ہو کر، آبادی سے باہر جا کر جنگل میں کٹیا بنا کر خود کو مذہبی کاموں میں مصروف کر لیتا ہے؛ سنیاس آشرم (Sannyasa Ashrama): اس آشرم میں انسان دنیا سے مکمل طور پر تعلق ترک کر کے اپنے آپ کو نجات (موکش) حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیتا ہے۔

منو سمرتی میں ان طبقات اور آشروں کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں منو کے قانون میں ہندوؤں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کو منظم کرنے کے لیے قوانین دیے گئے ہیں۔ منو سمرتی کے دیگر موضوعات میں کائنات کی پیدائش اور مذہب کے آغاز پر گفتگو کے علاوہ کھانے پینے کے آداب، بیوی کے فرائض، نظام مملکت، عدالت، وراثت، کفارہ اور سزا و جزا سے متعلق ہدایات و قوانین شامل ہیں۔[8]

[8] Rodrigues, *Introducing Hinduism*, 69-75; فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب**، ۸۶۔۹۱، ۱۰۱۔۱۰۳

3.3. پُران

پُران (Purana) کا لفظی معنی پرانا یا قدیم ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی تصنیفات میں پرانوں کو اہم مقام حاصل ہے۔ عمومی طور پر بڑے اور اہم پرانوں کی تعداد اٹھارہ بتائی جاتی ہے جنھیں مہاپران (Mahapurana) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کم تر درجے کے بھی بہت سے پران جنھیں اُپ پران (Upapurana) ہیں۔

مہاپرانوں کو بہت سے لحاظ سے تقسیم کیا جاتا ہے جن میں سے ایک تقسیم برہم (یا برہما)، وشنو اور شیو کے لحاظ سے ہے۔ ان میں سے ہر ایک سے چھ چھ پران وابستہ کیے جاتے ہیں:

برہم (برہما) کے پران یہ ہیں:

۱) برہم پران (Brahma Purana) ؛ ۲) برہمانڈ پران (Brahmanda Purana) ؛

۳) برہم ویورت پران (Brahmavaivarta Purana) ؛ ۴) مارکنڈے پران (Markandeya Purana ؛ ۵) بھوشیہ پران (Bhavishya Purana) ؛ ۶) وامن پران (Vamana Purana)

وشنو کے پران یہ ہیں:

۱) وشنو پران (Vishnu Purana) ؛ ۲) پدم پران (Padma Purana) ؛

۳) نارد پران (Naradiya Purana) ۴) بھگوت پران (Bhagvata Purana)؛

۵) وراہ پران (Varaha Purana) ؛ ۶) گروڑ پران (Garuda Purana)

شیو کے پران یہ ہیں:

۱) شیو پران (Shiva Purana) ؛ ۲) اگنی پران (Agni Purana)؛ ۳) لنگ پران (Linga Purana)

۴) اسکند پران (Skanda Purana) ؛ ۵) کورم پران (Kurma Purana) ؛

۶) متسیہ پران (Matsya Purana)

پرانوں میں عموماً درج ذیل پانچ بنیادی موضوعات پر بات کی گئی ہے:

۱) کائنات کی تخلیق

۲) کائنات کی توسیع، توازن اور دوبارہ تخلیق

۳) کائنات کا قدیم شجرہ یعنی دیوتاؤں اور رشیوں کا حال و نسب نامہ

۴) منو کا زمانہ کب رہا اور اس زمانے میں کون کون سے واقعات ہوئے

۵) مشہور خاندانوں جیسے سوریہ ونشی (Suryavanshi) اور چندر ونشی (Chandravanshi) خاندانوں اور ان کے راجاؤں وغیرہ کا بیان۔[9]

4۔ خود آزمائی

۱۔ شروتی اور سمرتی میں کیا فرق ہے؟

۲۔ وید کون سے ہیں اور ان کے مرکزی موضوعات کون سے ہیں؟

۳۔ اپنشد کی بنیادی تعلیمات کیا ہیں؟

۴۔ مہابھارت اور رامائن کے مرکزی مباحث کیا ہیں؟

۵۔ بھگوت گیتا پر مفصل نوٹ لکھیں۔

5۔ جوابات

تمام سوالوں کے جواب متعلقہ یونٹ سے تلاش کریں۔

---

[9] Klostermaier, *A Concise Encyclopedia of Hinduism*, 109-10, 143-44; اے مالوی، **اردو میں ہندو دھرم** (الہ آباد: ڈاکٹر اے مالوی، ۲۰۰۰)، ۱۰۹۔۱۰؛ ۱۴۳۔۴۴۔

6۔ مصادر و مآخذ / مزید مطالعہ کے لیے

۱۔ عماد الحسن آزاد فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب** (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۳ء)

۲۔ لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ترجمہ: یاسر جواد، سعدیہ جواد (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء)

۳۔ حافظ محمد شارق سلیم، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ** (ش ن: ن ن، ۲۰۱۰ء)

۴۔ دھرمیندر ناتھ، **ہمارے رام اور راماین** (دہلی: رادھا پبلی کیشنز، ۲۰۱۵)

۵۔ اے جے مالوی، **اردو میں ہندو دھرم** (الہ آباد: ڈاکٹر اے جے مالوی، ۲۰۰۰)

6. Hillary Rodrigues, *Introducing Hinduism* (New York: Routledge, 2006)
7. Klaus K. Klostermaier, *A Concise Encyclopedia of Hinduism* (Oxford: Oneworld Publications, 2003)
8. Gavin Flood, ed., *The Blackwell Companion to Hinduism* (Oxford: Blackwell, 2003)

یونٹ نمبر3

ہندومت: فرقے، نظام ہائے فکر اور بنیادی تعلیمات

جمع وترتیب: عثمان علی شیخ

نظر ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد فاروق عبد اللہ

ڈاکٹر حسن بیگ

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف .....

یونٹ کے مقاصد .....

1. ہندومت کے فرقے .....

1.1. شیومت.....

1.2. وشنومت .....

1.3. دیوی مت/ شکتی مت.....

2. ہندومت میں مختلف نظام ہائے فکر.....

2.1. سانکھیہ نظام فکر .....

2.2. یوگ نظام فکر.....

2.3. میمامسانظام فکر .....

2.4. ویسشک نظام فکر .....

2.5. نیایہ نظام فکر.....

2.6. ویدانت نظام فکر.....

3. ہندومذہب کی مشترکہ تعلیمات .....

4. حصول نجات کے ذرائع.....

5. خود آزمائی .....

6. جوابات .....

7. مصادر و مآخذ / مزید مطالعہ کے لیے.....

یونٹ کا تعارف

ہندو مت کی کئی ہزار سالہ تاریخ میں کئی فرقوں کا ظہور ہوا۔ یہ فرقے ہندو مت میں ذیلی روایتوں کے طور پر مستحکم ہوئے اور ہندوستان کی مختلف جغرافیائی حدود میں پھلے پھولے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہندو مت میں مختلف اور متنوع نظام فکر کا بھی ظہور ہوا جن میں سے چھ معروف ترین ہیں۔

ہندو مت متنوع انکار اور مختلف (اور بعض اوقات متضاد) عقائد و نظریات اور رسوم و رواج کے حامل لوگوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اس تنوع کی وجہ سے بیرونی ناظر کو بادی النظر میں یہ گمان ہوتا ہے کہ خود ہندو مت کئی مختلف مذاہب کا ایک مجموعہ ہے۔ تاہم اس تنوع کے باوجود چند ایسی مشترکہ بنیادی تعلیمات ہیں جن کو بیشتر ہندو درست تسلیم کرتے ہیں، ان پر عمل پیرا ہیں اور جنھیں ہندوؤں کے ہاں قبول عام حاصل ہے۔

زیر نظر یونٹ میں ہندو مت کے چند معروف فرقوں، نظام ہائے فکر اور چند مشترکہ بنیادی تعلیمات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

اس یونٹ کی تیاری میں درج ذیل کتب سے مواد کو جمع کر کے مناسب ترمیم و ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے:

۱۔ عماد الحسن آزاد فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب** (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۳ء)

۲۔ لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ترجمہ: یاسر جواد، سعدیہ جواد (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء)

۳۔ پنڈت منوہر لال زتشی، **ہندو مذہب** (پٹنہ: خدا بخش پبلک اورینٹل لائبریری، ۱۹۹۴ء)

۴۔ خواجہ دل محمد، **دل کی گیتا** (لاہور: خواجہ بک ڈپو، ۱۹۴۵ء)

۵۔ حافظ محمد شارق سلیم، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ** (ش ن: ن ن، ۲۰۱۰ء)

۶۔ رائے شیو موہن لعل ماتھر، **قدیم ہندی فلسفہ** (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸)

یونٹ کے مقاصد

ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ جان سکیں گے کہ

۱۔ ہندومت کے معروف اور بڑے فرقے کون سے ہیں۔

۲۔ ہندومت کے مختلف نظام ہائے فکر کا تعارف کرا سکیں۔

۳۔ ہندومت کا طبقاتی نظام کیا ہے۔

۴۔ آواگون کا نظریہ کیا ہے۔

1. ہندومت کے فرقے

ہندومت کی تاریخ، مقدس ادب اور اس کی عمومی خصوصیات کے اس مختصر تعارف کے بعد ہم ذیل میں ان اہم فرقوں کا ذکر کرتے ہیں جن پر عہد وسطی کے پورے دور میں (یعنی ۵۰۰ عیسوی سے دور جدید تک) ہندومت کی بنیاد رہی ہے اور جو ہندومت کے اندر ذیلی روایتوں کی حیثیت سے اس دور میں خوب پھلے پھولے۔ اس سلسلے میں ہم صرف تین فرقوں (۱) شیومت (Shaivism)، (۲) وشنومت (Vaishnavism) اور (۳) دیوی مت یا شکتی مت (Shaktism) کا ذکر کریں گے جو کہ ہندومت کے غالب ترین فرقے رہے ہیں اور جن کا دائرہ اثر ہندوؤں کی بھاری اکثریت پر محیط رہا ہے۔

1.1. شِیومت

شیو کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ہندوستان کے قدیم ترین دیوتاؤں میں سے ہے، وادیِ سندھ کی تہذیب (۳۵۰۰۔۱۷۰۰ ق م) سے متعلق جن آثار قدیمہ کی دریافت ہوئی ان میں ایسی مہریں ملی ہیں جن پر شیو کی خصوصیات رکھنے والے ایک دیوتا کی شبیہ نقش ہے اور اس کی بنا پر فیصلہ کیا گیا ہے کہ شیو یا اس سے ملتے جلتے ایک دیوتا کی پرستش آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال قبل بھی ہندوستان میں ہوتی تھی۔ ابتدائی عہد کے ویدک ادب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آریہ بھی اپنے ساتھ ہندوستان میں ایک ایسے دیوتا کا تصور لے کر آئے تھے جس کی خصوصیات قدیم ہندوستانی دیوتا شیو سے ملتی جلتی تھیں۔ آریوں کا یہ دیوتا ابتدائی ویدک ادب میں رُدرَ (Rudra) کے نام سے موسوم ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ آریوں اور ہندوستان کے قدیم غیر آریہ باشندوں کے درمیان باہم اختلاط کے نتیجے میں یہ محسوس کیا گیا کہ آریوں کا دیوتا رُدر اور ہندوستان کا قدیم شیو دراصل ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ اس احساس کے نتیجے میں ویدک دور کے آخری زمانہ میں ردر شیو نام کا ایک دیوتا منظر عام پر ابھرتا ہے جس میں کہ قدیم شیو اور آرین رُدر کی شخصیتیں جذب ہو گئی ہیں اور جو دونوں کی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس صورت میں قدیم شیو کو ویدک برہمنی مت کی مہر استناد بھی حاصل ہو گئی ہے۔ بہر حال اس دور تک ردر شیو کے تصور میں تجریدی عنصر غالب تھا اور اس کی شخصیت کی تجسیم بڑی حد تک نا مکمل تھی۔ ویدک ادب کے آخری حصہ سے متعلق سویتا شویتر اپنشد (Shvetashvatara Upanishad) میں رُدر شیو کو ربّ اعلیٰ اور آقائے کل کی حیثیت سے ضرور یاد گیا گیا

ہے، لیکن اس کی شخصیت کا کوئی واضح اور شخصی تصور نہیں پیش کیا گیا ہے۔ ویدک عہد سے گزر کر جب ہم رزمیہ نظموں کے دور (قریباً ۴۰۰ ق م سے ۵۰۰ عیسوی تک) میں پہنچتے ہیں تو ہمیں مہابھارت میں پہلی مرتبہ شیو اپنی منفرد خصوصیات کے ساتھ ایک مکمل شخصی دیوتا کی صورت میں نظر آتا ہے۔

مہابھارت میں اگرچہ عام طور پر شیو کو ایک عظیم دیوتا کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اور اس کی مخصوص صفات کی مظہر مختلف دیومالائی کہانیاں بھی بیان کی گئی ہیں، لیکن اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا سب سے بڑا ثبوت پشوپتا (Pashupata) نام کے ایک فرقہ کے ذکر میں ملتا ہے جو شیو کو پشوپتی (Pashupati؛ یعنی حیوانات کا خدا) کی شکل میں ماننے والے اسکے مخصوص بھگتوں کا ایک فرقہ تھا۔ شیو کی شخصیت کے گرد اُبھرتے ہوئے مخصوص فرقوں اور اس کی عوامی مقبولیت کو مزید ترقی اس وقت ملی جب رزمیہ نظموں کے دور کے بعد پُرانوں کی تصنیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہندومت کے دوسرے فرقوں کی طرح شیو کے مخصوص پرستاروں نے بھی ایسے پُران تصنیف کیے جن کا محور ان کا اپنا چنیدہ دیوتا شیو تھا اور جن میں شیو مت کے مخصوص نظریات کی تبلیغ تھی۔ (شیو مت کے پرانوں کا ذکر یونٹ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے)

شیو کی جو تصویر مہابھارت اور پرانوں میں بیان کیے گئے قصوں اور تذکروں سے اُبھرتی ہے وہ تضادات کا ایک مجموعہ ہے۔ ہندومت کا کوئی اور دیوتا باہم متضاد صفات کا حامل اور مختلف النوع احوال کا تابع ہونے میں شیو کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک طرف وہ ہندو تری مورتی[1] میں کائنات کی فنا اور بربادی کے ذمہ دار دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس صورت میں وہ انسانی کھوپڑیوں کی مالائیں اور سانپوں کو گلے میں ڈالے راتوں کو شمشان گھاٹ میں عفریتوں اور عجیب الخلقت مخلوقات کی فوج کے ساتھ گھومتا ہے اور ان کا سردار مانا جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف متعدد تذکروں اور گیتوں میں شیو کی پاکیزگی، تقدس اور ذاتی حسن و جمال کی قسم بھی کھائی گئی ہے اور اس کو شیو (مبارک) اور اپنے بھگتوں کی مرادیں پوری کرنے والا گردانا گیا ہے۔ ایک طرف اس کو جلال و غضب سے بھرا ہوا دیوتا مانا جاتا ہے جو بھیراواں

[1] ہندومت کے تین بڑے دیوتاؤں برہما، وشنو اور شیو کو اکٹھا تری مورتی (تین شکلوں) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس تصور میں برہما کو خالق، وشنو کو کائنات کی بقا اور پرورش کا ذمہ دار جبکہ شیو جلا، قہر اور فنا کا خدا سمجھا جاتا ہے۔ تری مورتی کا تصور ویدک دور کے بعد پرانوں کے زمانے میں واضح طور پر سامنے آیا۔

(Bhairava)اور ویر بھدرا[2](Virabhadra) کی حیثیت میں گستاخوں اور نافرمانوں سے سخت ترین انتقام لیتا ہے، تو دوسرے طرف اس کو ایک نرم مزاج دیوتا بھی سمجھا گیا ہے جس کو خوش کرنے کے لئے محض تلسی کی پتیوں کا نذرانہ کافی ہے۔

شیو کی ایک حیثیت مہایوگی کی بھی ہے۔ اس صورت میں اس کو دنیا سے کنارہ کش ایک سنیاسی اور یوگ کے ماہر کی حیثیت سے پہاڑوں میں تربیتِ نفس میں مشغول دکھایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک ترشول[3] اور سنیاسیوں کا کمنڈل[4] ہوتا ہے اور وہ کسی چٹان پر شیر کی کھال بچھائے یوگا کے آسن میں بیٹھا مراقبے میں غرق ہوتا ہے۔ شیو کا یہ تصور بہت مقبول ہے اور تصویروں اور مورتیوں میں اکثر شیو کو اسی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ مہا سنیاسی اور مہایوگی بالکل متضاد طور سے ایک مثالی شوہر اور ایک پر سکون خاندان کے ذمہ دار کی حیثیت سے بھی معروف ہے، جو اپنی بیوی پاروتی(Parvati) اور دو بیٹوں سکندا(Skanda) اور گنیش (Ganesha) کے ساتھ ایک مثالی خاندانی زندگی گزارتا ہے۔ شیو کے بھگتوں کے نزدیک شیو کی ایک صورت وہ بھی ہے جہاں وہ حقیقتِ اعلیٰ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ اس صورت میں وہ صرف فنا کا دیوتا نہیں رہ جاتا بلکہ خالقیت، ربوبیت اور فنا کا جامع ذمہ دار اور کائنات کا واحد حکمراں ہو جاتا ہے۔

برہما اور وشنو جیسے دیوتا اس صورت میں شیو کے ہی مخصوص مظاہر مانے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شیو کی شخصیت کا ایک رُخ یہ بھی ہے جہاں وہ ایک آوارہ گرد، بلانوش، رقص و موسیقی کے دلدادہ، جنگلوں میں بھٹکنے والے شکاری اور من موجی کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

شیو کی شخصیت کے تصور میں تنوع، اور اس کی مختلف الجہات شخصیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہندومت میں شیو کی آٹھ صورتیں مستند مانی جاتی ہیں اور ان آٹھ مختلف صورتوں میں وہ مختلف اوقات یا مختلف حلقوں میں پوجا جاتا ہے۔ شیو کی آٹھ مستند و مشہور صورتوں میں اس کے نام حسب ذیل ہیں:

---

[2] بھیراواں اور ویر بھدرا، شیو کے ہیبت ناک روپ ہیں جن سے اس کی غضب اور قہر کی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔

[3] ایک طرح کا آلۂ حرب جس کے سر پر تین نوکیلی شاخیں ہوتی ہیں، یہ شیو کا ہتھیار اور نشان ہے۔

[4] جوگیوں کے پانی پینے کا برتن جو کسی دھات، لکڑی، مٹی، تومڑی یا دریائی ناریل کا بنا ہوا ہوتا ہے۔

۱۔ سرو(Sarva)

۲۔ بھاو(Bhava)

۳۔ پشوپتی(Pashupati)

۴۔ ایشنا(Isana)

۵۔ بھیم(Bhima)

۶۔ رُدر(Rudra)

۷۔ مہادیو(Mahadeva)

۸۔ اُرگا(Urga)

شیو کی یہ مختلف صورتیں اور اس کے بارے میں ہندومت کے متنوع تصورات اس بات کو بالکل واضح کر دیتے ہیں کہ شیو کی شخصیت کے تصور میں آریہ، مقامی قبائلی اور دوسری کئی روایتوں کے دیوتاؤں کی صفات ضم ہو گئی ہیں۔ اس طرح ایک ایسا دیوتا منظر عام پر اُبھرتا چلا گیا جو اپنی مختلف الجہات شخصیت کی وجہ سے مختلف نسلوں اور قوموں کے مختلف ذوق کی تسکین کر سکتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ تصور کہ وہ سب اسی ایک دیوتا شیو کے پجاری ہیں، ان سب میں ایک رشتہ وحدت بھی پیدا کرتا دیتا تھا۔ یہ تھا پُرانوں کے دور میں ابھرتے ہوئے نئے ہندومت کا وہ روادارانہ رجحان جس کے ذریعہ وہ ایک زبردست عوامی تحریک بن سکا اور ہندوستان کے مختلف النسل اور مختلف النوع باشندوں کو اپنے اندر سمو سکا۔ اس دور میں اُبھرتے ہوئے دوسرے ہندو فرقے ویشنو میں جو بالآخر ہندو اکثریت کا مسلک قرار پایا، اس رجحان نے ایک دوسری شکل اختیار کی اور شیو کی مختلف صورتوں سے زیادہ مقبولِ عام دیوتا وشنو کے مختلف اوتاروں کی صورت میں سامنے لے آیا۔

1.2. وِشنُومت

وِشنو ابتدائی ویدک ادب میں ایک کم اہم دیوتا کی حیثیت سے مذکور ہے۔ یعنی اپنی اصلیت کے لحاظ سے وِشنو ایک آرین دیوتا ہے۔ ویدک دور کے وسطی اور آخری دور میں بتدریج وشنو کی اہمیت بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے اور بہت جلد، ویدک دور میں ہی وشنو کو خدائے مطلق کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

برہمنی روایت میں وشنو کی اہمیت اور وقار کو مزید تقویت اس رجحان سے حاصل ہوئی جس کی رو سے ۵۰۰ قبل مسیح سے پہلے ہی وشنو اور ویدک عہد کے ایک دوسرے اہم دیوتا نارائن (Narayana) کی شخصیتوں کو ایک دوسرے میں ضم کر دیا گیا تھا۔ اس طرح ہم ویدک ادب کے بعض آخری حصوں، مثلاً تیتریا آرنیکا (Taittiriya Aranyaka) یا اور بعد کی تصنیفات جیسے بودھیانا گرھیاسوتر (Bodhayana Grihyasutra) میں وشنو نارائن جیسے ایک عظیم ترین دیوتا کا تذکرہ پاتے ہیں۔

وشنو کی مقبولیت کی تاریخ میں دوسرا اہم موڑ اس وقت آیا جب کہ وشنو نارائن کو ایک تیسرے عوامی دیوتا کرشن واسودیو (Krishna-Vasudeva) کی شخصیت سے ملا دیا گیا۔ مہابھارت کے مختلف حصے، پینینی (Panini) کی گرامر[5] پر پتنجلی (Patanjali) کی شرح و تفسیر[6] (دوسری صدی قبل مسیح) اور مختلف آثار قدیمہ کی شہادتیں بتاتی ہیں کہ کم سے کم تیسری صدی قبل مسیح تک وشنو نارائن اور کرشن واسودیو کو (جو خود دو شخصیتوں کرشن اور واسودیو کا مجموعہ تھا) ایک دیوتا تسلیم کر لیا گیا تھا۔

کرشن واسودیو درحقیقت برہمنی روایت سے باہر ایک غیر آریہ قوم یادَو (Yadav) کا قبائلی دیوتا تھا جس کی پرستش میں توحید اور والہانہ عقیدت کے اجزا خاص اہمیت رکھتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یادووں کے علاوہ دوسرے ہندوستانی عوام بھی کرشن واسودیو کے حلقۂ اثر میں آتے جا رہے تھے۔ برہمنی روایت سے متعلق وشنو نارائن اور غیر آریہ کرشن واسودیو کا باہم دگر انضمام، دونوں فریقوں کے لیے حد درجہ سود مند ثابت ہوا۔ برہمنی مت کو، جو بدھ مت اور جین مت کی عوامی مقبولیت سے متاثر ہو کر عوام میں رسوخ حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا، کرشن واسودیو میں ایک ایسا عوامی دیوتا مل گیا جس کو وِشنو کے اوتار (Avatar)[7] کی صورت میں اپنا کر ہندوستانی عوام اور غیر

---

[5] پینینی کی گرامر پر کتاب **اشٹ ادھیائے** (Ashtadhyayi) کو دنیا کی قدیم ترین دستیاب گرامروں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ یہ گرامر چھٹی یا پانچویں صدی قبل مسیح میں لکھی گئی۔

[6] پتنجلی نے پینینی کی گرامر **اشٹ ادھیائے** پر جو شرح لکھی اس کا نام مہابھاشیہ (Mahabhashya) ہے۔ یہ شرح لگ بھگ دوسری صدی قبل مسیح میں لکھی گئی۔

[7] اوتار ہندو اصطلاح میں خدا کے زمین پر نزول کو کہتے ہیں۔ اس عقیدے کے مطابق خدا نیک لوگوں کی مدد، دھرم (دین) کی بقا و قیام اور برائی کے خاتمے کے لیے اکثر انسانی یا حیوانی شکل میں دنیا میں آتا ہے۔ وشنو کے دس اوتار زیادہ مقبول ہیں جن میں

آریہ عناصر کو بھی برہمنی حلقۂ اثر میں شامل کر لیا گیا۔ دوسری طرف کرشن واسودیو کے پرستار بہت سے غیر آریہ قبائل اور عوامی طبقات کے مذہبی رجحان کو برہمنی مت کا عطا کردہ درجہ استناد حاصل ہو گیا۔ وشنو نارائن اور کرشن واسودیو کے انضمام کے بعد وشنو مت، بحیثیت کرشن کی پرستش پر مبنی مذہبی فکر کے، پھلا پھولا۔ مہابھارت کے مختلف حصوں کا مطالعہ وشنو مت کے بتدریج بڑھتے ہوئے غلبے کو بخوبی واضح کرتا ہے۔ مہابھارت، جو کہ ابتدا میں ایک غیر جانبدار تصنیف تھی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وشنو عقائد اور نظریات سے بھر دی گئی۔ چنانچہ اپنی موجودہ صورت میں یہ بلاشبہ ویشنو مت کی طرف دار تصنیف ہے۔

اس سلسلے میں مہابھارت کا اہم ترین حصہ جس میں کہ مخصوص ویشنو عقائد اور سری کرشن کے کردار کو پوری طرح نمایاں کیا گیا ہے، وہ تصنیف ہے جو کہ بھگوت گیتا کے نام سے موسوم ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ مہابھارت کے قصے میں چند مقامات پر بعد کے وشنو علما نے اضافے کیے ہیں، جنھوں نے وشنو مت کے ارتقا میں ایک کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

بھگوت گیتا میں نہ صرف واضح طور سے سری کرشن کو وشنو کے اوتار کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے بلکہ وشنو کی حیثیت میں ان کو حقیقتِ اعلیٰ کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ دوسری طرف اعلیٰ ترین روحانی مدارج کو برہمنی مت کی طرح صرف سماج کے اعلیٰ طبقوں تک محدود نہ رکھتے ہوئے عوام الناس بلکہ عورتوں، غلاموں، شودروں اور اچھوتوں تک کے لیے ممکن الحصول قرار دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر بھگوت گیتا کی درج ذیل عبارت دیکھیے:

"میری پناہ لینے والے، اے پارتھ (سری ارجن) چاہے وہ نیچ ذات کے ہوں یا عورتیں، ویش اور شودر ہی کیوں نہ ہوں وہ بھی اعلیٰ ترین (روحانی) مقصود کو حاصل کر سکتے ہیں۔"

اسکے ساتھ ساتھ بھگوت گیتا میں برہمنی مت کی قربانیوں (یگیہ) پر مبنی رسومات کے بجائے کرشن کی عبادت کے لیے عشق حقیقی (بھگتی) اور سچی عقیدت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ بھگوت گیتا کی تصنیف اور مہابھارت کے وشنو رنگ میں رنگے جانے کے ساتھ ہی وشنو مت نے ہندوستانی مذاہب کی صف میں اپنا ممتاز مقام متعین کر لیا تھا۔ اس کے بعد صرف وقت گزرنے کی دیر تھی کہ عوامی حلقوں میں وشنو مت کے اثرات بڑھنے لگے۔ وشنو تحریک کی مقبولیت اور

رام اور کرشن بھی شامل ہیں۔ (حافظ محمد شارق، **ہندو مت: ایک تجزیاتی مطالعہ** (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ۲۰۱۸)، ۲۹۔۳۱)

ترقی میں اگلا اہم مرحلہ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں پیش آتا ہے۔ اس دور میں شمالی ہندوستان کے بجائے جنوبی ہندوستان مذہبی احیا کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ اس زمانہ میں جنوبی ہندوستان، خاص طور سے مدارس کے علاقے میں سَنْت (Saint) شاعروں کا ایک سلسلہ پیدا ہوا جو کہ اَلْوَر سنتوں (Alvar Saints) کے نام سے مشہور ہے۔ عشق حقیقی کے نشے سے سرشار ان شعرا نے مقامی زبان میں وہ شعری ادب پیش کیا جس نے عوام کو اپنا گرویدہ بنالیا اور جس کے اثرات بعد کی صدیوں میں نسل در نسل منتقل ہوتے رہے۔ اس صوفیانہ شاعری میں وشنو اور اس کے اوتار کرشن کو معبود حقیقی مان کر ان کے لیے والہانہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ جذبۂ محبت کی شدت اور محبوب حقیقی کے لیے عشقِ مجازی کا پیرایۂ بیان، یہ دونوں خصوصیات اَلْوَر سَنْتوں کی بھگتی کو بھگوت گیتا کی محتاط بندی سے مختلف بنا دیتی ہیں اور وشنو مت کی تاریخ میں ایک نئے موڑ کی نشاندہی کرتی ہیں۔ الور سنتوں کی جذباتی محبت اور ان کے مجازی استعارے عوام کے لیے زیادہ پرکشش اور پُر تاثیر ثابت ہوئے۔

چنانچہ آٹھویں صدی عیسوی کے بعد یہی رجحان ویشنو مت کا مخصوص شِعار بن گیا۔ ویشنو مت کی دوسری اہم ترین مقدس کتاب بھگوت پران (Bhagavata Purana) اسی دور میں (آٹھویں صدی عیسوی) اور غالباً جنوبی ہندوستان ہی میں تصنیف ہوئی۔ اس کتاب میں سری کرشن کی داستان حیات نہایت تفصیل سے بیان کی گئی ہے، لیکن اس کا اہم ترین حصہ وہ ہے جہاں پہلی مرتبہ مجازی تعبیرات کے بھرپور استعمال کے ساتھ سری کرشن سے گوپیوں[8] (Gopis) کی والہانہ محبت کی تفصیلات مذکور ہیں۔

یہ تصنیف، سر تا سر، کرشن سے جذباتی قسم کی بھگتی کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے اور عشقِ حقیقی کے اسی رجحان کو تقویت دیتی ہے جس کی داغ بیل اَلْوَر سَنْتوں کے ہاتھوں پڑ رہی تھی۔ بعد کی صدیوں میں خصوصاً دسویں صدی عیسوی سے بارہویں صدی عیسوی کے دوران جنوبی ہندوستان میں بھگتی کے فلسفیانہ اور نظریاتی پہلو کو خاص اہمیت حاصل ہو گئی۔ اس دوران وہاں وشنو مت کے کئی ایسے مفکر پیدا ہوئے جنہوں نے بھگتی کی فلسفیانہ اساس کو اپنا موضوع فکر بنایا اور اس سلسلے میں یاد گار خدمات انجام دیں۔ ان مفکرین میں رامانج اچاریہ (Ramanuja/ Ramanujacharya) (گیارہویں صدی عیسوی) اور مادھوا چاریہ (Madhvacharya) (بارہویں صدی عیسوی) سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

---

[8] گوپیاں (واحد: گوپی) وہ گوالنیں تھیں جو کرشن کی دوست تھیں اور ان سے محبت کرتی تھیں۔ گوپیوں کی کرشن سے محبت کو ہندو مت میں خدا سے محبت کی علامت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

تقریباً اسی زمانے میں جب جنوبی ہندوستان میں بھگتی کا فلسفیانہ اور نظریاتی پہلو موضوع بحث تھا، جذباتی قسم کی والہانہ بھگتی کے رجحان نے شمالی ہندوستان کا رخ کیا جہاں مسلمان صوفیا کی زندہ مثالیں ہندوستانی عوام کے سامنے عشق حقیقی کا اسلامی نمونہ پیش کر رہی تھیں۔ شمالی ہندوستان کے عوام نے والہانہ بھگتی کے رجحان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بہت جلد اس کے نمائندہ سَنْتوں کے ہاتھوں وشنو مت کی یہ شکل شمالی ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ بارہویں صدی عیسوی میں نمبارک (Nimbarka) اور جے دیوا (Jayadeva) سے لے کر چودھویں صدی میں راما نند(Ramananda) اور ان کے ممتاز شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد، جیسے روی داس(Ravidas) ، کبیر، دھنا(Dhanna)، سینا(Sena)، پیپا(Pipa)، دھرم داس(Dharamdas)، ملوک داس(Maluk Das)، ڈاڈو(Dadu)، نیز مہاراشٹر میں، نام دیو(Namdev) ، ایکاناتھ(Eknath) ، تکارام(Tukaram) ، بنگال میں سری چیتنیہ(Chaitanya) ، راجستھان میں میرابائی(Mirabai) اور اودھ میں تلسی داس (Tulsidas) نے، سولہوں صدی تک والہانہ جذبہ محبت پر مبنی جذباتی قسم کی بھگتی کو وشنو مت کی سب سے نمایاں صفت بنا دیا۔ ان سَنْتوں اور ان جیسے ہزاروں سَنْتوں نے اپنے اثرات سے وشنو مت کو وہ مقبولیت عطا کی جس کی وجہ سے آج تک وہ ہندو مت کا غالب ترین فرقہ ہے۔

1.3. دیوی مت/ شکتی مت

شیو کی پرستش کی طرح حقیقتِ الٰہیہ کا ایک دیوی کی صورت میں تصور بھی ہندوستان کے قدیم ترین مذہبی عقائد میں سے ہے۔ ساڑھے پانچ ہزار سالہ قدیم ہندوستانی تہذیب کے جن آثار کی کھدائی موہنجو دڑو اور ہڑپا میں ہوئی ہے، ان میں شیو جیسے ایک دیوتا کی تصویروں کے علاوہ ایک دیوی کی مورتیاں بھی برآمد ہوئی ہیں۔ جو غالباً زرخیزی اور خوشحالی کی دیوی کی حیثیت سے بھی پوجی جاتی تھی۔ یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ یہ دیوی، ایک دیوی ماں کی صورت میں حقیقتِ الٰہیہ کے تصور کا مظہر تھی۔

سامی النسل قوموں کے علاوہ دنیا کی دوسری قوموں میں یہ تصور کافی عام رہا ہے اور قدیم زمانے میں دنیا کے مختلف حصوں میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ بعض ہندو دانشوروں کا خیال ہے کہ باپ یا آقا کی حیثیت سے حقیقتِ الٰہیہ کے تصور کے مقابلے میں اس کا ماں کی حیثیت میں تصور بندے کے ساتھ زیادہ قریبی اور پر اعتماد رشتہ استوار کرتا

ہے۔ بہر حال کوئی بھی وجہ ہو یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں ایک دیوی ماں کی حیثیت سے کائنات کی حقیقتِ اعلیٰ کا تصور، ایک قدیم تصور تھا۔

آریوں سے پہلے ہندوستان میں دیوی پوجا کی روایت سے قطع نظر، خود آریوں کے مذہبی فکر میں کائنات کی مختلف طاقتوں کو دیویوں کی حیثیت سے مانا گیا تھا۔ اس سلسلے میں رگ وید کی دسویں کتاب کا بھجن نمبر ۱۲۵ قابل غور ہے جس میں دیوی واکیہ (Vācya/Vākya: قوت گفتار کی دیوی) کو نہ صرف دوسرے تمام دیوتاؤں بلکہ ساری کائنات کا سرچشمہ حیات اور اس کی قوتوں کا ماخذ قرار دیا گیا ہے۔

بعد کے ویدک ادب میں تیتریہ آرنیکا (Taittiriya Aranyaka) میں دُرگا (Durga)، کینا اپنشد (Kena Upanishad) میں اُما (Uma) اور منڈکا اُپنشد (Mundaka Upanishad) میں اگنی (Agni) کی تین زبانوں کی حیثیت سے کالی (Kali)، کرالی (Karali) اور دُھومَوَتی (Dhumavati) کا تذکرہ ملتا ہے جو کہ سب کے سب دیوی کی ہی مختلف صورتوں کے نام ہیں۔ مہابھارت کے شروع کے حصے میں دیوی کا تذکرہ دُرگا کی حیثیت سے ملتا ہے لیکن اس وقت اس کو سری کرشن کی بہن کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا ہے۔ البتہ اسی کتاب کے آخری حصے میں اگرچہ وہ سری کرشن سے متعلق رہتی ہے لیکن پھر بھی اس کو اس کی زیادہ معروف حیثیت یعنی شیو کی بیوی اُما کے طور سے پیش کیا گیا ہے۔ مہابھارت میں مذکور ان حوالوں میں دُرگا اور اُما کو اسی روایتی ہیبت ناک تصور کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو دیوی کی کالی کی حیثیت کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے۔

ویدک اور رزمیہ نظموں کے دور کے بعد جب ہم پُرانوں کے دور میں داخل ہوتے ہیں تو ہمیں ہندومت کی مذہبی کتابوں میں دیوی ماں اور اس کی شخصیت کی تفصیلات زیادہ بڑے پیمانہ پر ملتی ہیں۔ ہری ومسا پُران (Harivamsa Purana) اور مارکنڈے پُران (Markandeya Purana) کے ایک حصے میں دیوی کو واضح طور سے تری مورتی کے تینوں دیوتاؤں برہما، وشنو اور شیو کی صلاحیتوں کے عطر اور ان کی قوت (شکتی) کے طور سے پیش کیا گیا ہے۔

ان تصنیفات میں دیوی کے کالی صوت میں ظہور کی بھی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ کالی کی صورت میں دیوی شیو کی پوشیدہ قوت ہے، جو مجسم طور سے ایک دیوی کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے تاکہ راکھششوں کا صفایا کر سکے۔ اپنے ظہور کے بعد کالی بذات خود ایک منفرد حیثیت کی حامل اور دیوی ماں کی دوسری حیثیتوں کی طرح اسی کا ایک مخصوص

روپ مانی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دیوی ماں، حقیقتِ اعلیٰ کے مظہر کی حیثیت سے، اپنی کالی اور دُرگا کی حیثیتوں میں زیادہ پوجی جاتی ہے، بہ نسبت پاروتی اور اُما کی حیثیت کے، جن میں اس کا شیو سے تعلق زیادہ نمایاں ہے۔

دیوی ماں اپنے سب سے مقبول عام تصور میں، جس میں وہ کالی، دُرگا، چامنڈا (Chamunda) یا چنڈی (Chandi) جیسے ناموں سے مشہور ہے، شیر پر سوار اپنے ترشول سے بھینسارا کھشس کو مارتی ہوئی دکھائی جاتی ہے۔ اس کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کی مالا ہوتی ہے اور لٹکتی ہوئی لال زبان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابھی ابھی خون پی کر آرہی ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں خونخوار تلوار ہوتی ہے اور دوسرا ہاتھ اپنے بھگتوں کی تسلی کا اشارہ دیتا معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح جہاں ایک طرف وہ خونخواری اور ہیبت کا مجسمہ معلوم ہوتی ہے۔ وہاں دوسری طرف وہ اپنے بھگتوں کی حفاظت کی ذمہ دار اور اُن کو خوشحالی کی بشارت بھی دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔ خوف اور کشش کی یہ متضاد صفات اس کی سِرّیت (پراسراری) اور ماورائیت میں اضافہ کرتی ہیں۔

دیوی ماں کے مخصوص بھگتوں میں ایک فرقہ شَکْتوں کا بھی ہے۔ یہ لوگ دیوی ماں کو شیو کی شَکْتی مان کر اس کی بحیثیت حقیقتِ اعلیٰ پرستش کرتے ہیں۔ انہی میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو تانتر (Tantric) رسومات پر عمل کرتے ہیں اور ہندو مت میں، باطنی رجحانات کے علمبردار ہیں۔ ان کے عقائد اور رسومات چونکہ اکثر عام سماجی اور اخلاقی معیاروں سے مختلف ہوتے ہیں، اس لیے یہ اپنے کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور اپنی رسومات کو خفیہ طور سے ادا کرتے ہیں۔[9]

2. ہندو مت میں مختلف نظام ہائے فکر

ہندو مذہب میں نجات یا مُکْتی کی تین راہیں بتائی گئی ہیں جن میں سے ایک راہ علم ہے۔[10] عموماً جب لوگ راہ علم کو ہندو مت میں نجات کے ذرائع کے طور پر لیتے ہیں تو ان کی مراد فلسفے کے مختلف نظام فکر ہوتے ہیں جو مکتی کے لیے راہیں دکھاتے ہیں۔ یہ نظام فِکر سانکھیہ (Samkhya)، یوگا (Yoga)، میمامسا (Mimamsa)، ویشک (Vaisheshika)،

---

[9] فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب**، ۷۵۔۸۶۔

[10] ان کا تفصیلی ذکر اسی یونٹ میں آگے آرہا ہے۔

نیائے(Nyaya)اور ویدانت(Vedanta)ہیں۔سب کی بنیاد ویدوں پر ہے،سب کا مقصد نجات ہے اور سب دوبارہ جنم اور وجود ازل پر یقین رکھتے ہیں۔

2.1. سانکھیہ نظام فکر(Samkhya)

کہا جاتا ہے کہ سانکھیہ نظام فکر کا بانی کَپِل مُنی (Kapil Muni)ہے جس کا زمانہ چھٹی صدی قبل مسیح کا ہے۔ سانکھیہ نظام فکر جین مت اور بدھ مت کے زمانہ کے دوران ابھرا اور صریحاً ان دونوں مذاہب کو متاثر کیا اور جواب میں خود بھی ان سے متاثر ہوا۔ جین مت اور قدیم بدھ مت کی طرح سانکھیہ نظام فکر میں کسی شخصی دیوتا کا وجود نہیں اور اسے زندگی کی جانب ایک ملحدانہ رویے کے طور پر لیا جاسکتا ہے۔ جین مت کی طرح یہ کائنات کو روح (پُرش) اور مادہ (پَرَاکُرِتی) کی قوتوں کے ساتھ ثنویت[11] کے طور پر لیتے ہیں۔ سانکھیہ فلسفے کے مطابق جو چیز بھی وجود رکھتی ہے وہ یہی دو قوتیں ہیں اور انہی میں سے وہ سب کچھ پھوٹتا ہے جسے ہم دنیا میں جانتے ہیں۔

2.2. یوگ نظام فکر(Yoga)

تمام ہندو فلسفے میں سے یوگا دنیا بھر کے باشندوں کے لیے سب سے زیادہ جانا پہچانا نظام ہے، اگرچہ وہ محض جسمانی ریاضت یا ہٹھ یوگ (Hatha Yoga) یا رہبانیت کی مختلف انتہاؤں کو جانتے ہیں جنہیں یوگی حاصل کر سکتا ہے۔ لفظ "یوگ" (یوج:Yuj) سے ماخوذ ہے جس کا مطلب "جوتنا" یا "شامل کرنا" ہے۔ یوگ بنیادی طور پر سانکھیہ نظام فکر کے فلسفیانہ نقطۂ نظر پر قائم ہے جو دنیا کو ثنویت سمجھتے ہیں، اور تعلیم دیتا ہے کہ فرد کو اپنی انفرادی روح کو خدا کے ساتھ باندھ لینا چاہیے۔

مختلف یوگی حالتوں میں بیٹھے ہوئے افراد کو پیش کرنے والے مجسّمے تیسری دہائی قبل مسیح میں قبل از آریائی شہروں میں ملے ہیں۔ تاہم یوگ کا موجودہ فلسفہ رشی یاجناولکیہ (Yajnavalkya) کے ذریعہ ترقی پایا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا دور 200 قبل مسیح اور 500 عیسوی کے درمیان میں تھا اور اس نے یوگ کی تعلیمات کو اپنی یوگا پر لکھی کتاب میں بیان کیا۔

---

[11] ثنویت(Dualism) جس میں دو مستقل جوہر مانے جاتے ہیں۔ سانکھیہ میں دو مستقل جوہر روح اور مادہ ہیں۔

یوگ کی بنیادی خصوصیت مراقبہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مراقبہ دیوتاؤں کے لیے بھی ضروری ہے اگر وہ جنم، موت، اور دوبارہ جنم سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہوں۔

یوگ کی کئی قسمیں ہیں، ہر ایک کی کئی خصوصیات ہیں اور ہر ایک مختلف قسم پر زور دیتی ہے۔ راجا یوگ (Raja Yoga) ذہنی اور روحانی ترقی پر زور دیتا ہے۔ یوگ نظم وضبط کی اس صورت میں، جسے راجا یوگ کہا جاتا ہے، فرد کو اپنا ذہن، غصہ، حرص، نفرت، لالچ وغیرہ سے آزاد کرنے کے لیے کئی ادوار سے گزرنا پڑتا ہے۔

یوگ کی ایک اور وسیع پیمانے پر پہچانی جانے والی اور عملی صورت ہٹھ یوگ (Hatha Yoga) ہے جو جسمانی اصلاح اور درستی پر زور دیتی ہے۔ ہٹھ میں فرد کو آٹھ ادوار سے گزرنا ہوتا ہے۔

1۔ ہٹھ میں کوئی مقام حاصل کرنے سے پہلے فرد کو پرہیز گاری کے کچھ عہد کرنا پڑتے تھے۔ یہ عہد زندہ مخلوقات کو نقصان نہ پہچانے اور ناپاکی کے خلاف کیے جاتے ہیں۔ اسے یوگ کی اصطلاح میں یام (Yama) کہتے ہیں۔

2۔ اس دور میں فرد اندرونی اختیار، سکون اور طمانیت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے یوگ کی اصطلاح میں نیم (Niyama) کہتے ہیں۔

3۔ تیسرے مرحلے میں فرد مخصوص آسن (Asana) (یعنی بیٹھے کے مختلف انداز) سیکھتا اور ان پر عمل کرتا ہے جو یوگ کا مقصد حاصل کرنے میں مدد دینے کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں۔

4۔ جب ایک مرتبہ آسن پر اختیار حاصل ہو چکے تو فرد تنفس یا سانس پر اختیار کی مشق کرتا ہے۔ اسے یوگ کی اصطلاح میں پرانیم (Pranayama) کہتے ہیں۔

5۔ پانچواں مرحلہ حسیات پر قابو ہے جس میں فرد بیرونی دنیا سے باہر نکلتا ہے۔ اسے یوگ کی اصطلاح میں پرتی ہار (Pratyahara) کہتے ہیں۔

6۔ چھٹا مرحلہ ایک ہی چیز پر اِنتہائی توجہ قائم رکھنا ہے۔ اسے یوگ کی اصطلاح میں دھارن (Dharana) کہتے ہیں۔

7۔ پھر فرد مراقبے کی کیفیت کو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے یوگ کی اصطلاح میں دھیان (Dhayana) کہتے ہیں۔

8۔ بالآخر یوگی سمادھی (Samadhi) کی تلاش کرتا ہے جس میں وہ برہمہ کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔

جو لوگ ان مراحل کو طے کرتے ہیں وہ اعلیٰ جسمانی قوتیں اور ارتکازِ فکر کی نمایاں صلاحیتیں حاصل کر لیتے ہیں۔

2.3. میمامسانظام فکر(Mimamsa)

میمامسا نظام فلسفہ کا پورا نام ''پورومیمامسا''(Purva Mimamsa) یعنی (ویدوں کا) ابتدائی تجزیہ ہے۔ اس نظام کے ماننے والوں کے لیے بنیادی صحائف وید اور میمامسا سُوتر(Mimamsa Sutras) ہیں، جنہیں تقریباً 200 ق م میں لکھا گیا۔ میمامسا فلسفے کے نمائندہ پیروکار کمارل بھٹ(Kumarila Bhatta) اور پربھاکر (Prabhakara) تھے جو لگ بھگ آٹھویں صدی عیسوی میں گزرے ہیں۔

میمامسا کا بنیادی نظریہ یہ کہ روح دوبارہ جنم سے بچے اور یہ میمامسا فلسفے کے مطابق یہ ہدف ویدوں میں بتائے گئے قوانین کی اطاعت اور ان میں بتائی گئی رسوم کی درست ادائیگی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس فلسفے کے ابتدائی پیروکاروں نے دیوتاؤں کے وجود سے انکار کیا، لیکن آٹھویں صدی تک آتے آتے اس نظام فکر کے کچھ فلسفی شیوپوجا کرنے کے حوالے سے مشہور تھے۔

2.4. ویشک نظام فکر(Vaisheshika)

ویشک کا لفظی مطلب ''اختصاص''(Particularity) ہے۔ ویشک مکتبہ فکر غالباً چھٹی صدی قبل مسیح میں ابھرا جب بدھ مت اور جین مت کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ ویشک کا بانی کناڈ(Kanada) تھا جس نے اس فلسفے کی بنیادی دستاویز ویشک سُوتر(Vaisheshika Sutra) کو تحریر کیا۔ برہمہ کے سوا ہر چیز غیر حقیقی ہونے کی تعلیم دینے والے فلسفوں کے برخلاف ویشک تعلیم دیتا ہے کہ کائنات نو مختلف عناصر سے مل کر بنی ہے: مٹی، پانی، ہوا، آگ، روح، زہن، اثیر/ایتھر (Ether)، وقت اور خلاء۔ چونکہ یہ عناصر ازلی اور غیر تخلیق شدہ ہیں اس لیے اس فلسفے کے مطابق کائنات میں دیوتاؤں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس مکتبہ فکر میں بعد کے مفکروں نے ایک ہستی مطلق کا نظریہ اپنایا جو کائنات کو درست راہ پر چلاتی ہے۔

2.5. نیایہ نظام فکر(Nyaya)

نیایہ نظام فکر نے ویشک کے نظام کا مابعد الطبیعیاتی ڈھانچہ ہی اپنا لیا اور ہندوستانی فلسفوں کی زمرہ بندی کرنے والوں نے عموماً انہیں ساتھ ساتھ رکھا۔ نیایہ کی بنیا گوتم نامی شخص نے رکھی، جو تیسری صدی قبل مسیح میں گزرا اور جس نے نیایہ سوتر(Nyaya Sutra) تحریر کیا۔ فلسفے کے بعض طلبہ گوتم کو "ہندوستان کا ارسطو" کہتے ہیں۔ ویشک کے پیروکاروں کی طرح وہ قطعی طور پر لامذہب تھا اور کائنات کی حقیقت پر یقین رکھتا تھا۔ لہٰذا اس نے توجیہہ پیش کی کہ انسان کائنات کا حقیقی علم حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح نیایہ مکتبہ فکر بنیادی طور پر منطقی تجزیہ کو کائنات کے بارے میں سچائی تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھتا ہے۔

2.6. ویدانت نظام فکر(Vedanta)

ہندو فلسفے کا ایک اور نظام فکر ویدانت ہے۔ ویدانت کی اصطلاح (جس کو عموماً "وید کا اختتام" کہا جاتا ہے) اشارہ کرتی ہے ان مکاتب فکر میں مرکزی مواد اُپنشد سے لیا گیا ہے جو ویدک ادب کے آخر میں موجود ہے۔ اس اصطلاح کو "ویدوں کی انتہا" بھی کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ ویدانت فلسفہ ویدوں میں موجود مذہبی تعلیم کی انتہائی چوٹی ہے۔ ویدانت فلسفہ اُپنشد کی تحریروں اور زندگی پر ان کے نقطۂ نظر پر مبنی ہے۔ یہ گمان کیا جاتا ہے کہ پہلی مرتبہ ویدانت فلسفہ کی تشکیل رشی بادرائن(Badarayana) نے کی۔ اُس نے فلسفہ ویدانت پر برہمہ سوتر (Brahma Sutra) لکھے جنھیں ویدانت سوتر(Vedanta Sutra) بھی کہتے ہیں۔

سانکھیہ نظام فکر کے برعکس ویدانت مکتبہ فکر وحدانیت پرست ہے اور کائنات میں صرف ایک اکائی پر یقین رکھتا ہے۔ اس اکائی کو خدا یا برہمہ کہا جاسکتا ہے۔ برہمہ کے سوا کوئی چیز وجود نہیں رکھتی۔ انسان کی دنیا، اس کے اجسام، روحیں اور مادی اشیاء حقیقت میں کوئی وجود نہیں رکھتیں۔ لہٰذا انسان کا بنیادی مسئلہ فاسد ہونا نہیں، بلکہ اس کی لاعلمی ہے۔ لوگ حقیقت کی اصل سے بے خبر ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ برہمہ سے الگ ہیں۔ یہ بے علمی انہیں پیدائش اور دوبارہ جنم کے چکر میں باندھ دیتی ہے یہاں تک کہ وہ علم کے ذریعہ دوبارہ جنم کے اس سلسلے سے آزادی حاصل کر سکیں۔

فلسفہ ویدانت کی ایک شاخ " ادویت ویدانت"(Advaita Vedanta)نویں صدی عیسوی میں پھلی پھولی۔ ادویت کا مطلب "غیر ثنائی" ہے، یعنی حقیقت دو نہیں بلکہ ایک ہی ہے۔ انگریزی میں اسے Non-dualism

کہتے ہیں۔ یہ نظریہ وحدانیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کا بانی شنکر اچاریہ (Shankaracharya) تھا جو غالباً قرون وسطیٰ کے ہندومت کا سب سے بڑا دانشور تھا۔ شنکر کا دور لگ بھگ آٹھویں صدی عیسوی کا ہے۔ اس کا سب سے نمایاں ادبی کارنامہ ویدانت سوتر پر اس کا لکھا ہوا تبصرہ ہے۔ یہ تبصرہ ہندو ادب میں اتنا بڑا شاہکار ہے کہ یہ خود کئی تبصروں کا موضوع بنا ہے۔ اپنے تبصرہ میں شنکر نے برہمہ کی قطعی وحدانیت کو اُپنشد کے کلاسیک انداز میں وثوق سے بیان کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سب کچھ صرف برہمہ یا ذات مطلق ہے اور اس مادی دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ کائنات کی باقی ہر شے التباس یا وہم ہے اور لوگ اس وقت تک بار بار جنم لینے پر مجبور ہوتے رہیں گے جب تک کہ وہ اس التباس کا پردہ چاک نہ کر دیں اور اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں کہ برہمہ ہی واحد حقیقت ہے اور اس کے علاوہ سب کچھ التباس اور فریب ہے۔

قرون وسطیٰ کا دوسرا فلسفی رامانج (Ramanuja) تھا جس نے ویدانت فلسفے میں ایک نئی شاخ کا اضافہ کیا۔ رامانج بارھویں صدی عیسوی میں گزرا اور وہ یقین رکھتا تھا کہ دیوتاؤں کی بھگتی نہایت اہم ہے۔ وہ خود بھی وشنو کا بھگت تھا۔ اُس نے شنکر اچاریہ کے ادویتی فلسفے پر نقد کیا۔ رامانج کی فلسفہ ویدانت کی تعبیر کو وششٹ ادویت ویدانت (Vishishtadvaita Vedanta) کہا جاتا ہے۔ رامانج کے وششٹ ادویت فلسفے کے مطابق خدا (برہمہ)، مادہ اور روح تینوں حقیقی ہیں لیکن مادہ اور روح خدا سے الگ نہیں بلکہ اپنے وجود کے لیے خدا کی محتاج ہیں اور یہ محتاجی ایسی ہی ہے جیسے جسم روح کا محتاج ہوتا ہے۔ روح اور خدا کا تعلق سورج اور اس کی کرنوں کا سا ہے۔ جس طرح سے کرن سورج سے نکلتی ہے، اسی طرح سے روح بھی خدا سے نکلی ہے۔ گویا مادہ اور روح، خدا کے ہی وجود کا ہی حصہ ہیں اور مل کر ایک مرکب (وششٹ) بناتے ہیں اور اس لحاظ سے یہ ایک وحدت ہے۔

اس موضوع پر تیسرا نقطہ نظر مادھو اچاریہ (Madhvacharya) نے پیش کیا۔ مادھو کا زمانہ تیرھویں اور چودھویں صدی کا ہے۔ مادھو بھی وشنو بھگت تھا۔ تاہم وہ رامانج سے آگے بڑھنے کا متمنی تھا۔ اگرچہ وہ ویدانت کے مجموعی مکتبہ ویدانت میں رہتے ہوئے بھی ثنائیت کی روایت پر عمل پیرا رہا لیکن اُس نے اس عام تصور سے مکمل طور پر دستبرداری کا اظہار کیا کہ خدا ہی سب کچھ ہے اور باقی سب فریب ہے۔ اُس کی نظر میں کائنات اور انسانی روحیں مکمل طور پر برہمہ سے اور ایک دوسرے سے الگ ہیں، یعنی خدا، مادہ اور روح تینوں جدا جدا ہیں۔۔[12]

---

[12] مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ۱۹۰۔۹۵؛ رائے شیو موہن لعل ماتھر، **قدیم ہندی فلسفہ** (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸)، ۳۳۸۔۳۹۔

3. ہندو مذہب کی مشترکہ تعلیمات

ہندو مت اگرچہ بہت سے متضاد افکار و تعلیمات پر مشتمل مذہب ہے اور اس میں شامل مختلف گروہوں کے عقائد میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاہم ایسے چند عقائد و تعلیمات ہمیں ہندو مت میں ضرور ملتے ہیں جو ہندوؤں کے مختلف گروہوں میں بڑی حد تک مشترک ہیں۔ ذیل میں ایسی ہی چند مشترکہ تعلیمات کا ذکر کیا جارہا ہے۔

(1) آواگون یا نظریہ تناسخ

ہندو مت اور دیگر بہت سے ہندوستانی مذاہب سب روح انسانی کو آواگون یا تناسخ کے قانون کا تابع سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ روح لازوال ہے۔ وہ صرف ایک ہی مرتبہ قالب خاکی اختیار کر کے دنیا سے الگ نہیں ہو جاتی، بلکہ جیسے اعمال اس کے ایک زندگی میں ہوتے ہیں ان کے مطابق اس کو دوسرا جنم لینا پڑتا ہے، اور یہ آواگون کا سلسلہ لامنتاہی ہے۔ ہندو مذہب یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح سنوارے کہ دوسرا جنم پہلے جنم سے بہتر ہو، اور دوسرے جنم میں اس کو ترقی کرنے کا اور زیادہ موقع ملے۔ غرض یہ کہ ترقی کرتے کرتے روح اس درجہ پر پہنچ جائے کہ پھر اس کو دنیا میں جنم لینے کی ضرورت نہ رہے، اور اس کو موکش یا نجات کا درجہ مل جائے۔ ہندوستانی مذاہب کے عقائد کی بنیاد اسی آواگون کے مسئلہ پر ہے۔

اسی سے جڑا ایک اور تصور کرم کا تصور ہے اور یہ ہے کہ ہر عمل خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اچھا ہو یا برا، اس کے انسان کے مستقبل پر اثرات ہوتے ہیں اور اپنے کرم یا عمل کے مطابق اسے سزا یا جزا ملتی ہے۔ انسان کا ہر فعل اپنا اثر پیدا کرتا ہے۔ اگر فرد نے اس جنم میں نیک اعمال کیے ہوں گے تو اگلے جنم میں اس کا فائدہ اٹھائے گا اور اسی طرح برے اعمال کیے ہوں گے تو ان کا نقصان اسے پہنچے گا۔

(2) ذات پات کا نظام

دوسرا اہم مسئلہ جو ہندو مذہب سے وابستہ ہے ورن آشرم یا ذات کی تفریق کا ہے جسے طبقاتی نظام (Caste System) کہتے ہیں۔ جیسا کہ یونٹ نمبر ۲ میں بتایا جا چکا ہے کہ ہندو انفرادی اور اجتماعی زندگی کا پورا نظام ورن آشرم دھرم کی بنیاد پر تعمیر ہوا ہے۔ ورن جس کے لفظی معنی ''رنگ'' کے آتے ہیں۔ ہندو روایت میں اصطلاحاً چار بڑی ذاتوں میں سماج کی طبقاتی تقسیم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر بعض مصنّفین کا خیال ہے کہ چار طبقات میں سماج کی

تقسیم بنیادی اعتبار سے آریہ اور غیر آریہ کے رنگ روپ یعنی نسل کی تفریق پر مبنی ہے۔ ورن کے نظام میں تین اعلیٰ ذاتیں یعنی برہمن، چھتری اور وش، آریہ نسل سے تعلق رکھتی تھیں جو کہ شمال وسطی ایشیا سے آنے کے باعث گورے رنگ، لمبے قد اور کھڑے ناک نقشے کے لوگ تھے۔ جب کہ چوتھی ذات شودر سے تعلق رکھنے والے ہندوستان کے قدیمی باشندے، کالے رنگ، چپٹی ناک والے اور پستہ قد تھے۔

ہندوستان میں سکونت اختیار کرنے کے بعد آریہ نسل کے لئے ہندوستان کے قدیم غیر آریہ باشندوں کے ساتھ مخلوط ہو جانے کا قوی اندیشہ تھا۔ چنانچہ آریہ معاشرت نے مختلف طبقات کے درمیان ورن کے تصور پر مبنی ذات پات کی ایسی دیواریں کھڑی کر دیں کہ ان میں باہمی اختلاط بہت مشکل ہو گیا۔ اس نظام کا یہ بھی خاصہ تھا کہ اس میں ہندوستان کے گیر آریہ قدیمی باشندوں کو شودر کی حیثیت سے سماج میں سب سے پست مرتبہ دیا گیا اور ان کا دھرم صرف آریہ نسل کی تین اعلیٰ ذاتوں کی خدمت قرار دیا گیا۔

تینوں اعلیٰ ذاتوں کے لوگ جنیو(Janeu)[13] پہننے کے حقدار ہیں اور اسی لئے تینوں اعلیٰ ذاتوں کے لوگ دویجا(Dvija) یعنی دوپیدائش والے کہلاتے ہیں۔ ایک پیدائش تو جب کہ وہ جسمانی اعتبار سے پیدا ہوئے، اور دوسری استعاراتی پیدائش جب کہ وہ سن بلوغ کو پہنچے پر اپا نیانا(Upanayana) رسم کے بعد وہ کسی گرو کی شاگردی اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کے ہاتھوں جنیو پہنتے ہیں۔ شودر کا اس رسم یا اس سے متعلق فوائد میں حصہ نہیں ہے۔ ویدوں کی تعلیم اور ان کا پڑھنا بھی صرف تینوں اعلیٰ ذاتوں کے لئے مخصوص ہے۔ شودر کے لیے وید کے کسی لفظ کا سننا بھی حرام ہے۔ ہندو قانون میں ہر طبقے کے لیے قوانین اور ہدایات دی گئی ہیں اور ان طبقات کا باہمی تعلق کس نوعیت کا ہو گا اس حوالے سے بھی تفصیلی احکامات دیے گئے ہیں۔

(3) آشرم کا نظام

تیسرا اصول آشرم دھرم کا ہے۔ جس طریقے سے ہندو قانون میں سماج کی تنظیم اور اُس میں استحکام پیدا کرنے کے لئے وَرن کا نظام متعین کیا گیا، اُسی طرح ہر فرد کی اپنی ذاتی زندگی کو منظّم کرنے کے لئے بھی ایک مثالی ڈھانچہ مختلف آشرموں (مدراجِ زندگی) کی صورت میں طے کیا گیا۔ جہاں ایک طرف کسی فرد کا سماجی مقام، اس کی

---

[13] وہ دھاگا جو ہندوؤں میں ہر ہمن، چھتری یا ویش مقدس سمجھ کر گلے میں اور بغل میں آڑا ڈالے رہتے ہیں کہ اس کا ایک بل یا حلقہ کمر تک آتا ہے۔

ذمہ داریاں اور اس کا پیشہ بڑی حد تک اُس کے ایک مخصوص وَرَن (یا جاتی) میں پیدا ہونے سے طے ہو جاتا ہے، وہاں آشرموں کے نظام کے ذریعہ یہ متعین کیا گیا کہ اپنے وَرَن میں رہتے ہوئے زندگی کے مختلف حصوں (آشرموں) میں اس کی کیا ذمہ داریاں ہوں گی۔ اس طرح ہندو قانون کے مطابق ایک انسان کے فرائض اور ذمہ داریاں ایک طرف تو اس کے ورن سے متعین ہوتی ہیں، اور دوسری طرف یہ فرائض اس کے اپنی عمر کے مختلف مخصوص مدارج (آشرم) میں ہونے سے طے پاتے ہیں۔

آشرموں کے اس نظام کے ماتحت انسان کی پوری زندگی کو چار حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے:

عمر کا پہلا حصہ برہمچر یہ آشرم کہلاتا ہے۔ یہ تعلیم و تربیت کا زمانہ ہوتا ہے۔

عمر کا دوسرا حصہ گرہست آشرم ہوتا ہے، جس میں انسان شادی کرتا ہے، گھر بساتا ہے اور اپنی سماجی و معاشی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے۔

عمر کا تیسرا حصہ پرستھ آشرم قرار دیا گیا ہے۔ اس آشرم میں انسان اپنی سماجی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ آبادی سے باہر جنگل میں کٹیا بنا کر رہتا ہے اور اپنے آپ کو مذہبی کاموں میں مصروف رکھتا ہے۔

عمر کا چوتھا اور آخری آشرم سنیاس ہے۔ اس آشرم میں انسان مکمل ترک علائق کر کے اور بے خانماں و بے نشان ہو کر ہر طرف گھومتا پھرتا ہے اور اپنے کو موکش (نجات) حاصل کرنے لئے وقف کر دیتا ہے۔

اس سلسلے میں کہ مختلف آشرمیوں کی شروعات کس عمر سے ہوں گی اور کتنا عرصہ ایک آشرم میں گزارنا ہو گا، ہندو عالموں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اسی طرح وَرَنوں کے اختلاف کی بنیاد پر بھی کسی ایک آشرم میں وقت گزارنے کی مدت میں کچھ کمی بیشی پائی جاتی ہے، لیکن ایک عام اندازے کے مطابق بعض مصنّفین نے انسان کی معیاری عمر سو سال قرار دے کر اس کو مساویانہ حیثیت سے چاروں آشرموں میں بانٹ دیا ہے۔

یعنی عمر کے پہلے پچیس سال برہمچر یہ آشرم کا زمانہ ہے، پچیس سے پچاس سال کی عمر تک گرہست آشرم کا زمانہ ہے۔ پچاس سے پچھتر سال کی عمر تک وَن پرستھ آشرم ہو گا اور پچھتر سے سو سال کی عمر یا موت تک سنیاس آشرم کا زمانہ ہے۔

انسان کی فانی زندگی اور حالات کی رعایت سے ان آشرموں کی مدت میں کمی بیشی اور تھوڑی بہت تبدیلی کا خیال رکھا گیا ہے، لیکن ان چاروں آشرموں کے الگ الگ مخصوص فرائض اور ذمہ داریوں، نیز ان کی ترتیب کے سلسلے

میں سبھی مراجع متفق ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ویدک ادب میں ہمیں آشرموں کا واضح تذکرہ نہیں ملتا، البتہ مختلف حوالوں کے ذریعہ سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ ویدک دور میں خصوصاً اس کے آخری حصہ میں، مختلف آشرم کسی نہ کسی صورت میں موجود تھے، خواہ ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے کسی لازمی ترتیب کی ضرورت نہ رہی ہو، یا ان پر عمل ایک اختیاری معاملہ رہا ہو۔

برہمچر یہ آشرم کی ابتدا ہندو سماج کی ایک نہایت اہم رسم اپانیانا سے ہوتی ہے۔ ہندو سماج کے تینوں اعلیٰ وَرنوں کے لئے اس رسم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے سمرتیوں کے مطابق اُپانیانا کی رسم کے بعد ہی ان اعلیٰ ذاتوں کا کوئی لڑکا اپنے ورن میں شامل مانا جاسکتا ہے اور جنیو پہننے کا حقدار ہو سکتا ہے۔ اسی رسم کی وجہ سے تینوں اعلیٰ ذاتوں کو دویجا کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ یہ گمان کیا جاتا ہے کہ آدمی کی ایک پیدائش تو ماں کے پیٹ سے ہوئی اور دوسری دفعہ جب اس نے اپانیانا رسم کے بعد جنیو پہنا تو اُس نے ایک دوسرا نیا جنم لیا ہے اور چونکہ یہ رسم تینوں اعلیٰ ذاتوں کے لئے ضروری ہے اس لئے یہ لوگ دویجا یعنی دوبارہ پیدا شدہ کہلاتے ہیں۔[14]

4. حصول نجات کے ذرائع

اسے پہلے بتایا گیا ہے کہ آواگون کا عقیدہ ہندو مذہب کے اہم ترین اور متفقہ عقائد میں سے ایک ہے۔ جس وقت تک دنیا سے تعلق قائم ہے ہر روح اپنے اعمال کے مطابق بار بار پیدا ہوتی رہے گی، اور جس وقت تک یہ سلسلہ قائم ہے اس کو ابدی نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہندو مذہب میں مکتی یا موکش کی اصطلاحات نجات کے لیے استعمال ہوتی ہیں اور ان کے معنی ہیں کہ آواگون کا سلسلہ ٹوٹ جائے اور روح یا آتما اس قید سے آزاد ہو جائے۔

نجات حاصل کرنے کے لیے ہندو مذہب میں عموماً تین راستے بتائے جاتے ہیں:

1. کرم مارگ یا راہِ عمل (Karma Marga/Karma Yoga)
2. گیان مارگ یا راہِ علم (Jnana Marga/Jnana Yoga)
3. بھکتی مارگ یا راہِ محبت (Bhakti Marga/Bhakti Marga)

---

[14] پنڈت منوہر لال زتشی، **ہندو مذہب** (پٹنہ: خدا بخش پبلک اورینٹل لائبریری، ۱۹۹۴ء)، ۳۴۔۴۵؛ فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب**، ۹۰۔۱۰۴۔

(1) کرم مارگ یاراہِ عمل

کرم کا لفظ عمل کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور مارگ کا مطلب ہے راستہ۔ ویدوں نے جس کرم کی ہدایت کی وہ یگیہ یا قربانی ہے۔ قربانی کو دیوتاؤں کی قربت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اسے پہلے یونٹ نمبر ا میں بتایا گیا ہے کہ ویدک دھرم میں قربانی نے ایک میکانیکی عمل کی حیثیت اختیار کر لی تھی جو اعلیٰ ترین مذہبی درجات کے حصول کی کنجی تھی۔ مذہب کے میدان میں قربانی سے اہم دوسری کوئی حقیقت نہیں رہ گئی تھی یہاں تک کہ دیوتا بھی قربانی کے بس میں یا دوسرے الفاظ میں قربانی کرنے والے کے بس میں سمجھے جاتے تھے۔ قربانی ایک ایسے مشینی عمل کی طرح تھی جس کو (برہمنوں کے ذریعہ) صحیح ڈھنگ سے انجام دلوا کر کوئی بھی شخص، خواہ وہ نیک ہو یا بد، خواہ دیوتاؤں پر عقیدہ رکھتا ہو یا ان سے بیزار ہو، اپنا مقصد حاصل کر سکتا تھا۔ ویدوں کے زمانے میں جو قربانی کی جاتی تھی وہ مختلف اشیاء پر مشتمل ہوتی تھی جن میں دیگر اشیاء کے علاوہ جانور، پھل، دودھ، گھی روٹی وغیرہ شامل ہیں۔

بعد کے ادوار میں انسان کا کرم اپنی ذاتی اور سماجی زندگی میں عائد کردہ فرائض کو پر خلوص طریقے سے سرانجام دینا بتایا گیا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے ہندو معاشرے کو چار طبقات میں تقسیم کیا گیا اور ایک ہندو کی زندگی کو چار آشرموں (زندگی کے مدارج) میں بانٹا گیا ہے۔ کرم مارگ مطابق انسان اپنے طبقے اور اپنے آشرم کے مقرر کردہ اعمال کو سرانجام دینے میں اس کی نجات ہے۔ دوسرے الفاظ عمل کے راستے سے یہ مراد ہے کہ مذہب نے پوجا پاٹھ، یگیہ یا قربانی کے جو طریقے کے مقرر کر دیے ہیں اور جو قواعد زندگی بسر کرنے کے لیے منضبط کر دیے ہیں ان کی پابندی کی جائے۔

(2) گیان مارگ یاراہِ علم

گیان سے مراد علم ہے، تاہم یہاں علم سے مراد روحانی علم ہے جس کے ذریعے انسان کو حقائق کا شعور حاصل ہو سکے۔ حقیقی علم انسان کو کائنات، خدا اور انسان کے باہمی تعلق کی معرفت دیتا ہے۔ راہِ علم کے حوالے سے ابتدائی طور پر گفتگو اپنشدوں میں ملتی ہے۔ ان میں آتمن اور برہمن کی حقیقت اور ان کے باہمی تعلق کے حوالے سے تفصیلی مباحث موجود ہیں۔ اپنشدوں اور ان پر شنکر اچاریہ اور دیگر فلاسفہ کی تشریحات میں نفس انسانی یعنی آتمن اور کائنات کی بنیادی حقیقت یعنی برہمن کی معرفت حاصل کر لینے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ آتمن اور برہمن کے ایک ہونے کی معرفت حاصل کر لینے کو آواگون کے چکر سے نجات دلانے والا کہا گیا ہے۔

(3) بھکتی مارگ یاراہِ عشق

بھکتی میں ایک ہندو دیگر خداؤں یا دیوتاؤں کا انکار کیے بغیر کسی ایک خدا یا دیوتا کو اعلیٰ ترین سمجھ کر خود کو اسے اس طرح سے منسوب کر لیتا ہے کہ اس دیوتا یا خدا کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہو جائے، ہر وقت اس کا خیال دل میں رہے، دلی خلوص اور سچی محبت سے اسی کی عبادت کی جائے اور اس کی حمد و ثناء بیان کی جائے۔ بھگوت گیتا میں بھکتی مارگ کو واضح کر کے پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ کرشن، جو وشنو دیوتا کے اوتار کے روپ میں مہابھارت کی جنگ میں شریک ہوتے ہیں، ارجن کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "ارجن، اس بات کا یقین، رکھو: میری بھکتی کرنے والا شخص کبھی نقصان میں نہیں رہتا کیونکہ جو شخص بھی مجھ میں پناہ لیتا ہے، چاہے وہ شُودر ہی ہو، بلکہ عورتیں اور دستکار، حتٰی کہ غلام بھی اس اعلٰی ترین راہ پر چل سکتے ہیں۔ اس لیے اے ارجن جو کچھ تو کرے، کھائے، جو کچھ بھینٹ اور دان کرے اور جو ریاضت کرے، اُن سب کو میری نظر کر دے، یہ میری عبادت ہو گی۔
>
> اے ارجن، تو مجھ میں دل لگا، میری بھگتی کر، میرے لیے ہی بھینٹ اور قربانی کر، تو مجھے نمسکار کر، اپنی آتما کو میرے ساتھ جوڑ، تو مجھے ہی پائے گا، اس میں ذرا بھی شک نہیں۔"

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ انسانوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں میں عمل کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے، بعض لوگوں میں غور و فکر کے رجحانات زیادہ پائے جاتے ہیں اور بعض انسانوں میں فطرتاً محبت کا عنصر زیادہ پایا جاتا ہے۔ ہندو مذہب میں انسان کی مختلف طبیعتوں کے لحاظ سے نجات کے مختلف راستے تجویز کیے گئے ہیں۔[15]

---

[15] محمد شارق، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ**، ۲۳۲۔۳۸؛ خواجہ دل محمد، **دل کی گیتا** (لاہور: خواجہ بک ڈپو، ۱۹۴۵ء)، ۲۶۔۴۳۔

5۔ خود آزمائی

۱۔ شیومت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۲۔ وشنومت کیا ہے؟

۳۔ دیوی مت کا مفصل تعارف کرائیں۔

۴۔ آواگون کا نظریہ کیا ہے؟

۵۔ ویدانت نظام فکر کیا ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

6۔ جوابات

تمام سوالوں کے جواب متعلقہ یونٹ سے تلاش کریں۔

7۔ مصادر و مآخذ / مزید مطالعہ کے لیے

۱۔ عماد الحسن آزاد فاروقی، **دنیا کے بڑے مذاہب** (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۳ء)

۲۔ لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ترجمہ: یاسر جواد، سعدیہ جواد (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء)

۳۔ پنڈت منوہر لال زتشی، **ہندو مذہب** (پٹنہ: خدا بخش پبلک اورینٹل لائبریری، ۱۹۹۴ء)

۴۔ خواجہ دل محمد، **دل کی گیتا** (لاہور: خواجہ بک ڈپو، ۱۹۴۵ء)

۵۔ حافظ محمد شارق سلیم، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ** (ش ن: ن ن، ۲۰۱۰ء)

۶۔ رائے شیو موہن لعل ماتھر، **قدیم ہندی فلسفہ** (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸)

یونٹ نمبر4

دور جدید میں ہندو مت

جمع و ترتیب: عثمان علی شیخ

نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر غلام شمس الرحمن

ڈاکٹر حسن بیگ

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف .....

یونٹ کے مقاصد .....

1. راجہ رام موہن رائے اور برہمو سماج .....
2. دیانند سرسوتی اور آریہ سماج .....
3. رام کرشن پرم ہنس اور سوامی وویکانند .....
4. ہندو قوم پرستی اور راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) .....
   4.1. ہندو مہاسبھا اور ہندو مسلم کشیدگی .....
   4.2. ہندوتوا کا نظریہ .....
   4.3. ڈاکٹر ہیڈگیوار اور آر ایس ایس کا قیام .....
   4.4. گولوالکر کا دور .....
5. خود آزمائی .....
6. جوابات .....
7. مصادر و مآخذ / مزید مطالعہ کے لیے .....

یونٹ کا تعارف

ہندوستان میں یورپی اقوام تجارت کی غرض سے آئیں تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انگریز ہندوستان کے حکمران بھی بن گئے۔ ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کے بعد مسیحی مشنریوں کی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ دیکھنے کو ملا۔ انگریز حکمرانوں نے ہندوستان میں نیا نظام تعلیم، نظام عدل نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر اہم علمی اور ادارتی اقدامات اٹھائے جنھوں نے ہندوستانی مذاہب اور سماج پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔ انھی اثرات میں سے ہندومت اور دیگر ہندوستانی مذاہب میں انیسویں اور بیسویں صدی میں کئی مذہبی اور سماجی تحریکوں کا ظہور ہونا بھی شامل ہے۔

زیر نظر یونٹ میں دور جدید میں ہندومت سے بحث کی جائے گی جس کے ضمن میں انیسویں صدی اور بیسویں صدی عیسوی اصلاحی تحریکوں اور مصلحین کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

اس یونٹ کی تیاری میں درج ذیل کتب سے مواد کو جمع کرکے مناسب ترمیم وترتیب کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے:

۱۔ لالہ لاجپت رائے، **آریہ سماج کی تاریخ**، مترجم: کشور سلطان (نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء)

۲۔ محمد عزیز، **اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ** (نئی دلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۹ء)

۳۔ محمد فاروق خاں، **ہندو دھرم کی جدید شخصیتیں** (دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، ۱۹۹۰ء)

۴۔ حارث بشیر، **آر ایس ایس: ایک مطالعہ** (نئی دلی: کوسموس بکس، ۲۰۰۹)

یونٹ کے مقاصد

ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

۱۔ راجہ رام موہن رائے اور ان کی تحریک برہمو سماج کے بارے میں جان سکیں۔

۲۔ راما کرشن اور سوامی ووکانند کے افکار کے بارے میں آگاہ ہو سکیں۔

۳۔ دیانند سرسوتی اور آریا سماج کا تعارف حاصل کر سکیں۔

۴۔ آر ایس ایس کے بارے میں جان سکیں۔

برصغیر میں انگریز تجارت کی غرض سے آئے تاہم آہستہ آہستہ ملک کا نظام حکومت بھی ان کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ انگریزوں نے ۱۷۵۷ء میں برصغیر کا سب سے پہلا علاقہ بنگال فتح کیا اور ۱۸۴۹ء میں پنجاب فتح کرنے تک وہ برصغیر کے کم و بیش تمام علاقے پر بلواسطہ یا بلاواسطہ حاکم بن چکے تھے۔ انگریزوں نے برصغیر میں نیا نظام تعلیم متعارف کرایا جس سے مقامی آبادی انگریزی زبان و ادب اور جدید علوم سے روشناس ہوئی۔ اس کے علاوہ مسیحی مشنریوں کو برصغیر میں بلاروک ٹوک کام کرنے کی اجازت دی گئی جنھوں نے مقامی مذاہب کے مطالعے کے ساتھ ساتھ ان پر سخت نقد بھی کیا ہے۔ دیگر مقامی مذاہب کے ساتھ ساتھ بالخصوص ہندو مذہب کے عقائد اور رسوم و رواج ان کا خاص ہدف تنقید بنے۔ انگریزی تعلیم اور جدید علوم کی تدریس نے مسیحی مبلغین کی تنقید کے ساتھ مل کر ہندو مذہب اور ہندو ثقافت کے حوالے سے بہت سے سوالات کو جنم دیا جن سے جدید تعلیم یافتہ مقامی افراد خصوصی طور پر متاثر ہوئے اور انھیں اپنی روایتی دینی فکر میں ان سوالات کے تشفی بخش جوابات نہ مل سکے۔ اس پس منظر میں انیسویں اور بیسویں صدی میں ہندو مت میں بہت سے مصلحین سامنے آئے اور بہت سی احیائی اور اصلاحی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ ذیل میں ہم ان میں سے چند اہم مصلحین اور اصلاحی و احیائی تحریکوں کا تعارف پیش کریں گے۔

1. راجہ رام موہن رائے اور برہمو سماج

رام موہن رائے مئی ۱۷۷۴ء میں موضع رادھا نگر، ضلع مرشد آباد میں ایک اونچی ذات کے برہمن کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام راما کانت رائے تھا اور اُن کے دادا مغل شہنشاہ کی ملازمت میں مختلف عہدوں پر مامور رہ چکے تھے۔ اوائلِ عمر میں رام موہن رائے فارسی اور عربی کی تعلیم کے لیے، جس میں قرآن مجید کی تعلیم بھی شامل تھی، پٹنہ بھیج دیے گئے جو اس وقت اسلامی تعلیم کا ایک بڑا مرکز تھا۔ انھوں نے سنسکرت اور اپنے آبائی مذہب کی تعلیم سے بھی غفلت نہیں برتی۔ ان کے والد وشنو کے بھکتوں میں تھے۔ چناں چہ روز صبح کو رام موہن رائے ''بھگوت پران'' کا جو وشنو مت کا مقدس صحیفہ ہے، ایک باب پڑھا کرتے تھے۔ وہ فطرتاً ذہین اور غور و فکر کے عادی تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ ہندو مذہب کے دیومالا اور قصے کہانیوں سے بیزار ہو گئے اور اب انھوں نے وید اور ویدانت کی تعلیمات پر، جیسے کہ وہ اُپنشدوں میں بیان کی گئی ہیں، خاص طور پر توجہ کرنی شروع کی۔ اس مطالعے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سولہ سال کی عمر میں انگریزی تعلیم شروع کرنے سے پہلے ہی انھوں نے بت پرستی کے خلاف بنگالی زبان میں ایک رسالہ لکھا، جس سے نہ صرف اُن کے خاندان والوں بلکہ تمام اعزہ و اقربا ان کے خلاف سخت برہم ہوئے۔ انھوں نے مصلحت اسی میں دیکھی

کہ اپنے باپ کے گھر سے کہیں چلے جائیں۔ چنانچہ وہ پہلے بنارس گئے، جو روایتی ہندو مت کا مرکز تھا اور پھر وہاں سے تبت پہنچے، جہاں انھوں نے بڑی سرگرمی کے ساتھ بُدھ مذہب کا مطالعہ کیا اور بُدھ پجاریوں کے ساتھ مناظرے کیے۔

رام موہن رائے کو شروع ہی سے تمام مذاہب کے تقابلی مطالعے کا شوق تھا۔ وہ حق کے متلاشی تھے، اسی غرض سے انھوں نے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کی مقدس کتابوں کی زبانیں سیکھنے کی امکانی کوشش کی۔ انھوں نے وید کو سنسکرت زبان میں پڑھا اور بُدھ مت کی مقدس کتاب ''تِری پِتاکا'' کا پالی زبان میں مطالعہ کیا۔ عربی زبان پر بھی اتنا عبور حاصل کر لیا تھا کہ قرآن مجید سمجھ سکتے تھے، پھر عبرانی زبان بھی سیکھی، تاکہ توریت کے متعلق صحیح رائے قائم کر سکیں اور آخر میں انجیل سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے لیے انھوں نے یونانی زبان بھی سیکھنی شروع کر دی تھی۔

۱۷۹۶ء کے قریب رام موہن رائے گھر واپس آئے اور باپ سے صلح ہو گئی، اب انھوں نے سنسکرت ادب اور ہندو مذہب کا مطالعہ زیادہ انہماک سے شروع کیا۔ اُسی زمانے میں انگریزوں سے میل جول اور انگریزی سوسائٹی میں اُن کی آمد و رفت بھی شروع ہوئی۔ ۱۸۰۳ء میں اُن کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اب وہ برہمنوں سے زیادہ بے باکی کے ساتھ مباحثے کرنے لگے اور انھوں نے متعدد چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ کر یہ دکھانے کی کوشش کی کہ ہندوؤں کی بت پرستی اُن کے اسلاف کے دستور اور جن کتابوں کا وہ احترام اور جن پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اپنے والد کی وفات کے چند روز بعد انھوں نے ایک کتاب تمام مذاہب کی بت پرستی کے خلاف فارسی زبان میں لکھی، نیز اسی موضوع پر چھوٹے چھوٹے رسالے اور بعض اُپنشدوں کے ترجمے بھی شائع کیے۔ سب سے اہم چیز جس کی طرف انھوں نے لوگوں کو توجہ دلائی وہ یہ تھی کہ ستی کی رسم (جس میں شوہر کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ کو بھی اس کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا) کا ویدوں میں کوئی ثبوت موجود نہیں۔ یہ خاص طور پر اُنہی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ ستی کی رسم ۱۸۲۹ء میں تمام برطانوی ہند میں قانوناً ممنوع قرار دی گئی۔

اس واقعے سے بہت پہلے رام موہن رائے یہ دیکھ کر کہ ان کے علاقے میں ان کی مخالفت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، کلکتہ چلے آئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ انھوں نے سرکاری دفتر کی ملازمت بھی ترک کر دی تھی اور ہمہ تن مذہبی اور معاشرتی اصلاحات میں مصروف ہو گئے تھے۔ کلکتہ میں ان کو دولت مند اور با اثر ہندوؤں اور جین مت کے ماننے والوں میں کچھ ہم خیال افراد مل گئے جو اصلاح مذہب کی آراء میں ان سے متفق تھے انھوں نے ۱۸۱۶ء میں مل کر ایک انجمن ''آتمیا سبھا'' (روحانی سوسائٹی) کے نام سے قائم کی گئی۔ اس سوسائٹی کے ممبر زیادہ تر رام

موہن رائے کے ذاتی احباب تھے۔ ان ممبران میں ایک ممبر دوارکاناتھ ٹیگور بھی تھے۔ سوسائٹی کے جلسے رام موہن رائے کے مکان پر چند دنوں کے وقفے سے ہوا کرتے تھے لیکن برہمنوں اور پنڈتوں کی مخالفت کی وجہ سے، جو بعض اوقات ان جلسوں میں شریک ہوتے تھے، انجمن کا قیام زیادہ دنوں تک نہ رہ سکا اور اس کے ارکان ایک ایک کر کے علیحدہ ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ انجمن کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ اس کے باوجود رام موہن رائے کے جوش اصلاح میں کوئی کمی ظاہر نہ ہوئی۔ انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھی اور کتابوں، مختصر رسالوں اور خطبوں کے زریعے سے اپنے خیالات کی اشاعت کرتے رہے۔

۱۸۲۸ء میں رام موہن رائے نے دوارکاناتھ ٹگور، پروسنو کمار ٹگور اور بعض دوسرے اشخاص کی مالی مدد سے اپنی جماعت کے جلسوں کے لیے کچھ کمرے کرائے پر لیے اور وہاں ہر شام کو عبادت کرنے لگے۔ مراسمِ عبادت چار حصوں میں منقسم تھے۔ ویدوں کا کوئی متن خوش الحانی سے پڑھنا، اُپنشدوں میں سے کچھ پڑھنا، خطبہ اور بھجن۔ تقریباً دو سال بعد خدا پرست ہندوؤں کی پہلی مذہبی انجمن کا باضابطہ افتتاح ۲۳ جنوری ۱۸۳۰ء کو ہوا۔ رام موہن رائے نے اس مذہبی جماعت کا نام ''برہمو سماج'' رکھا۔ یعنی خدا پر عقیدہ رکھنے والوں کی جماعت۔ تولیت نامے میں تحریر کیا گیا کہ یہ عمارت اس ازلی و ابدی، ناقابلِ جستجو اور قدیم ہستی کے پرستاروں کے اجتماع کے لیے استعمال کی جائے گی جو کائنات کی بانی اور محافظ ہے اور اس جماعت کا مقصد پاکیزگی، نیکی اور انسانی ہمدردی کو فروغ دینا، نیز تمام مذہبی فرقوں کے درمیان رشتہ اتحاد کو مضبوط کرنا ہو گا۔ عمارت کے اندر کسی شبیہہ یا تصویر کے لانے کی اجازت نہ ہو گی اور نہ کوئی قربانی وہاں کی جائے گی۔ اس میں جمع ہونے والے کسی ایسی چیز کا ذکر جس کی دوسرے لوگ پرستش کرتے ہوں، حقارت کے ساتھ نہ کریں گے۔ ان باتوں کے باوجود رام موہن رائے نے اپنی نئی جماعت کے ارکان پر، واضح کر دیا تھا کہ ان کے ذہن میں کسی نئے فرقے کی بنیادی رکھنے کا خیال نہیں ہے۔ وہ بس اتنا دعویٰ کرتے تھے کہ انھوں ے پہلی مرتبہ، موحدانہ پرستش کی بنا ایک عمارت میں قائم کر دی ہے، جس میں تمام ذاتوں، طبقوں اور فرقوں کے لوگوں، ہندوؤں، مسلمانوں اور مسیحیوں کو اکٹھا ہو کر خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اور ان سب لوگوں سے جس وحدتِ عقیدت کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ اسی قدر ہے کہ خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھیں۔

۱۸۳۰ء میں شہنشاہ دہلی نے رام موہن رائے کو راجہ کا خطاب دے کر اپنے مالی حقوق کی نسبت کمپنی کی بدعنوانیوں کے خلاف اپیل کرنے کے لیے انگلستان بھیجا۔ ۱۸۳۱ء میں وہاں پہنچنے کے بعد ان کی صحت خراب ہونے لگی

اور دو سال بعد ستمبر ۱۸۳۳ء میں ان کا انتقال برسٹل میں ہو گیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ان کے برہمن ملازم نے وہ تمام ہندوانہ رسمیں ادا کیں جو ایک برہمن کے لیے خصوص ہوتی ہیں۔ مرنے کے وقت بھی رام موہن رائے کے جسم پر جنیئو موجود تھا۔

رام موہن رائے کے انگلستان جانے کے بعد ان کی نئی جماعت روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ بارہ برس کے بعد ان کے دوست دوارکاناتھ ٹگور کے فرزند دیوندرناتھ ٹگور (رابندرناتھ ٹیگور کے والد) نے سماج میں داخل ہو کر اس میں نئی جان ڈالی اور اس کو از سر نو منظم کیا۔ انھوں نے انگریزی تعلیم ہندو کالج میں پائی تھی۔ وہ ہندو مذہب کے عقائد کی اصلاح چاہتے تھے، اسے ترک کر دینے پر راضی نہ تھے۔ انھوں نے ۱۸۴۳ء کے آخر میں برہمو سماج کا ایک حلف نامہ مرتب کیا جو سات دفعات پر مشتمل تھا۔ سماج کا ممبر بننے کے لیے ہر شخص کو عہد کرنا پڑتا تھا کہ وہ بت پرستی سے پرہیز کرے گا، کسی مخلوق شے کی پوجا نہ کرے گا۔ بلکہ صرف خدا کی پرستش کرے گا جو تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور ان کو فنا کرنے ولا ہے اور جو وحدہ لاشریک ہے۔ یہ عہد بھی کرنا پڑتا تھا کہ زندگی پاکیزگی سے بسر کرے گا اور خدا کی مغفرت ترکِ گناہ کے ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح رام موہن رائے کی مذہبی انجمن ۱۸۴۴ء میں از سرِ نو منظم ہو کر گویا دوبارہ قائم ہوئی اور اب اس کا نام ''آدی برہمو سماج'' رکھا گیا۔[1]

2. دیانند سرسوتی اور آریہ سماج

دیانند سرسوتی 1824ء میں کاٹھیاواڑ، گجرات کے ایک قصبے موروی (مورِبی) میں ایک برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا پیدائشی نام دَیارام مول شنکر تھا۔ دیانند کی مذہبی تعلیم و تربیت کا سلسلہ پانچ سال کی عمر سے شروع ہو گیا تھا۔ ان کے والد شِو بھگت (Shaivist) تھے۔ وہ نہ صرف خود مذہبی رسوم و رواج کی سختی سے پابندی کرتے تھے بلکہ اپنے بیٹے کی پرورش بھی اسی نہج پر کرنے کے خواہش مند تھے۔

ہندوستان کے طول و عرض میں شِو (Shiva) کو مختلف اشکال اور مورتیوں کی صورت میں پوجنے کا چلن پرانے وقتوں سے موجود ہے اور دیانند کے والد بھی اسی پر کاربند تھے، تاہم دیانند لڑکپن سے ہی بت پرستی کے حوالے سے تشکیک میں مبتلا تھے۔ اسی حوالے سے انھوں نے خود اپنی آپ بیتی میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں

---

[1] محمد عزیز، **اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ** (نئی دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۹ء)، ۱۳۵۔۱۴۱۔

شوراتری (Shivratri) ایک مقدس تہوار سمجھا جاتا ہے اور شِو بھگت اسے بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں۔ شورا تری کے موقع پر شِو بھگت نہ صرف برت (روزہ) رکھتے ہیں بلکہ برت رکھنے والے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ رات بھر جاگ کر شِو کی مورتی کے سامنے مختلف اوراد کرے۔

جب دیانند 14 برس کے ہوئے تو ان کے والد نے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ تمام ضروری پابندیوں کے ساتھ شوراتری کا برت رکھے۔ دیانند نے اپنے والد کی خواہش کی تعمیل کی۔ جب شام کا وقت ہوا تو دیانند کے والد انھیں ساتھ لے کر علاقے کے ایک مندر پہنچے۔ اوائل شب میں تو بھگتوں نے نہایت جوش و خروش سے مذہبی رسوم ادا کیں تاہم جب رات ڈھلنا شروع ہو گئی تو دیانند کے والد سمیت بیش تر بھگت سو گئے۔ اسی اثنا میں دیانند نے دیکھا کہ ایک چوہا نہ صرف شِو کی مورتی پر گردش کر رہا ہے بلکہ بھگتوں کی جانب سے پیش کیے جانے والے نذرانوں کو کتر بھی رہا ہے۔ دیانند کے سوانح نگار بتاتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر دیانند کے دل میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا کہ شو کی یہ مورتی بھگوان نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ یہ بے جان مورتی ایک چوہے سے بھی اپنا بچاؤ نہیں کر سکتی جب کہ کتب مقدسہ میں بیان کی جانے والی خدائے برتر کی ذات تو قادر مطلق ہے۔

دیانند جب نوجوان تھے تو سادھو کی طرح زندگی بسر کرنے کا عزم لیے گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ چند سال بعد انھیں سرسوتی سلسلے کا سنیاسی بنایا گیا اور وہیں انھیں دیانند سرسوتی کا نام دیا گیا، جس سے وہ عمر بھر پہچانے گئے۔ گھر بار تیاگ دینے کے بعد دیانند نے تلاش علم و حق کی غرض سے ہندوستان کے طول و عرض کی خاک چھانی۔ اس دوران وہ رفتہ رفتہ مروجہ ہندو عقائد اور رسوم و رواج سے متنفر ہوتے چلے گئے۔ اس دور کے ہندو دھرم میں بت پرستی اور پوجا پاٹ کے رائج شدہ طریقوں کے حوالے سے دیانند کے افکار کو تشکیل دینے میں ان کے استاد سوامی وِرجانند (Swami Virjanand) نے بھی اہم کردار کیا جن کے پاس دیانند نے اپنی تعلیم کی تکمیل کی اور سنسکرت زبان و ادب بالخصوص ویدوں کے رموز سے آشنائی حاصل کی۔

دیانند نے جب اپنے استاد سے رخصت لی تو وہ ہندو دھرم کی اصلاح کی غرض سے شہر شہر گھومنے لگے۔ وہ ایک ایسا ہندو دھرم چاہتے تھے جو ویدوں پر مبنی ہو، نہ کہ پرانوں پر؛ وہ بت پرستی اور ان مروجہ ہندو رسوم و رواج کے مخالف تھے جو ان کے خیال میں حقیقتاً ہندو دھرم کا حصہ نہ تھے بلکہ بعد میں در آنے والے بگاڑ کا حصہ تھے۔

اصلاح پسندی کا عزم لیے دیانند نہ صرف روایتی ہندو پنڈتوں سے مناظرہ بازی کرتے بلکہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں، بالخصوص مشنریوں، سے بھی ان کا بحث مباحثہ ہوتا۔ کئی سال کی محنت کے بعد جب دیانند کو احساس ہوا کہ ان کا پیغام روایتی ہندو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں تو انھوں نے عوام الناس کی جانب رخ کیا۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے بالآخر منظم جدوجہد کا فیصلہ کیا اور ۱۰/ اپریل 1875ء کو بمبئی میں آریہ سماج کی بنیاد رکھی۔ اس تنظیم کو جدید تعلیم یافتہ ہندوؤں میں بالخصوص مقبولیت حاصل ہوئی اور پنجاب اس کا گڑھ ثابت ہوا۔ دیانند نے زندگی کا باقی ماندہ حصّہ ہندوستان بھر میں تبلیغی سرگرمیوں اور آریہ سماج کو منظم کرنے میں بِتایا۔ ان کا انتقال 30 اکتوبر 1883ء کو ہوا۔[2]

دیانند سرسوتی نے بہت سی کتب تصنیف کیں، تاہم ان میں سب سے اہم کتاب ستھیارتھ پرکاش ہے جس میں انھوں نے اپنے نظریات پر کھل کر بات کی ہے۔ اس کتاب میں اسلام سمیت دیگر مذاہب پر بھی خاصی تنقید کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے پرانوں پر مبنی روایتی ہندو مت پر بھی تنقید کی ہے اور بت پرستی سمیت کئی مروجہ عقائد اور رسوم و عبادات کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ویدوں کی شرح بھی لکھی۔ دیانند کے عقیدے کے مطابق وید خدائی اور الہامی کتابیں ہیں۔ دیانند کے مطابق وید بت پرستی کے بجائے ایک خدا کی تعلیم دیتے ہیں۔

دیانند کے انتقال کے بعد آریہ سماج نے شدھی اور سنگٹھن جیسی تحریکات چلائیں۔ شدھی تحریک کا مقصد مسلم، مسیحی اور دیگر ہندو مذاہب کے لوگوں کو ہندو دھرم قبول کرنے کی دعوت دینا تھا جبکہ سنگٹھن کا مقصد ہندو قوم میں اتحاد پیدا کرنا اور ان کو ایسی تربیت دینا تھا جسے وہ اپنی حفاظت اور مخالفین کا مقابلہ کر سکیں۔[3]

آریہ سماج نے اپنے دس اصول وضع کیے تھے جن کا اقرار کرنا اور ان پر عمل کرنا اسے کے تمام ارکان کے لیے لازم تھا۔ یہ دس اصول درج ذیل ہیں:

۱۔ حقیقی علم اور اس علم کے ذریعے جس کسی چیز کی بھی آگاہی ممکن ہے اس کا منبع برہم (خدا) ہے۔

---

[2] عثمان علی شیخ، "برطانوی ہند میں شدھی تحریک اور اس کے ہندو مسلم تعلقات پر اثرات: ایک جائزہ"، **فکر و نظر**، اسلام آباد، جلد ۵۷، شمارہ ۳ (جنوری۔مارچ ۲۰۲۰ء)، ۲۴۴۔۲۴۶۔

[3] محمد فاروق خاں، **ہندو دھرم کی جدید شخصیتیں** (دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، ۱۹۹۰ء)، ۱۶۔۱۷۔

۲۔ بھگوان تمام تر صداقت، تمام تر علم اور تمام تر راحت ہے۔ اس کا کوئی جسمانی وجود نہیں۔ وہ برتر ہے۔ عادل ہے، رحیم و کریم ہے۔ وہ سب کو پیدا کرنے والا ہے، لیکن اسے کسی نے پیدا نہیں کیا۔ وہ لامحدود اور اٹل ہے جس کا نہ کوئی آغاز ہے نہ انجام۔ وہ لاثانی ہے۔ وہ ہر شے کا مالک اور سہارا ہے جو ہمہ بین ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔ جو لافانی ہے اور جسے کسی کا خوف نہیں۔ جو ازلی اور ذات پاک ہے اور کل کائنات کا خالق ہے۔ صرف اس برہم کی عبادت کی جانی چاہیے۔

۳۔ وید حقیقی علم کی مقدس کتب ہیں اور آریہ سماج کے ہر رکن کا اولین فرض ہے کہ وہ ویدوں کو پڑھے یا سنے اور دوسروں کو پڑھائے اور پڑھ کر سنائے۔

۴۔ آریہ سماج کے ہر رکن کو سچائی کو تسلیم کرنے اور جھوٹ کو ترک کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہنا چاہیے۔

۵۔ اعمال نیکی کے مطابق ہونے چاہییں یعنی تمام اعمال نیکی اور بدی کی اچھی طرح چھان بین کر کے کیے جانے چاہییں۔

۶۔ سماج کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان کے مادی، روحانی اور سماجی حالات کو بہتر بنا کر پوری دنیا کو فیض یاب کرنا ہے۔

۷۔ ہر ایک کے ساتھ پیار، رواداری اور متعلقہ شخص کی خوبیوں کے مطابق سلوک کیا جانا چاہیے۔

۸۔ جہالت کو دور اور علم کی اشاعت کی جانی چاہیے۔

۹۔ صرف اپنی ہی بھلائی پر قناعت نہ کرتے ہوئے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی فلاح و بہبود کو دوسروں کی بہبود سے مشترک سمجھے۔

۱۰۔ ایسے معاملوں میں جن کا تعلق عوام کی سماجی بہبود سے ہو کسی بھی شخص کو ناواجب دخل دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ لیکن خالص ذاتی معاملات میں ہر شخص آزادانہ عمل کا مجاز ہے۔[4]

مندرجہ بالا دس اصولوں میں سے پہلے تین خدا کی ذات وصفات اور ویدوں سے متعلق ہیں۔ باقی سات اخلاقی ہیں۔

---

[4] لالہ لاجپت رائے، **آریہ سماج کی تاریخ**، مترجم: کشور سلطان (نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء)، ۱۰۲۔۱۰۳۔

3. رام کرشن پرم ہنس اور سوامی وویکانند

(1) رام کرشن پرم ہنس

رام کرشن پرم ہنس ۱۸۶۳ میں بنگال کے ضلع ہوگلی میں ایک غریب برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انھیں کچھ زیادہ پڑھنے لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ سب سے پہلے انھوں نے بھیروی نام کی ایک برہمنی سنیاسی سے یوگ اور تنتر کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ویشنو بھگتی مارگ کو اختیار کیا۔ آخر میں انھوں نے طوطا پُری نام کے ایک شخص کو اپنا گرو بنایا جو نظریہ وحدت الوجود کا حامی سنیاسی تھا۔ رام کرشن نے اپنے گرو سے ویدانت کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصے تک انھوں نے اسلامی تعلیم کے مطابق نماز اور روزے کی بھی پابندی کی۔ اسی طرح ایک مسیحی سے بائبل بھی پڑھوا کر سنی۔ انھوں نے کئی مقدس مقامات کی زیارتیں (تیرتھ یاترا) بھی کی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد رام کرشن کا شہرہ بطور سادھو اور یوگی دور دور تک ہو گیا اور کئی جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی ان سے متاثر ہوئے۔

رام کرشن اگرچہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن لوگوں کی خوبیوں، کمزوریوں اور ان کے کردار کو پرکھنے کی ان میں غیر معمولی صلاحیت تھی۔ وہ مخاطب کو پہچان کر اس کی ضرورت کے مطابق نصیحت وعظ (اُپدیش) کرتے۔ وہ جدید تعلیم کے خلاف نہیں تھے، انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں، مسلموں اور غیر ملکیوں سے وہ رواداری کا سلوک کرتے اور ہر ایک سے ہمدردی ظاہر کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے عقیدت رکھنے والوں میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔

رام کرشن کے نزدیک مذہب کا اصلی راز اور اس کی اصل روح خدا کو دل سے محسوس کرنا ہے۔ گیان مارگ کے مقابلے میں وہ بھکتی مارگ کو فوقیت دیتے تھے۔ وہ دراصل وحدت ادیان کے حامی تھے۔ انھوں نے کسی مذہب یا مذہبی کتاب کی مخالفت نہیں کی۔

(2) سوامی ویویکانند

رام کرشن پرم ہنس کے یوں تو بہت سے شاگرد ہوئے ہیں لیکن وویکانند کو ان میں سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ وویکانند کا اصل نام نریندر ناتھ دَتا تھا۔ وہ کلکتہ میں کایستھ ذات کے خاندان میں پیدا ہوئے اور جدید تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے کالج میں مغربی فلسفے کی تعلیم کی اور ساتھ ہی ساتھ اپنشد اور گیتا سمیت ہندو مقدس کتب کا مطالعہ بھی کیا تاہم وہ مذہب کے حوالے سے تشکیک میں مبتلا ہو گئے۔

۱۸۸۱ء میں وہ پرم ہنس کے پاس گئے۔ شروع میں وہ پرم ہنس کے خیالات کی تردید کرتے رہے لیکن بالآخر اپنے گرو سے انھوں نے سیکھا کہ مذہب میں صرف عقل و منطق سے کام نہیں چلتا، اس کے لیے روحانی مشاہدے اور کشف کی ضرورت پیش آتی ہے۔

رام کرشن پرم ہنس کے انتقال کے بعد وویکانند نے رام کرشن کے کچھ دیگر شاگردوں کے ساتھ سنیاس لے لیا اور رام کرشن مشن کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے بڑانگر (Baranagar) میں ایک مٹھ (ہندو خانقاہ) قائم کیا- اس کے بعد انھوں نے ہندوستان کے دورے کا پروگرام بنایا۔ اس دورے سے انھیں ملک کی معاشی، اخلاقی اور مذہبی حالت کا صحیح اندازہ ہوا۔ سیاحت کے زمانے میں بھی انھوں نے اپنا مطالعہ جاری رکھا۔

۱۸۹۳ء میں انہیں اطلاع ملی کے امریکہ کی ریاست شکاگو میں تمام مذاہب کی ایک کانفرنس ہونے والی ہے جسے ورلڈز پارلیمنٹ آف ریلیجنز (World's Parliament of Religions) کا عنوان دیا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لیے وہ امریکہ پہنچے اور ہندومت کی ترجمانی کی۔ وہاں امریکیوں سمیت بہت سے شرکاء ان سے بے حد متاثر ہوئے۔ کانفرنس کے بعد وویکانند نے امریکہ کے مختلف شہروں اور کا دورہ کیا اور لیکچرز دیے۔ اس دورے کے نتیجے میں وہاں مختلف مقامات پر ہندو دھرم کے مطالعے کے لیے مراکز قائم ہوئے۔ امریکہ کے علاوہ انھوں نے دیگر مغربی ممالک کے بھی دورے کیے اور ہندومت پر لیکچرز دیے۔ بہت سے مغربی افراد نے آپ کی شاگردی اختیار کی

وویکانند کا انتقال نہایت کم عمری میں 1904ء میں ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر صرف 39 سال کی تھی۔

وویکانند کی سب سے بڑی کوشش یہ رہی ہے کہ وہ ہندو اصولوں کو جدید شکل میں پیش کریں تاکہ وہ ہر ایک کے لئے قابل فہم ہو سکے۔ وویکانند نے ویدانت فلسفے اور یوگ کو عام فہم اور عملی بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ سوامی وویکانند نے دھرم کے پرچار میں عقلی دلائل کو خاصا وزن دیا ہے۔ جدید سائنس کی اہمیت کے بھی وہ معترف تھے۔[5]

[5] محمد فاروق خاں، **ہندو دھرم کی جدید شخصیتیں**، ۱۷۔۲۳۔

4. ہندو قوم پرستی اور راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس)

4.1. ہندو مہاسبھا اور ہندو مسلم کشیدگی

ہندوستان کی آزادی سے قبل حکومت برطانیہ اپنی حکومت کی مضبوطی اور استحکام کے لیے مختلف کام کرتی رہی تھی۔ اس میں کبھی اس کا جھکاؤ ہندوؤں کی طرف ہوتا اور کبھی مسلمانوں کی طرف۔ برطانیہ نے ۱۹۰۹ء میں دستوری اصلاحات کے ذریعہ چند کونسل ممبر کے الیکشن کی اجازت دی تھی۔ ان اصلاحات میں مسلمانوں کے لیے الگ نمائندگی (Separate Electorate) کی بات رکھی گئی تھی۔ اس کی کھلی مخالفت کانگریس پارٹی کی طرف سے کی گئی۔

بیسویں صدی کے آغاز میں واضح ہندو جھکاؤ رکھنے والے دو اہم لیڈر کانگریس میں تھے، مہاراشٹر میں بل گنگا دھر تلک اور بنگال میں آر بندو گھوش۔ لیکن انہوں نے کانگریس میں یا اس سے باہر کوئی ہندو تنظیم نہیں قائم کی بلکہ کانگریس میں 'انتہا پسند' کی حیثیت سے موجود رہے۔ پھر اس کے بعد صدی کے پہلے دہے کے خاتمے پر ہندو سبھا کے نام سے تنظیم کا قیام عمل میں آیا۔

شمالی ہند میں پنجاب کی صورت حال الگ تھی۔ وہاں سوامی دیانند سرسوتی کی آریہ سماج کو بڑی مقبولیت ملی۔ آریہ سماج کے مسلمانوں اور مسیحیوں سے بہت سے مناظرے ہوئے۔ سوامی دیانند کیکتاب ستیارتھ پرکاش میں آخر میں ایک باب قرآن اور دوسرا بائبل کے خلاف شامل کیا گیا تھا جس نے بین المذاہب ہم آہنگی کو نقصان پہنچایا۔ پنجاب میں ہندو رہنماؤں جن میں مقامی آریہ سماجی بڑی تعداد میں شامل تھے، نے برٹش انتظامیہ کے نام نہاد مسلم جھکاؤ کے خلاف اور ہندو مفاد کی حفاظت کے لیے پنجاب ہندو سبھا کے قیام (۱۹۰۷) کا آغاز کیا۔

ہندو سبھا کے لیڈر لالہ لاجپت رائے نے، جو کہ ایک اہم آریہ سماجی بھی تھے، پنجاب صوبائی ہندو کانفرنس میں اکتوبر ۱۹۰۹ء میں کہا کہ ہندو ضروری نہیں کہ سیاسی معنوں میں بلکہ تہذیب اور کلچر رکھنے والے گروہ کے معنی میں 'قوم' ہیں۔ ہندو مہا سبھا (قیام ۱۹۱۵ء) کے ہندو مفاد کے دفاع اور حفاظت کو مطمح نظر بنایا۔ ۱۹۲۰ء کے دہے میں اس کی کوششیں تیز ہو گئیں۔ اس وقت ہندو مہا سبھا کی سرگرمیاں پنجاب کے علاوہ دیگر صوبوں بالخصوص متحدہ صوبہ جات (یوپی) میں بھی کافی تیز تھیں۔

۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ نے لکھنؤ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو سیاسی طور پر قریب لانے کے لیے ایک بڑی کوشش کی۔ دونوں تنظیمیں اس بات پر راضی ہو گئیں کہ:

(۱)۔ سوراج (Self Government) کی تائید کی جائے۔

(۲)۔ مسلمانوں کی علیحدہ نمائندگی برقرار رہے۔

مدن موہن مالویہ، جو کہ کانگریس کے صدر رہے اور ہندو مہاسبھا کے مؤسس تھے، اور ان کے ساتھ دوسرے احیاء پرستوں نے اس کی مخالفت کی کہ یہ ہندو مسلم اتحاد، ہندو مفاد کے خلاف ہے۔ یہ لیڈر یکم اگست ۱۹۲۰ء کی تحریک خلافت کے بھی خلاف تھے۔ مہاتما گاندھی نے پنجاب میں ۱۹۱۹ء میں جلیانہ ولا باغ میں جنرل ڈائر کے قتل عام اور قاتل کو سزا نہ دینے کے خلاف اور تحریک خلافت کا ساتھ دیتے ہوئے عدم تشدد اور حکومت سے عدم تعاون کی تحریک کا آغاز کیا تھا۔ عدم تعاون کی تحریک کے بھی بہت سے کانگریسی اور احیاء پرست ہندو خلاف تھے۔ اس کے باوجود بہت سے احیاء پرستوں نے ۲۱۔۱۹۲۰ء کی تحریک عدم تشدد اور عدم تعاون کا ساتھ دیا۔

۱۹۲۰ء کے دہے میں آریہ سماج کی مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم نے زور پکڑا۔ اس کا نام 'شدھی' (پاک کرنا) رکھا گیا تھا۔ نشانہ ان مسلمانوں کو بنایا گیا تھا جن کی اسلامی تربیت بالکل نہیں ہوتی تھی اور جو متعدد ہندو رسوم پر عمل پیرا تھے۔ چنانچہ اُس دور میں مغربی یوپی میں ملکانہ اور ہریانہ (ضلع روہتک) میں مولا جاٹ کو ہندو بنانے کی رسوم کھلے عام انجام دی گئیں، جس نے ہندو مسلمانوں میں سخت کشیدگی پیدا کر دی۔

عدم تعاون کی تحریک کی ناکامی کے بعد ملک میں بڑے پیمانے پر فرقہ ورانہ فسادات شروع ہو گئے۔ بہت سے ہندوؤں کو خیال ہوا کہ ان کی کمزوریوں کا علاج یہ ہے کہ ان کے اندر ایک ہونے کا احساس مضبوط ہو۔ اگست ۱۹۲۱ء میں مالا بار (کیرالہ) میں فسادات ہوئے۔ کسانوں نے حکومت اور زمینداروں کے خلاف بغاوت کر دی۔ کسان موپلا مسلمان تھے اور زمیندار ہندو۔ زبردستی مذہب تبدیلی کے چند واقعات بھی ہوئے۔ اس کے بعد شمالی ہند میں ہندو مسلم فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۲۱۔۱۹۲۳ء کے فسادات کے نتیجے میں ہندو مہاسبھا جو کمزور تھی، دوبارہ زندہ ہونے لگی۔ اب تک اس کا کام گائے کی حفاظت، دیوناگری رسم الخط میں ہندی کا استعمال، ذات پات میں اصلاحات تھیں۔ اگست ۱۹۲۳ء میں بنارس میں ہندو مہاسبھا کا قومی اجلاس ہندو لیڈروں نے بلایا۔ پنڈت مدن موہن مالویہ اس کے صدر تھے۔ مالویہ نے کہا اگر ہندو

اپنے کو مضبوط کر لیں اور مسلمانوں کے پر تشدد عناصر اس پر مطمئن ہو جائیں کہ وہ ہندوؤں کو آسانی سے نقصان نہیں پہنچاسکتے یا بے عزت نہیں کر سکتے تو اتحاد مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جائے گا۔ انہوں نے اس موقع پر اونچی ذات والوں سے کہا کہ وہ نچلی ذاتوں کو صحیح ہندو کی حیثیت سے قبول کر لیں۔ ان کو اسکول، کنویں اور مندروں میں اپنے سے الگ نہ کریں۔ انہوں نے ایسے لوگوں کو جو خوشی سے یا زبردستی مذہب تبدیل کر چکے تھے، واپس لانے کے لیے مہم چلانے کا بھی مشورہ دیا۔

ہندو مہاسبھا کے آٹھویں سیشن (۱۹۲۵) کی صدارتی تقریر میں لالہ لاجپت رائے نے گاندھی جی کے عدم تشدد پر مبنی عدم تعاون کے نظریہ پر تنقید اس وجہ سے کی کہ یہ ہندوؤں کے اتحاد کو کمزور کرے گا۔ ان حالات میں محسوس کیا گیا کہ ہندو مت خطرے میں ہے۔ ایسے ہی حالات میں آر۔ ایس۔ ایس کا قیام عمل میں آیا۔

4.2. ہندوتوا کا نظریہ

۱۹۲۲ میں بھارت کے صوبے مہاراشٹر کے ایک ہندو ونایک دامودر ساور کر نے ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا ''ہندتوا'' ہندو کون ہے؟'' کے نام سے لکھی۔ ساور کر ۱۹۳۷ سے ۱۹۴۳ تک ہندو مہاسبھا کے صدر بھی رہے۔ انھوں نے اس کتاب میں ہندوؤں کو ایک راشٹر یعنی قوم کہا تھا۔ یہ کتاب اصلاً جیل میں لکھی گئی تھی جو ۲۳ء میں ناگپور میں شائع ہوئی۔ ساور کر کے مطابق آریہ لوگ اور ان کی تہذیب شمال، مغربی ہند میں ظہور پذیر ہوئی تھی اور آہستہ آہستہ آریہ لوگ اور ان کی تہذیب پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ ساور کر ہندو کی تعریف بتاتے ہوئے کہتے کہ ان کے مطابق ہندو وہ شخص ہے جس کے آباءواجداد ہندوستان کے ہوں اور جو ہندوستان کو مقدّس سرزمین مانیں۔

ساور کر نے 'ہندو قوم' کا مفہوم واضح کیا۔ ان کا ہندوتوا تین بنیادوں پر تھا: جغرافیائی اتحاد، نسلی خصوصیات اور متحدہ (Common) کلچر۔ انہوں نے مذہب کو ہندو کی تعریف سے الگ قرار دیا۔ جغرافیائی اتحاد سے مراد ملک بھارت ہے۔ نسلی خصوصیت میں وہ خون کو خالص نہیں قرار دیتے۔ دیگر نسلیں آئیں اور اس میں شامل ہو گئیں۔ کلچر میں رسوم، سماجی ضابطے و زبان شامل ہے۔ زبان سنسکرت کو قرار دیا۔ سنسکرت کے علاوہ مشترکہ قوانین اور رسوم، جیسے ہندو مذہبی تیوہاروں کو ہندوتوا کا جز (criteria) قرار دیا۔ اس میں ہندو اساطیر، ہندو دیوی دیوتاؤں اور ہیروز کو بھی شامل کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس بنیاد پر مسلمان اور مسیحی اس قوم کے حصہ نہیں ہیں کیوں کہ کلچر کی سطح پر ان سے اختلافات ہیں۔

4.3. ڈاکٹر ہیڈگیوار اور آر ایس ایس کا قیام

راشٹریہ سویم سیوک سنگھ کی ابتداء بھارت کے صوبے مہاراشٹر سے ہوئی۔ اس کی ممبر شپ اور علامات (Symbols) تقریباً سب مہاراشٹری تھیں۔ جبکہ ڈسپلن اور نظریاتی فریم ورک زیادہ تر ڈاکٹر کیشو بلی رام ہنڈگیوار کا طے کردہ تھا۔

ڈاکٹر ہیڈگیوار کی پیدائش یکم اپریل ۱۸۸۹ء بروز اتوار کو ہوئی تھی۔ وہ اپنے والدین کے چھ بچوں میں سے پانچویں تھے۔ ان کا تعلق برہمن خاندان سے تھا۔ ابتدائی تعلیم ایک سنسکرت مدرسے میں ہوئی۔ بعد ازاں ان کا داخلہ Neill City High School ناگپور میں ہوا۔ پھر میٹرک کیا۔ بچپن میں وہ شیواجی سے بہت متاثر تھے۔ ۱۹۱۰ سے ۱۹۱۶ء تک وہ کلکتہ میں نیشنل میڈیکل کالج میں ڈاکٹری پڑھتے رہے۔ ہیڈگیوار نے ناگپور گھر واپسی کے بعد پریکٹس اور شادی نہیں کرنے کا فیصلہ کیا۔ جنگ عظیم اول کے خاتمے کے بعد وہ کانگریس میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۲۸ء تک وہ کانگریس میں شامل رہے۔ بہت سے ہندو قوم پرستوں کی طرح وہ بھی گاندھی کی پالیسیوں سے خوش نہ تھے۔

ڈاکٹر ہیڈگیوار ساور کر کے ہندتوا کے نظریے سے بے حد متاثر ہوئے اور ساور کرے دلائل نے ہیڈگیوار کے لیے علمی اور نظریاتی بنیاد فراہم کی۔ ہندو قوم کو کس طرح متحد کیا جائے، اس سوال کا جواب ہیڈگیوار کو ساور کر کی کتاب میں نہیں ملتا ہے۔ اس لیے وہ غو، فکر کرتے رہے۔ ان کے ذہن میں ابتدا ہی سے یہ بات رہی کہ باہری اثرات کو کیسے ضائع کیا جائے۔ ۲۴۔۱۹۲۵ء میں وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اصل مسئلہ نفسیاتی ہے۔ اگر ہندوؤں میں ایک ہونے کا احساس پیدا کر دیا جائے اور ان کے اندر قومی (ہندو) شعور پروان چڑھ جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اگر ایک بار قومی تعمیر نو کے لیے افراد کا ایک مضبوط گروہ (تنظیم) تیار کر دیا جائے تو پھر وہ دوسروں میں زندگی پیدا کریں گے۔ آزادی ان کے مقاصد میں سے ایک مقصد تھا۔ آزادی کے راستہ میں پہلا کام ایک ڈسپلن کی حامل تنظیم بنانا تھا جو لوگوں کو تیار کرتی رہے۔

اسی سوچ کی بنیاد پر ڈاکٹر ہیڈگیوار نے راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) ۲۷ ستمبر ۱۹۲۵ء میں قائم کی۔ اس دن ڈاکٹر ہیڈگیوار جی کے مکان پر ۲۰۔۱۵ افراد جمع ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کے سامنے ہندو تنظیم کا کام شروع کرنے کی ضرورت پر اپنا خیال پیش کیا۔ اسی دن اس کام کو کرنا طے پایا۔

آر ایس ایس کے قیام کے ساتھ ہی جسمانی تربیت پر زور دیا گیا۔ شروع میں آر ایس ایس سے وابستہ نوجوانوں سے صرف یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ ہر روز کسی نہ کسی اکھاڑے میں جائیں اور ورزش کریں۔ اس لیے سنگھ کے قیام کے بعد اس سے وابستہ لڑکوں و نوجوانوں کو اپنے اپنے اکھاڑوں (gymnasium) میں جاتے رہتے کے لیے کہا گیا۔ بعد ازاں جب آر ایس ایس کی اپنی تنظیمی اکائیاں بنائی گئیں جنھیں شاکھا کہا جاتا ہے، تو وہیں جسمانی تربیت کا کام کیا جانے لگا اور لاٹھی کا استعمال بھی اس کا ایک حصہ قرار پایا۔ ہر جمعرات کو وہ کسی بزرگ یا سینئر ساتھی سے نظریاتی اور ملکی حالات کے بارے میں گفتگو سنتے۔ دو سال بعد اس گفتگو کو "بودھک" کہا جانے لگا۔

سنگھ کے قیام کے چھ سال بعد تک ہیڈگوار نے کام کو ناگپور کے آس پاس ہی خصوصی توجہ کا مرکز بنایا۔ تین سال میں ناگپور میں ۱۸ شاکھائیں لگ رہی تھیں۔ اگرچہ دوسرے صوبوں میں بھی لوگوں کو دعوت کے لیے بھیجا جانے لگا تاہم ۲۸۔۱۹۲۷ء میں ہی آر ایس ایس پورے مہاراشٹر اصوبے میں متعارف ہو چکی تھی۔

4.4. گولوالکر کا دور

۱۹۴۰ میں ڈاکٹر ہیڈگیوار کے انتقال کے بعد آر ایس ایس کے دوسرے سربراہ مادھو سداشیو گولوالکر بنے۔ ان کا تقرر ۳ جولائی ۱۹۴۰ء کو سنگھ کے سربراہ کی حیثیت سے عمل میں آیا۔ گولوالکر کی پیدائش ۱۸ فروری ۱۹۰۶ء کو ناگپور میں ہوئی تھی۔ ان کے والد ڈاک و تار محکمہ میں کلرک تھے۔ میٹرک کرنے کے بعد ۱۹۲۲ء میں انہوں نے ناگپور کے ایک کالج میں داخلہ لیا۔ ۱۹۲۲ء میں وہ بنارس ہندو یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور وہاں سے زولوجی میں M.Sc کیا۔ ۱۹۳۰ء میں وہ وہیں استاد ہو گئے۔ ۱۹۳۱ء میں وہ آر ایس ایس میں باقاعدہ طور پر شامل ہوئے جس کے بعد انہوں نے یونیورسٹی چھوڑ دی اور ناگپور آکر قانون (LLB) کی ڈگری لی۔ کچھ دن وکالت بھی کی۔ پھر وہ رام کرشن پرم ہنس کے ایک مرید سوامی اکھنڈانند کے شاگرد ہو گئے اور ان کے آشرم سے ووابستہ ہو گئے۔ ۱۹۳۹ء میں انہوں نے We or Our Nationhood Defined کے نام سے ایک کتابچہ لکھا۔

گولولکر کی یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے قومیت کے مسئلے پر ہے۔ اس میں جہاں انہوں نے مغربی تصور قومیت کے بعض پہلوؤں پر تنقید کی ہے وہیں اس کے "صحیح" تصور کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ ان کے خیال میں ہندوستان کی مصیبتوں کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہم 'صحیح قومی شعور' سے محروم ہیں چنانچہ یورپی سماج اپنی تمام خرابیوں کے باوجود آزاد، مضبوط اور ترقی یافتہ ہے۔ انھوں نے کانگریس کے تصور قومیت یعنی جغرافیائی قومیت (Territorial

Nationalism) پر تنقید کی۔ ان کے خیال میں یہ عجیب اصول ہے کہ جو بھی اس ملک میں کسی بھی وجہ سے رہ رہا ہو اسے قوم کا حصہ سمجھا جائے۔

گولوالکر نے اپنے تصور قومیت میں زیادہ تر جرمن دانشوروں سے استفادہ کیا۔ ان جرمن دانشوروں کے اثرات کے تحت اس نے قومیت کی پانچ شرائط جغرفیائی اتحاد، نسل، مذہب، کلچر اور زبان پر غور کیا۔ گولوالکر نے مذہب کو کلچر کا حصّہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس کا استعمال قومی اتحاد کو مضبوط کرنے کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ اس نے غالباً ہندو دھرم کی کمزور مذہبی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے مذہب کو نسبتاً کم حیثیت دی لیکن ساتھ ہی ساتھ اس نے نسل پر زور دے کر مذہب کو فروغ بھی دیا ہے۔ گولوالکر کے مطابق غیر ملکی نسل کے افراد کو لازماً ختم کر دیا جانا چاہیے۔ گولوالکر نے دوسرے دور میں سنگھ کو باقاعدہ کل ہند تنظیم بنانے میں اپنی قوت صرف کر دی۔

آر ایس کے چھٹے اور موجوہ سربراہ موہن راؤ بھاگوت ہیں۔[6]

[6] حارث بشیر، **آر ایس ایس: ایک مطالعہ** (نئی دلی: کوسموس بکس، ۲۰۰۹)، ۱۱۔۲۰، ۲۵۔

5۔خود آزمائی

۱۔ برہمو سماج پر مفصل نوٹ لکھیں۔

۲۔ دیانند سرسوتی کون تھے؟

۳۔ آریہ سماج کا مختصر تعارف کرائیں۔

۴۔ سوامی ووکانند کے افکار و نظریات بیان کریں۔

۵۔ آر ایس ایس کیا ہے؟ مختصر نوٹ لکھیں۔

6۔جوابات

تمام سوالوں کے جواب متعلقہ یونٹ سے تلاش کریں۔

7۔ مصادر و مآخذ / مزید مطالعہ کے لیے

۱۔ لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ترجمہ: یاسر جواد، سعدیہ جواد (لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء)

۲۔ محمد عزیز، **اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ** (نئی دلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۹ء)

۳۔ ڈاکٹر سید نثار مصطفی، **جدید اسلوب و نگارش** (پٹنہ: مکتبہ تصنیف و تالیف دارالتوحید، ۱۹۷۲)

۴۔ ڈاکٹر وفا راشدی، "اردو کی ترقی میں بنگال کے ہندوؤں کا کردار: اٹھارویں صدی سے بیسویں صدی عیسوی تک، تین سو سالہ تحقیق کا جائزہ"، **خدا بخش لائبریری جرنل**، پٹنہ، ۱۱۶ (جون ۱۹۹۹ء)، ۳۷۔۶۸۔

۵۔ حارث بشیر، **آر ایس ایس: ایک مطالعہ** (نئی دلی: کوسموس بکس، ۲۰۰۹)

۶۔ پروفیسر محمد شفیع اگوانی، **ہندوستان، اسلام اور مغربی ایشیا** (نئی دہلی: مکتبہ جدید، ۱۹۹۹ء)

۷۔ محمد فاروق خاں، **ہندو دھرم کی جدید شخصیتیں** (دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، ۱۹۹۰ء)

۸۔ لالہ لاجپت رائے، **آریہ سماج کی تاریخ**، مترجم: کشور سلطان (نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء)

یونٹ نمبر5

بدھ مت کا آغاز وارتقاء

تالیف: عبدالمتین کاکڑ

نظر ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

ڈاکٹر حسن بیگ

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف .....

یونٹ کا مقاصد .....

1. بدھ مت کا پس منظر .....

(1) آریائی لوگ اور ویدی مذہب .....

(2) برہمنیت .....

(3) چارواکس .....

(4) برہمن سنیاسی اور شرمنَ[Shramana] سنیاسی روایات .....

a. پریباجک[Pribbajakas] .....

b. اجیویک[Ajivikas] .....

c. نرگنتھ[Nirganthas] .....

d. جاتیلاک[Jakilakas] .....

e. تریڈانڈیک[Tridandikas] .....

2. بدھ مت کا آغاز واشاعت .....

(1) مگدھ اور کوسلیا میں بدھ مت کی اشاعت .....

(2) سنگھَ[Sangha] کا قیام .....

(3) بدھ کونسلیں، شہنشاہ اشوک اور بدھ مت کی اشاعت .....

(4) موری شہنشاہ اشوک اور بدھ مت کی اشاعت .....

(5) مہایان اور نئی سترووں کا آغاز .....

یونٹ کا تعارف

بدھ مت آج کی دنیا کا چوتھا بڑا مذہب ہے اس کی ابتداء آج سے تقریبا پچیس سو سال قبل ہندوستان کی سرزمین پر برہمنی مذہب، مادیت پرستی، اور سنیاسی جیسی مختلف روایت پر عمل پیرا معاشرے میں ہوئی۔ برہمنی مذہب کا اس علاقے پر [جہاں بدھ مت کا ظہور ہوا] جو زیادہ اثر تھا وہ فلسفیانہ اور راہبانہ اثر تھا، برہمنی روایتی رسوم اور طبقاتی تقسیم کا بہت زیادہ اثر اور کنٹرول یہاں نہیں تھا اس لیے اس علاقے میں مذہبی تحریکوں کے حوالے سے ایک ہلچل رہتی تھی۔ بدھ مت کے بانی گوتم بدھ ان تمام معاشرتی روایات سے آشنا اور عملا ہو گزرے تھے جن سے مطمن نہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنے ایک نئے فلسفے اور ایک نئی روایت کی بنیاد رکھی۔ جس کو انہوں نے دو انتہاؤں 'مادیت پرستی اور جسمانی ریاضت' کے بیچ ایک درمیانی راہ کے طور پر پیش کیا تھا۔

اس یونٹ میں آپ یہ جان پائیں گے کہ بدھ مت کا ظہور جس معاشرے میں ہوا وہ معاشرہ ایک طرف برہمنیت کے اثرات سے متاثر تھا، برہمن راہب گھومتے پھرتے استادوں کی صورت میں اپنا فلسفہ پھیلانے میں مصروف رہتے تھے ان کے مذہبی اور فلسفیانہ خیالات ویدوں اور اپنشدوں کی تعلیمات پر مبنی تھے، ان کے جو فلسفیانہ تصورات تھے وہ انتہائی پیچیدہ تھے جنہیں چلتے پھرتے راہب مختلف طریقوں سے تشریح کرتے اور سمجھاتے تھے۔

دوسری طرف معاشرے کی ایک بہت بڑی تعداد کا برہمنی رسومات اور برہمنی معاشرتی اصولوں سے غیر مطمئن ہو کر سنیاسی اور ریاضت کی زندگی کی طرف مائل ہو گئی تھی، جو آگے چل کر آہستہ آہستہ سنیاسی اور ریاضتی تحریکوں کی اور ریاضتی فلسفوں کی صورت میں نمودار ہو رہے تھے یہ تحریکیں مختلف قسم کے سخت جسمانی اذیتوں کے اصولوں اور راہ نجات کے فلسفوں پر مبنی تھیں۔ گویا اس طرف مکمل نجات حاصل کرنے کے لیے ریاضت اور سنیاسی کے مختلف طریقوں کی پرچار جاری تھی، ان سب کو ایک اجتماعی نام شرمن روایات [سنیاسی اور جسمانی ریاضت پر مبنی روایات] سے یاد کرتے ہیں کہ ان سب میں دنیا سے کنارہ کشی اور سنیاسی اور اذیتوں سے بھری زندگی گزارنا مشترکات تھیں۔

ایک تیسری جماعت مادیت پرستی کی تھی جو زندگی کو منانے اور دنیاوی حوالے سے خوشحال زندگی گزارنے پر زور دیتی تھی وہ کسی بھی قسم کی روحانیت اور مذہبی رسومات کو نہیں مانتے تھے اور نہ ہی مافوق الفطرت ہستیوں یا اس موجودہ زندگی کے بعد کسی اور زندگی کے ماننے والے تھے۔

اس ماحول اور پس منظر میں بدھ مت کی ابتدا ہوتی ہے جو اپنے ہم عصر فلسفوں اور روایات سے بہت سے حوالوں سے اگرچہ مختلف پہلو بھی رکھتا ہے مگر کئی طرح سے ان روایات اور پس منظر سے متاثر بھی لگتا ہے۔ البتہ بدھ مت کا ارتقاء اور اس کی اشاعت کے اسباب میں ایک اخلاقی اور اپنے وقت کے ایک معتدل نظام زندگی کے ساتھ ساتھ جو سب سے زیادہ کردار رہا وہ شہنشاہ اشوک کا تھا، انہوں نے نہ صرف ہندوستان میں اس فلسفے کو پھیلایا بلکہ باہر کے ملکوں اور علاقوں میں اس کے پھیلانے میں بہت اہم کردار آدا کیا جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اشوک اپنے بچوں تک کو اس کی اشاعت کی مہمات میں باہر ملکوں میں بھیجتے ہیں۔

یونٹ کے مقاصد

امید ہے کہ طلباء اس یونٹ کو مطالعہ کرنے کے بعد اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1. بدھ مت کے ظہور کے پس منظر کا ایک خاکہ ذہین نشین کر سکیں گے۔
2. آریائی لوگ اور ویدی مذہب کے بارے میں جان سکیں گے۔
3. مذہبی رسومات اور فلسفیانہ نظریات کی نمائندگی کرنے والے برہمن مذہب کے بارے میں جان سکیں گے۔
4. مادہ پرستی کی نمائندگی کرنے والی جماعت "چارواکس" کے حوالے سے واقفیت حاصل کر لیں گے۔
5. سنیاسی اور ریاضتی زندگی کی نمائندگی کرنے والی روایات "شرمن روایات" کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں گے۔
6. پریاجیک، آجیویک، نرگنتھ، جاتیلاک اور ڈنڈیک [ان مختلف سنیاسی گروہوں] کے بارے میں جان سکیں گے۔
7. بدھ مت کے آغاز اور ارتقاء کے بارے میں آگاہ ہو سکیں۔
8. گوتم بدھ کے پہلے خطبے اور مگدھ اور آس پاس کے علاقوں میں بدھ مت کی اشاعت کے حوالے سے کچھ واقفیت حاصل کر لیں گے۔
9. بدھ کونسلوں کے بدھ مت کے ارتقاء میں کردار کے حوالے سے جان سکیں گے۔
10. تیسرے موریہ شہنشاہ اشوک اور بدھ مت کے لیے ان کی سرپرستی اور اشاعت کے بارے میں جان سکیں گے۔
11. بدھ مت کے دو مرکزی مکاتب فکر میں تقسیم کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں۔
12. مہاسنگھیک / مہایان اور نئے ستروں کے ظہور کے بارے میں جان سکیں گے۔

1- بدھ مت کا پس منظر

بدھ مت کا جس خطے میں ظہو ہوا، اس خطے کی قدیم تہذیب وادی سندھ کی تہذیب سے مشہور ہے۔ یہ تہذیب تقریباً تین ہزار قبل مسیح سے سترہ سو قبل مسیح تک جاری رہی۔ اس کے دو اہم مراکز میں سے ایک پنجاب میں اور دوسرا سندھ میں تھا جن کے مقامات کو آج ہڑپہ اور موہنجو داڑو کے جدید دیہاتوں کے نام سے نشان زد کیا گیا ہے۔ یہ تہذیب اپنے وقت کے لحاظ سے بہت ترقی یافتہ ہونے، جدید ترین عمارتی تکنیکوں، تحریر کی ابتدائی شکلوں، اور پانی کی فراہمی اور نکاسی کے پیچیدہ نظاموں کے لیے مشہور ہے۔ وادی سندھ کی یہ تہذیب مشرق کی طرف وادی گنگا اور جنوب مشرق میں کم از کم پورے گجرات میں پھیلی ہوئی تھی۔[1]

وادی سندھ کی تہذیب کا مذہب کیا تھا؟ اب تک اس حوالے سے کوئی مستند تحقیق موجود نہیں ہے البتہ اثار قدیمہ سے جو معلومات اب تک ملی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قدیم تہذب کے لوگ ایک سے زیادہ خدائوں کی پوجا کرنے والے تھے۔

کچھ علماء کا خیال ہے کہ وادی سندھ کے لوگوں کے پاس ایک عظیم خدا کا تصور بھی تھا جس کی کچھ خصوصیات بتاتی ہیں کہ وہ جدید شیوا کا نمونہ تھا جو ہمیشہ سے تاملوں میں خاص طور پر مقبول رہا ہے[2]۔ اس کے علاوہ اینیمزم[Animism] یعنی مقدس جانوروں مقدس درختوں کے عقائد بھی رکھتے تھے۔

(1) آریائی لوگ اور وید مذہب

آریائی لوگ سندھ کی تہذیب کے خاتمے کے وقت تقریباً 1700 قبل مسیح ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ جنہوں نے سندھ کے لوگوں کو فتح کیا اور ان کے شہروں کو تباہ کیا۔ یہ آریائی لوگ سنسکرت زبان کی ایک ابتدائی شکل بولتے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آریائی اپنے ساتھ موروثی سماجی طبقات کا تین حصوں کا نظام لے کر آئے، پادری، جنگجو، اور کاشتکار، جو ایک معاشرے کے مختلف کرداروں کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ تقسیم بالآخر چار حصوں پر مشتمل ہندوستانی ذات پات کے نظام میں تبدیل ہوئی۔ آریائی یہاں ہندوستان پہنچے تو یہاں کے مقامی لوگ "دراوڑ" آریوں کے زیر تسلط

[1] A.K. Warder, *Indian Buddhism*, Motilal Banarsidass Publishers, Delhi, 2004, 15.
[2] Ibid, 16

رہیں اور غلام طبقے کے طور پر معاشرے کا حصہ رہے اس کے باوجود ان دراوڑوں نے بعد میں ہندوستانی ثقافت کو کئی طریقوں سے متاثر کیا۔

آریائی لوگوں کے مذہب کے بارے میں ہے کہ وہ بھی قدیم یونانی اور رومیوں کی طرح کئی دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کا ویدی مذہب بنیادی طور پر دیوتاؤں کی عبادت پر مشتمل تھا، وید میں محفوظ شاعری، گیت اور اس کے قدیم ترین جز "رِگ وید" کی تشکیل زیادہ تر حمد و التجا کے بھجن ہیں۔ ابتدائی ویدی متون غالباً آرین کا ہندوستان پہنچنے کے دو یا تین صدیوں کے بعد وجود میں آنا شروع ہو گئے تھے۔

ان میں مذکور دیوتاؤں میں سب سے اہم اگنی [آگ کا دیوتا]، اندرا [بارش کا دیوتا] اور سوریہ [سورج کا دیوتا] کائنات میں اپنا اپنا حلقہ اختیار رکھتے ہیں اور ان کا تعلق ان عناصر سے ہے جن پر انسانی حیات کی بقاء اور بہبود کا انحصار ہے۔ آرین کا مذہب ان دیوتاؤں کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے لیے قربانیاں دینے کی رسوم پر مشتمل تھا ۔ ان کے علاوہ ندیوں، پہاڑوں، جانوروں اور درختوں کی تقدیس اور پرستش بھی ان کے مذہب کا حصہ تھا، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ہندوستان کی جغرافیائی ساخت اور قدیمی اقوام کے مذہبی اعتقادات کا آریائی مذہبی اعتقادات پر اثرات کا نتیجہ تھا۔[3]

مقامی آبادی کی تہذیب کو ان آریائی خانہ بدوشوں کے ہاتھوں تو وقتی طور پر نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ تاہم ان مقامی لوگوں کے طریقوں نے آرین کی ثقافت کو متاثر کیا کہ وہ مستقل طور پر ان کے دیہاتوں اور آخر کار شہروں میں آباد اور ضم ہو گئے تھے۔

ایک ہزار قبل مسیح کے اردگرد، ان آریائی آبادیوں نے نے مشرق کی طرف اپنی پیش قدمی جاری رکھی، آہستہ آہستہ گنگا اور جمنا ندیوں کے درمیان زرخیز علاقے کو آباد کیا۔ چونکہ یہ علاقہ قدرتی وسائل سے نوازا گیا تھا اور بیرونی دشمنوں سے بھی محفوظ تھا۔ یہاں آرین نے ایک ہزار سے پانچ سو قبل مسیح تک ایک بھرپور ثقافت تیار کی۔ اسی دور کو علماء ہندوستانی تہذیب [Indian Civilization] کا ماخذ اور ابتدائی دور قرار دیتے ہیں۔ اسی دوران، چھوٹے قبائل متحد ہو کر بادشاہتیں تشکیل دیتے ہیں۔ بدھ کے زمانے میں وسطی ہندوستان میں سولہ بادشاہتوں کا ذکر ملتا ہے، البتہ کمزور ریاستیں آہستہ آہستہ زیادہ طاقتور بادشاہتوں اور ریاستوں کے ذریعے فتح کیے جا رہے تھے۔ ان بڑی ریاستوں

[3] غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز پبلیکیشرز، ۲۰۱۲، ص ۲۵۰۔

میں ریاست کوسلہ اور ریاست مگدھ مشہور ہوئے، ریاست کوسلہ وسطی ہندوستان کے شمال مغربی حصے میں تھا اور اس کا دارالحکومت سراوستی میں تھا، اور ریاست مگدھ، دریائے گنگا کے مرکزی حصے کے جنوب میں وقع تھا اور اس کا دارالحکومت راج گریہہ میں تھا۔

اس دوران آہستہ آہستہ ایک طرف مذہبی رسوم پروان چڑھتے ہیں تو دوسری طرف فلسفیانہ سوچ بھی ساتھ فروغ پاتا ہے جس کے نتیجے میں ویدوں کے شروح "برہمناز[Brahmanas]" وجود میں آتے ہیں جو ویدی رسوم خاص طور پر قربانیوں کو انجام دینے کے مناسب طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہیں اور ساتھ ابتدائی اُپنشدوں کے فلسفیانہ متون بھی نمودار ہوتے ہیں۔

(2) برہمنیت

ویدوں کے شروح اور اُپنشدوں کے ظہور کے ساتھ مختلف عقائد اور رسوم پروان چڑھتے رہیں:

- ویدوں کو الہامی ماننے کا عقیدہ۔
- وشنو اور شیوا کی پرستش۔
- چار رونوں[چار ذاتوں] کا قیام۔
- چار آشرموں[انسانی زندگی کو گزارنے کے چار مراحل یا درجے] برہمچاریہ آشرم[طالب علمی کا زمانہ] گھرست آشرم[گھریلو زندگی]

واناپرستَ[گوشہ نشینی اور جنگل میں رہنے کی زندگی] اور سنیاسی[ترک دنیا] کی زندگی۔

- آتما[روح] اور پرماتما[روح اعلی / کائناتی روح] کا عقیدہ۔
- کرم کا عقیدہ اور روح کے آواگون کا عقیدہ۔

دیوتاؤں کے حوالے سے افسانوی کہانیاں اور ان کی مدح سرائی، بڑے پیمانے پر رسوم اور ان کے لیے ہدایات وغیرہ کی تشہیر بھی خوب ہوتی ہے۔ جو معاشرے کو مختلف طریقوں سے متاثر کرتی ہیں۔

ان تخلیقی افسانوں میں سے ایک معاشرے کی بنیادی ساخت کے حوالے سے یعنی ذات پات کے حوالے سے ہے جس نے معاشرے میں ذات پات کے نظام کو استحکام اور فروغ بخشا۔ وہ یہ کہ پروشا[Purush] نامی ایک آسمانی ہستی اپنے آپ کو رسمی قربانی کے لیے پیش کرتا ہے، اور ساری مخلوق اس کے جسم سے نکلتی ہے یہ چار سماجی طبقوں کا ابتدائی متنی

حوالہ ہے: برہمن (روحانی اور مذہبی پیشوا)، کشتریہ (جنگجو یا حکمران طبقہ)، ویشیا (تاجر اور زمیندار)، اور شودر (مزدور یا نوکر)۔

اس افسانے نے ذات پات کے نظام کے ارتقاء پر بہت زیادہ اثر ڈالا، اس میں، ہر سماجی طبقہ پروشا کے جسم کے مختلف حصے سے پیدا ہونا قرار دیا جاتا ہے۔ جس میں ایک دیوتائی حوالہ دے کر قرار دیا کہ انسان کے اصل اور جسمانی نسب کی بنیاد پر سماجی طبقات کے درمیان حقیقی اور بنیادی فرق موجود ہے، [مثلاً برہمن پروشا کے سر سے، کھشتری پروشا کے بازوں سے، ویش پروشا کے پیٹ سے اور شودر پروشا کے پائوں سے بنے ہیں]۔ پروشا کے جسم کے مختلف حصے الگ الگ صفات اور ذمہ داریوں کے حامل ہیں تو جو کوئی پروشا کے جسم کے متعلقہ حصے کے ساتھ جتنی مطابقت رکھے گا اس کے لیے اسی میں کامیابی اور بہتری ہے، دوسرے الفاظ میں جتنا وہ اپنی تخلیقی حقیقت کے مطابق بنے گا اور اس کے مطابق کام کرے گا اتنا ہی اس کے لیے بہتر ہو گا۔

ویدک مذہب میں جتنے دیوتا تھے۔ وہ اور دیگر قدرتی مظاہر، جیسے زمین، آگ، پانی، طلوع آفتاب، وغیرہ کو اس دنیا میں دنیاوی فلاح و بہبود اور مستقبل کے خوشگوار وجود کے حصول کے لیے قربانی کے ذریعے سے پوجے جاتے تھے، دیوتاؤں کو نذرانے پیش کیے جاتے تھے۔ قربانی کے عمل کو بہت اہمیت دی گئی لیکن اخلاقیات یا اخلاقی رویے پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔

اس آرتھوڈوکس آریائی روایت، [جسے برہمنیت کہا جاتا ہے] کی قیادت برہمن کرتے تھے۔ برہمن طبقے کے ذریعہ انجام دی جانے والی رسومات کے ساتھ ساتھ برہما (The absolute reality) کے بارے میں فلسفیانہ نظریات بھی وجود پاتے ہیں۔ ایک شخصی آتمان [ذاتی روح] جو ہمارے اندر ایک انفرادی اور مستقل وجود رکھتا ہے، اور دوسرا برہمان یعنی آفاقی اور کائناتی آتمان [کائناتی روح] ہے۔ نجات کا عقیدہ یہ تھا کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو شخصی آتمان کائناتی آتمان [پرماتما] کے ساتھ مل جاتا ہے۔

(3) چارَواکس [Cārvāka]

چارَواکس [Cārvāka] کا زمانہ بہت سے علماء چھ سو سے پانچ سو قبل مسیح کا بتاتے ہیں۔ چارواکس ویدوں یا کسی دوسرے مقدس صحیفے کی اتھارٹی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ ان کے مطابق روح کا کوئی وجود نہیں ہے۔ زندگی اور شعور مادے کے امتزاج کی پیداوار ہے، بالکل اسی طرح جیسے سرخ رنگ سفید اور پیلے کی آمیزش کا نتیجہ ہے۔ کوئی بعد کی زندگی نہیں

ہے، نہ کوئی اعمال کا نتیجہ ہے کیونکہ نہ کوئی نیکی ہے اور نہ ہی برائی۔ زندگی صرف دنیاوی لذتوں کی ہے۔ جب تک یہ رہتی ہے اسی زندگی کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہر چیز موت کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔[4]

(4) برہمن سنیاسی اور شرَمن[Shramana]سنیاسی ورایات

سنیاسی زندگی کے حوالے سے ہندوستان کی ایک بھرپور تاریخ ہے۔ سنیاسی زندگی ہندوستانی معاشرے کا ایک مستقل حصہ رہی ہے۔ اس کی ابتدا کے بارے میں، میکس مولر (1823-1900) اور ہرمن جارج جیکوبی (1850-1937) جیسے کچھ اسکالرز کا خیال ہے کہ برہمن پریوراجک[Privrajakas] یعنی گھومنے پھرنے والے برہمنوں نے سب سے پہلے سنیاسی زندگی کی مشق کی اور معاشرے میں متعارف کرایا۔[5]

غرضیکہ ایک تو براہمن سنیاسیوں نے رائج رسمی مذہبی طریقوں کو کمزور کیا دوسرا روحانیت سے خالی اور رسومات پر مبنی ویدی مذاہب اب خود بھی لوگوں کو زیادہ مطمئن نہیں کر پا رہے تھے، ان میں بوجھل قسم کے رسم و رواج اور خونی قربانیاں لوگوں کے لیے ناگوار تھیں جس کے نتیجے میں انسانی زندگی کی نوعیت اور اس کے معنی کے بارے میں انسانی فکر کا زاویہ ویدی نظریات سے بھی متنفر ہونے لگا تھا۔۔ لوگوں میں بے تابی سے نجات کے مقصد کے لیے کسی بہتر راستے کی تلاش کی فکر رہتی تھی اور اسی پس منظر میں سنیاسی اور مراقبہ کی زندگی پروان چڑھ رہی تھی جو انسانی سوچ اور فکر کو سوچنے کا مزید مواقع فراہم کر رہی تھی، ذہنوں میں خاص طور پر انسانی زندگی، اس میں پیش آنے والے حالات، موت اور نجات وغیرہ کے حوالے سے مختلف قسم کے سوالات اٹھ رہے تھے۔ مثلاً اس دنیا کی زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں جو دکھ پیش آتے ہیں ان سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے؟ وغیرہ

ان سوالات اور نظریات نے بیرونی اور مادی زندگی سے نفرت میں اضافہ کیا تھا اور سنیاسی، ریاضت کے مختلف طریقوں کو جنم دیا تھا۔ جسمانی زندگی اور جسمانی تندرستی تک کو کامیاب اور اعلیٰ زندگی کے مخالف قرار دیا جاتا

[4] Hirakawa Akira, *A history of Indian Philosophy*: From Sakyamuni to Early Mahayana, Translated and Edited by Paul Groner University of Hawaii Press, 1990, 79.

[5] Max Muller, *Sacred Book of the east*, Vol.XXII, Jaina Sutra 1, the Ancaranga Sutra, the Kalpa Sutra, Oxford 1884, xxiv-xxxii.

تھا۔ ہندوستانی زیادہ تعداد میں دنیا کی معمول کی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے جنگلوں اور غاروں میں تنہائی اختیار کرنے لگے تھے تاکہ "جسم کی غلامی" اور انسانی رشتوں کی الجھنوں سے آزادی حاصل کر سکیں۔

اس طرح کی ہندوستانی سنیاسی کی تحریک خاص طور پر مگدھ اور پڑوسی خطوں میں سرگرم تھی جہاں برہمن دھرم ابھی تک جڑ نہیں پکڑ سکا تھا۔ اس دور کی مذہبی ہل چل کا آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حکمران طبقے کے ذہین اپنے آپ کو اپنے روحانی رہنماؤں سے بہتر سمجھنے کی طرف مائل تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ برہمنوں اور ان کے شاگردوں کے درمیان نسلی امتیاز نے لازمی طور پر فلسفہ اور مذہب کے بارے میں آزادانہ نظریات کی نشوونما کی حوصلہ افزائی کی۔

اس نظریاتی ہل چل کے وقت بہت سے فرقوں کا ظہور ہوا جو خدا اور روح کی فطرت، خدا اور انسان کے درمیان تعلق اور نجات کے بہترین طریقہ کے بارے میں متنوع آراء کی وکالت کرتے تھے۔ زیادہ تر مفکرین نجات (موکشا) پر غور کرتے تھے جس کا مطلب اور مقصد دوبارہ جنم سے روح کی رہائی تھی۔ ان میں کچھ ماورائی علم کے ذریعے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی امید رکھتے تھے اور فلسفے کے نئے نظاموں کی گہرائیوں کو آواز دیتے تھے۔ کچھ نے جسم کو اپنے تابع کرنے اور روح کو آزاد کرنے کی کوشش میں خود کو انتہائی سختی اور ظالمانہ اذیتوں سے دوچار کیا تھا۔

خاص طور پر گوتم کے زمانے میں سب سے زیادہ سخت قسم کی ریاضتیں رائج تھیں۔ متبرک، پرہیزگار اور مذہبی زندگی سے مراد دراصل دنیاوی اور عام زندگی سے کنارہ کشی کا نام تھا، یعنی تمام دنیاوی لذتوں سے لاتعلقی اور خود کو اذیت دینے کی طرح طرح کی مشقیں، جیسے کھردرے کپڑے پہننا، برہنہ ہو کر چلنا، جسم کو گرد و غبار سے آلودہ کرنا، روزہ رکھنا اور بھوکا رہنا وغیرہ ہی اگلے جنم میں کامیابی کی ضامن زندگی ہوتی تھی۔ سنیاسی اور جنگلوں اور صحرائوں میں تنہا گھومنے پھرنے والوں کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا تھا مثلاً:

- ویراگی: وی سے مراد علیحدگی اور راگ کا مطلب ہے خواہشات، لہٰذا ویراگی وہ تھے جنہوں نے اپنے آپ کو دنیاوی خواہشات کی تکمیل سے دور کر لیا تھا۔
- یوگی: یوگا کی مشق کرنے والا۔
- یاتری اور یاتی: جس کا مطلب ہے قید کرنا اور قابو کرنا، وہ لوگ جو اس کے تمام احساسات کو روکتے اور قابو کرتے رہے ہیں۔ یہ عام طور پر جین راہبوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

- مونی: وہ سنیاسی جس نے خاموش رہنے کا عہد کیا ہو۔
- ویکناسا اور وانپراستھین:[Vaikhanasa and Vanaprasthin] جنگل میں رہنے والا۔
- سنیاسی اور پریکانسی[Sannyasin and Prikansin]: ایک غور کرنے والا جس نے دنیاوی زندگی کو ترک کر دیا ہو یا وہ جو چوتھے آشرم میں ہو۔ سنیاسی اصطلاح دراصل برہمن جوگیوں کی نمائندگی کرتا تھا، جو ایک ایسے سنیاسی کے لیے عام اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس نے دنیا اور اس کے منسلکات کو مکمل طور پر ترک کر دیا ہو۔
- شرمنَ یا سمنَ:[Shramana or Samana] گھومنے پھرنے والا بے گھر مرد یا عورت وغیرہ۔
- تپسوی؛ تپسیا کرنے والا۔ وغیرہ

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ ہندوستان مہاتما بدھ کے زمانے میں سخت سنیاسی کی سرزمین تھی۔ بدھ مت کے لٹریچر میں اس زمانے کے سنیاسیوں کے بارے میں بہت کچھ ملتا ہے۔ انگوتّر نکای میں گوتم بدھ کے ہم عصر دس شرمن گروہوں کا تذکرہ ملتا ہے،[6] جن میں کچھ اہم گروہوں کا یہاں مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ گوتم بدھ کے فلسفے کا پس منظر زیادہ اچھے طریقے سے واضح ہو:

a. پریباجاک [Paribbajakas]

پریباجاک بے گھر اور خانہ بدوش مردوں کی کمیونٹی تھی جو معاشرے سے باہر رہتے تھے اور انہیں مختلف ناموں سے پکارا جاتا تھا: جیسے: 'پریوراجک، شرمن، بھیکھو، سنیاسی اور یاتی وغیرہ۔ ان کی زندگی بھیک مانگنے پر منحصر تھی اور ان کے پاس کوئی آباد مکان نہیں ہوتا تھا، وہ سادگی اور سنیاسی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ دراصل اساتذہ، یا صوفی تھے، جو ہر سال کے آٹھ یا نو مہینے اخلاقیات اور فلسفہ، فطرت کی تعلیمات اور تصوف کے معاملات پر بات چیت میں مشغول ہونے کے مقصد کے ساتھ گھومتے پھرتے تھے۔[7]

---

[6] M.G. Bhagat, *Ancient Indian asceticism*, New Delhi, Munshiram Manoharlal, 1976, 142-151.

[7] T.W.Rhys David, Buddhist India, New York G.P Putnam Sons London, 1903, 141.

b. آجیویک[Ajivikas]

برہمنوں کے لیے اجیوک، جین مت اور بدھ مت کے بعد تیسرا سب سے بڑا بدعتی فرقہ تھا۔عام طور پر برہنہ حالت میں رہتے تھے۔ پورانا کاساپا ایک مشہور اجیویکا مشہور ہیں کہ اس کے پاس کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔

c. نرگنتھ[Nirganthas]

نرگنتھا (جین مت کے پیروکار) نگنتھا نتاپُتّا(لفظی معنی؛ ظاہری طور پر بے لباس اور باطنی طور پر دنیاوی بندھنوں سے آزاد) کے عقیدت مند تھے مہاویر بدھ مت اور اپنے ہم عصروں میں 'نگنتھا نتاپُتّا'نام سے جانا جاتا تھا۔ وہ ایک بہت ہی سخت قسم کی سنیاسی اور ریاضت پر عمل کرتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ نجات سنیاسی زندگی کے ذریعے ہی حاصل کی جاتی ہے ان کی سخت سنیاسی کی وجہ سے ان کے پیروکار بھوک سے مر بھی جاتے تھے۔

d. جاتیلاک[Jatilakas]

جاتیلا کاس آگ کے پوجا کرنے والے تھے اور اپنے بالوں کو اُپسمپاد [سنیاسی جماعت میں داخلے کی رسم] کے موقع پر کاٹتے تھے۔ وہ معاشرے سے باہر رہتے تھے، مقدس آگ جلاتے تھے اور قربانیاں کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تاپسوی یا وانپراستھ (جنگل میں رہائشی) کی زندگی گزارتے تھے۔

e. تریڈانڈیک[Tridandikas]

تریڈانڈیکا[Tridandika]" تین ڈنڈوں والے" یہ دراصل برہمنی بھکشو تھے، جو تین لاٹھیوں کے علمبردار تھے (جو ایک ساتھ بندھے ہوئے ہوتے تھے) یہ ان کی باتوں، کاموں اور سوچوں میں ضبط نفس کا نشان تھا۔

یہ سب سنیاسی اور ریاضت کی زندگی گزارنے والے گروہ تھے اور مختلف سخت سنیاسی طریقوں پر عمل پیرا تھے اس علاوہ یوگا اور اس کے مختلف طریقے سنیاسیوں کے حلقوں میں بہت مقبول معلوم ہوتے ہیں۔ ان یوگی طریقوں کے بارے میں بہت سارے شواہد موجود ہیں جو سنیاسیوں کے ذہن کو مخصوص اشیاء پر مرکوز کرنے اور معجزاتی طاقتوں کو حاصل کرنے میں بہت مددگار قرار دیتے تھے۔ ترقی کے ابتدائی مرحلے میں یوگا کا سہارا جسمانی اور ذہنی طاقت کو بڑھانے کے لیے لیا جاتا تھا اور بعد میں یہ ایک فلسفیانہ اور فکری روشنی حاصل کرنے کا ایک طریقہ بن گیا۔[8]

---

[8] *Ancient Indian Asceticism*, 28-29.

2. بدھ مت کا آغاز وارتقاء

مذکورہ بالا سب فرقے امن وسلامتی اور نجات کی تلاش میں سرگرم عمل تھے، اسی ماحول اور اسی دوران میں بدھ مت کا آغاز ہوتا ہے۔ گوتم بدھ ایک شاہی خاندان سے جب نکلتا ہے تو بھی ایک سنیاسی کی زندگی سے متاثر ہو کر شاہی زندگی چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ مختلف برہمنی اساتذہ سے ویدی اور اپنشدوں کے دینی فلسفے کے علوم حاصل کرتا ہے لیکن جب وہاں سے اطمینان حاصل نہیں ہوتا ہے تو پھر ایک سنیاسی کی زندگی اختیار کرتا ہے جس میں تقریبا پانچ سال تک وہ خوب ریاضت کرتا ہے مختلف ذہنی اور جسمانی اذیتوں سے اپنے آپ کو گزارتا ہے لیکن آخر میں ان ریاضتوں سے بھی مایوس ہو کر مراقبہ اور سوچ بچار کی مشق کرتا ہے جس میں وہ ایک نتیجے پر پہنچتا ہے کہ زندگی اور اس میں پیش آنے والے دکھ اس وجہ سے ہیں کہ انسان زندگی اور اس کی چیزوں کی خواہش رکھتا ہے یہ جو خواہش اور لگائو ہے اس کو اگر بجھایا جائے تو پھر کسی بھی چیز کی ہلاکت اور ضائع ہونے سے انسان کو دکھ اور غم سے نجات مل سکتی ہے اس ک ساتھ گوتم بدھ کچھ اصول اور ہدایات دیتے ہیں جو ہشتنگانہ راہ کے نام سے مشہور ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر اس دنیاوی خواہش کی آگ کو بجھایا جاسکتا ہے۔ باقی بہت ساری نظریات میں بدھ مت ہندومت اور دوسرے فرقوں سے بہت زیادہ متاثر لگتا ہے۔ کرما اور تناسخ کے عقائد ہندومت میں موجود ہیں۔ اہمسا [عدم تشدد] میں جین اور روایتی ہندوستانی نظریات کی پیروی لگتی ہے۔ اسی طرح اس کی راہبوں کی برادری دوسرے فرقوں کی تنظیمی شکلوں کی نقل معلوم ہوتی ہے۔ ایک بہت اہم عقیدے کے حوالے ہندوؤں میں گوتم بدھ ایک بدعتی سمجھا جاتا تھا کہ اس نے چیزوں کی غیر مستقل اور عارضی نوعیت پر زور دیا تھا، جو "پرماتمان" (ابدی اور نفس کل) کے ہندو عقیدے سے متصادم تھا۔ لیکن اس کے باوجود بدھ مت نے ایک الگ شناخت اور ایک آزاد مذہبی فلسفے کی حیثیت اور شہرت حاصل کی اور کئی صدیوں تک ہندوستان کے ایک بڑے حصے کا غالب مذہب رہا۔

(1) مگدھ اور کوسلیا میں بدھ مت کی اشاعت

مگدھ بدھ مت جیسے غیر برہمنی مذاہب کی ابتدا اور ترقی کے لیے ایک موزوں جگہ تھی۔ جس کے بارے میں یہاں تک مورخین لکھتے ہیں کہ یہ شروع سے ہی راسخ العقیدہ برہمنوں نے مذہبی رسومات اور قربانیوں کے حوالے سے ایک نامناسب جگہ قرار دیا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں طویل عرصے سے راسخ العقیدہ برہمنوں کو کوئی زیادہ قدر

ومنزلت نہیں ملی تھی اس لیے یہ ان کے لیے ناپسندیدہ جگہ تھی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اس علاقے کے باشندے راسخ العقیدہ برہمنوں سے نسبتاً زیادہ آزاد ماحول میں رہتے تھے۔

ریچرڈ ایف گامرچ لکھتے ہیں کہ وہ [برہمنی آثرات سے] اس حد تک الگ تھلگ تھے کہ ان کی سیاست اس شکل کی تھی جس کا برہمنی نظریہ میں تصور موجود نہیں ہے۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ شاید صرف ایک مخصوص عمر سے اوپر والے گھرانوں کے سربراہان یا کسی خاص حیثیت کے لوگ اپنے مسائل پر بات کرنے کے لیے کونسل میں ملتے اور متفقہ فیصلوں تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ کچھ مورخین اسے امراء کی حکومت [oligarchy] اور کچھ جمہوریت کہتے ہیں، لیکن یہ یقینی طور پر برہمنی بادشاہت نہیں تھی، گوتم بدھ نے بھی سنگھا میں سنیارٹی کے علاوہ کوئی عہدے کا کوئی اصول نہیں بنایا، شاہد عمر ہی شاکیہ کونسل میں درجہ بندی کا اصول تھا۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ گوتم بدھ نے اپنے سنگھا کی تنظیم کو اپنی جیسی برادریوں کے مطابق بنایا۔ ایسا لگتا ہے کہ ساتھیوں کے پاس ذات پات کا نظام نہیں تھا لیکن ان کے پاس نوکر تھے۔[9]

غرضیکہ نروان حاصل کرنے کے بعد، گوتم بدھ نے اپنا پہلا خطبہ بنارس کے قریب اسپتانا (جدید سارناتھ) کے دیر پارک [ہرن باغ] نامی جگہ میں اپنے پرانے پانچ سنیاسی ساتھیوں کے ایک گروپ کو دیا۔ ان کے نام کُندنیا [kondanna]، اسّجی [Assji]، بھادِیَ [Bhaadiya]، وپّ [Vappa] اور مہانام [Mahaanaam] تھے۔

یہ خطبہ بدھ مت کی مذہبی کتاب سُتّ پِتک کے سمیُتّ نِکای میں دھمّ چکپَوتّن سُتّ [Dhammacakkappavattana Sutta] میں موجود ہے جس کا نام سنسکرت میں دھرم چکر پرَورتّن سُترَ [Dharmacakrapravatana Sutra] ہے جس کا مطلب ہے دھرم کے پہیے کو حرکت میں کرنا یا دھرم کے قانون کی اشاعت وغیرہ۔

اس پہلے خطبے میں گوتم بدھ نے عیش و عشرت اور جسمانی اذیتوں کی دو انتہاؤں کے درمیان راہ اعتدال کا بتایا ہے اس کے علاوہ آٹھ جزوی راستہ کا ذکر کیا ہے آگے پیراگرافوں میں چار عظیم سچائیاں اور ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہاں پر گوتم کے اس پہلے خطبے کا کچھ حصہ ذکر کیا جاتا ہے جو بدھ مت کے بنیادی اصولوں سے متعلق ہے:

---

[9] Richard F. Gombrich, Theravada Buddhism, A social history From ancient Benaras to Modern Colombo Second Edition, Routledge, New York, 2006, 49-50

Evaṃ me sutaṃ, Ekaṃ samayaṃ Bhagavā Bārāṇasiyaṃ viharati Isipatane Migadāye. Tatra kho Bhagavā pañcavaggiye bhikkhū āmantesi:

ترجمہ: اس طرح میں نے سنا، ایک موقع پر جب بھگوان وراناسی میں دیر پارک جو اسی پتانَ میں ہے ٹھہرے ہوئے تھے وہاں پر انہوں پانچ بھکوؤں کی جماعت سے خطاب کیا۔

Dve me bhikkhave antā pabbajitena na sevitabbā. Yo cāyaṃ kāmesu kāmasukhallikānuyogo hīno, gammo, pothujjaniko, anariyo, anatthasaṃhito. Yo cāyaṃ attakilamathānuyogo, dukkho, anariyo, anatthasaṃhito.

ترجمہ: یہ دو انتہائی حدیں[Extremes]ہیں جنہیں ہر اس شخص کو ہر گز اختیار نہیں کرنا چاہئیے جنہوں اپنا گھر بار چھوڑ دیا ہو[کون سی دو حدیں؟]ایک جسمانی لذتوں کا دلدادہ ہونا جو ایک گراوٹ ہے اور ذلیل کام ہے اور یہ معمولی لوگوں کا کام ہے اور یہ بے وقعت اور بے فائدہ کام ہے۔ اور دوسری انتہا اپنے آپ کو اذیت پہنچانے کی عادت اپنانا۔ یہ انتہا بھی دردناک بے وقعت اور بے فائدہ ہے۔

Ete te bhikkhave ubho ante anupagamma Majjhimā Paṭipadā Tathāgatena abhisambuddhā cakkhukaraṇī, ñāṇakaraṇī, upasamāya, abhiññāya, Sambodhāya, Nibbāṇāya saṃvattati.

ان دونوں سے پرہیز کرنا اے بھکوو! تتھاگت نے درمیانی راستہ جان لیا ہے جو بصارت دیتا ہے علم دیتا ہے اور سکون کی طرف لے جاتا ہے فراست کی طرف لے جاتا ہے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور نجات کی طرف لے جاتا ہے۔

Ayameva ariyo aṭṭhaṅgiko maggo seyyathīdam: Sammā Diṭṭhi, Sammā Saṅkappo, Sammā Vācā, Sammā Kammanto, Sammā Ājīvo, Sammā Vāyāmo, Sammā Sati, Sammā Samādhi.

یہ آٹھ جزوی راستہ ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے صحیح نظریہ اور عقیدہ، صحیح ارادہ، صحیح گفتار، صحیح عمل، صحیح معاش، صحیح کوشش، صحیح فکر، صحیح توجہ[ارتکاز و مراقبہ]

Idaṃ kho pana bhikkhave Dukkhaṃ ariyasaccaṃ; jāti'pi dukkhā, jarā'pi dukkhā, vyādhi'pi dukkho, maraṇaṃ'pi dukkhaṃ, appiyehi sampayogo dukkho, piyehi vippayogo dukkho, yaṃ'pi'cchaṃ na labhati tam'pi dukkhaṃ, Saṅkhittena pañcūpādānakkhandhā dukkhā.

اے بھکوو! دکھ کی عظیم سچائی یہ ہے کہ پیدائش دکھ ہے بڑھاپا دکھ ہے بیماری دکھ ہے موت دکھ ہے ناخوشگوار حالات کا پیش آنا دکھ ہے خوشگواری سے جدائی دکھ ہے، جس چیز کی خواہش ہو اس کا نہ ملنا دکھ ہے اور مختصر یہ کہ پانچ مرکبات کا مجموعہ دکھ ہے۔

Idaṃ kho pana bhikkhave Dukkhasamudayaṃ ariyasaccaṃ; Yāyaṃ taṇhā ponobhavikā nandirāgasahagatā tatratatrābhinandinī seyyathīdaṃ kāmataṇhā, bhavataṇhā, vibhavataṇhā.

اے بھکوو! دکھ کے سبب کے بارے میں عظیم سچائی یہ ہے کہ یہ خواہش ہے جو شدید حرص کے ساتھ اور یہاں اور وہاں خوشی ملنے کے ساتھ دوبارہ ہونا اور دوبارہ زندگی فراہم کرتا ہے۔ یہ ہیں کہ حسی لذات کے لیے حرص، وجود کے لیے حرص اور عدم وجود کے لیے حرص۔

Idaṃ kho pana bhikkhave Dukkhanirodhaṃ ariyasaccaṃ; Yo tassāy'eva taṇhāya asesavirāganirodho, cāgo, paṭinissaggo, mutti, anālayo.

اے بھکوو! دکھ کے علاج کی عظیم سچائی یہ ہے کہ اس خواہش کو مکمل طور پر چھوڑنا ہے اس کا قلع قمع کرنا ہے اس سے اپنے آپ کو آزاد کرانا ہے اور اس سے اپنے آپ کو جدا کرنا ہے۔

Idaṃ kho pana bhikkhave Dukkhanirodhagāminīpaṭipadā ariyasaccaṃ; Ayam'eva ariyo aṭṭhaṅgiko maggo seyyatthīdaṃ: Sammā Diṭṭhi, Sammā Saṅkappo, Sammā Vācā, Sammā Kammanto, Sammā Ājīvo, Sammā Vāyāmo, Sammā Sati, Sammā Samādhi.

اے بھکوو! عظیم سچائی اس راستے کے بارے میں جو اس دکھ سے نجات کی طرف لے جائے یہ ہے کہ یہ آٹھ جزوی راستہ ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے صحیح نظریہ اور عقیدہ، صحیح ارادہ، صحیح گفتار، صحیح عمل، صحیح معاش، صحیح کوشش، صحیح فکر، صحیح توجہ [ارتکاز و مراقبہ]

گوتم بدھ کے شاگردوں میں سے سب سے پہلے کونڈنیہ نے اپنی رائے کا اظہار کیا اس پر گوتم نے اس کے بارے میں کہا" کونڈنیہ جان گیا' جس پر کونڈنیہ کا نام آگیات [جانے ولا] کونڈنیہ پڑ گیا صرف اسی وجہ سے کونڈنیہ کو بدھ مت کی مذہبی کتابوں میں اونچا مقام حاصل ہے کہ گویا انہوں سے سب سے پہلے گوتم کی تعلیمات پر ایمان لایا اور گوتم کے نئے فلسفے کا خیر مقدم کیا[10]۔

اس کے بعد گوتم باقی سارے شاگرد یکے بعد دیگرے گوتم کے دوبارہ سے پیروکار بنے۔ آگے چل کر گوتم نے اپنے دھرم کی پرچار پر پوری توجہ دی آپ نے تقریبا پینتالیس برس ہندوستان کے مختلف شہروں میں اپنے نظریات کا پرچار کیا، ہزاروں لوگ ان کے پیروکار بن گئے ان میں آپ کی سوتیلی والدہ، بیوی اور بیٹا بھی شامل تھے۔[11]

(2) سنگھ [Sangha] کا قیام

گوتم بدھ نے شروع میں ہی اپنا ایک مذہبی ادارہ قائم کیا جسے بدھ سنگھ کہا جاتا ہے۔ یعنی بدھ بھکشوئوں اور بھکشونیوں کی کمیونٹی۔ بدھ مت کے پیروکاروں میں بنیادی طور پر دو قسم کے لوگ شامل ہیں۔ ایک قسم تارک الدنیا لوگوں کی ہے۔ جن کے لیے گوتم بدھ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا سے ناتہ توڑ کر ایک معتدل سنیاسی زندگی اختیار کرنا ہے۔ اور اپنی پوری زندگی نروان حاصل کرنے کے لیے وقف کرنا ہے، ان لوگوں کو بھکشو کہا جاتا ہے۔ پیروکاروں کی دوسری قسم عام اور دنیادار لوگوں کی ہیں جو گوتم بدھ کو اپنا راہنما سمجھتے ہیں لیکن ترک دنیا کر کے نروان حاصل نہیں کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ دنیوی کاموں میں مصروف رہ کر گوتم بدھ کی کی طرف سے ان کے لیے مختص کی گئی مختصر اصولوں کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کی آئندہ کی زندگی اچھی ہو اور اور اس طرح ان کے لیے آہستہ آہستہ نجات کی طرف راہ ہموار ہو جائے۔ ان لوگو کی جماعت کو اُپاسک [upasaka] کہتے ہیں۔ گھر ہستی کی اصطلاحی بھی انہی لوگوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

---

[10] .دھرمانند کوسمبی ،بھگوان بدھ،مترجم ، پرکاش پنڈت، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۶۰، ص۲۱۵۔

[11] T.W. Rhys Devids, *Dialogues of the Buddha*: 35.

گوتم بدھ نے بھکشوؤں کی جماعت کے لیے زیادہ سخت قسم کے اصول وضع کیے تھے۔ تری پِٹک کا پہلا حصہ ونائَ پٹک میں ان تمام اصولوں کی تفصیل اوران میں کمی اور کوتاہی کی صورت میں کفارہ اور سزا کی مکمل تفصیل موجود ہے۔ بھکشوئوں کی کمیونٹی میں داخلے کے لیے بھی باقاعدہ اصول وضوابط ہیں:

1. وہ کسی جذام یا کسی اور مہلک بیماری میں مبتلا نہ ہو۔
2. غلام، سپاہی ، قرضدار یا مجرم نہ ہو-
3. وہ سنگھ میں اپنی خوشی سے داخل ہو رہا ہو اس پر کسی قسم کا کوئی جبر نہ ہو-
4. اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ ہو-

ابتدا میں گوتم بدھ سنگھ میں خواتین کو داخلہ دینے کے حق میں نہیں تھے۔ تاہم، اس نے اپنے شاگرد آنند اور اپنی رضاعی ماں مہاپجپتی گوتمی کی بار بار درخواستوں پر مہاپجپتی کو سنگھ میں داخلے کی اجازت دے دی تھی۔

گوتم بدھ نے بدھ بھکشوؤں کی ذمہ داری لگائی کہ وہ بدھ مت کی تبلیغ اور اپنے لیے روزانہ کھانا جمع کرنے کے لیے آبادیوں کی چکر لگائیں البتہ برسات کے چار مہینوں [جسے وسّ /Vassa کہا جاتا ہے] میں وہ اپنے مقررہ ٹھکانوں سے نہ نکلے تاکہ اس موسم میں جو حشرات الارض نکلتے ہیں انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس وسّ کے دوران بھکشو اپنے ٹھکانوں میں مراقبہ میں مصروف رہتے ہیں اس کو بدھ مت کا اعتکاف بھی کہا جاتا ہے جو تقریبا تمام مکاتب فکر میں عام ہے البتہ موجودہ دور میں بدھ پیروکار یہ ایک مختصر مدت کے لیے بھی سرانجام دیتے ہیں۔

بدھ کے دور میں بدھ بھکشو نے بھی لوگوں میں بدھ مت کی تعلیم کو فروغ دیا۔ برہمنیت کے برعکس انہوں نے معاشرے کے مختلف طبقات کے لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے تک رسائی ممکن بنائی۔

بھکشوئوں کے ساتھ گوتم بدھ نے اپنی زندگی کے بقیہ پینتالیس سال اپنے فلسفے کی تبلیغ میں گزارے، اس نے مردوں اور عورتوں، بادشاہوں اور کسانوں، اعلی ذات کے اور نیچ ذات کے سب لوگوں کو بلا تفریق اپنے مذہب اور فلسفے کی تعلیم دی۔ بدھ مت کا دروازہ برہمنیت کے برخلاف سب لوگوں کے کھلا تھا اور گوتم بدھ کی تعلیمات آسان اور رسومات سے خالی تھیں معاشرے کے تمام مردوں اور عورتوں کے لیے انہیں سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بہت آسان تھا۔

انہوں نے مشرقی وسطی ہندوستان کے گنگا کے میدانی علاقوں (دریائے گنگا اور اس کی معاون ندیوں کا خطہ) کا سفر کیا اور اپنا زیادہ وقت ساوتی / سراوتی، راجگریہہ اور ویسالی کے شہروں کے کے آس پاس گزارا۔ اسی سال کی عمر میں آپ کے انتقال کے وقت تک آپ کے ہزاروں پیروکار تھے۔

مزید بر آن کہ بدھ مت گوتم بدھ کے زمانے میں صرف وسطی ہندوستان میں ہی پھیل گیا تھا۔ مہاتما بدھ کی جائے پیدائش لومبنی، اور کوسی نگر [جہاں گوتم بدھ کی موت ہوئی]۔ دونوں وسطی ہندوستان کے شمالی کنارے پر تھے۔ بدھگیا، جہاں گوتم نے نروان حاصل کیا تھا۔ وہ وسطی ہندوستان کے جنوبی حصے میں واقع تھا۔ سارناتھ کا دیر پارک، جہاں اس نے اپنی پہلی تبلیغ کی۔ وسطی ہندوستان کے مغربی حصے میں تھا۔ یہ چار مقدس مقامات یا یادگاریں جلد ہی زیارت گاہوں کے طور پر پروان چڑھیں۔ یہ سب موجودہ ہندوستان کا وسطی علاقہ بنتا ہے۔[12]

بدھ کی موت کے بعد بہت جلد بدھ مت ہندوستان کے مغربی اور جنوبی مغربی حصے میں پھیل گیا۔ جہاں یہ ماتھورا (مدھورا) میں پروان چڑھا، جو جمنا کے کنارے ایک شہر ہے۔ بدھ مت کی روایات کے مطابق، مہاکتیان [ایک بدھ بھکھو] نے ماتھورا میں بدھ مت کی تبلیغ کی۔ اور وہاں بدھ کی تعلیمات کو پھیلایا۔[13]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ گوتم بدھ کے شاگرد اور بدھ بھکشوئوں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بدھ کے فلسفے کی تعلیم کو پھیلانے کے لیے پھیل گئے تھے اور بدھ مت کی اشاعت کا کام بخوبی سرانجام دیا تھا۔

ایک اور بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ بدھ ایک کرشماتی رہنما تھے جس نے اپنی منفرد تعلیمات کی بنیاد پر ایک مخصوص سنیاسی اور تبلیغی جماعت کی جو بنیاد رکھی اس کی ضروریات اور دھرم کی کی اشاعت کے لیے عام لوگوں نے خوب تعاون کیا جس کی بسبب بدھ مت کی زبردست اشاعت ہوئی۔

(3) بدھ کونسلیں اور بدھ مت کی اشاعت

گوتم بدھ کے انتقال کے بعد مختلف ادوار میں آپ کی تعلیمات کو محفوظ کرنے اور بدھ مت کی آئندہ اشاعت اور نشوونما اور سنگھ کے آپس کے اختلافات و بدعات کے خاتمہ کے لیے بدھ سنگھ کی متعدد اجتماعی نشستیں ہوئیں جنہیں

---

[12] Bibhuti Baniah, *Buddhist Sects and Sectarianism*, Sarop and Sons New Delhi,2000,pp,1

[13], *Buddhist Sects and Sectarianism*,pp,5

مورخین بدھ کو نسلوں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بدھ مت کی روایات میں ان کے لیے سنگتی[Sangiti]یعنی ورد اور تلاوت کی اجتماع کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔[14]

بدھ مت کی روایت کے مطابق پہلا بدھ اجتماع گوتم بدھ کے انتقال کے بعد آپ کے ایک مشہور شاگرد مہا کسیپ کی صدارت اور ریاست مگدھ کے راجہ اجات شترو کی زیر سرپرستی ریاست مگدھ کے صدر مقام راج گریہَ میں ہوا۔ تاکہ یہ طے کیا جاسکے کہ ان کے استاد کے بغیر آگے کیسے جانا ہے۔ بدھ روایات کے مطابق اس میں پانچ سو منتخب بھکشوئوں نے حصہ لیا۔ اس اجتماع میں آنند کے مشورے کے مطابق بدھ مت بدھ کی تعلیمات دھرائی گئی۔ آنند اور اپالی نے بالترتیب بدھ کے خطبات [ستّ پٹک] اور خانقاہی نظام کے اصولوں [وِنَ یَ پٹکَ] کی تلاوت کی۔ کیونکہ ابھی تک مگدھی [جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس وقت یہی زبان بولی جاتی تھی] کی کوئی تحریری شکل نہیں تھی، تمام راہبوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ تلاوتیں درست ہیں اور مہاتما بدھ کی تعلیمات کو حفظ کرنے اور ان کو زور سے ورد کرنے سے محفوظ کیا جائے گا۔ اس طریقہ حفاظت کی نظیر ویدوں کی صورت میں پہلے سے موجود تھی۔

دوسری بدھ کونسل بدھ کے انتقال کے تقریباً سو سال بعد ویشالی میں منعقد ہوئی۔ اس میں بدھ سنگھا دو بڑے اسکولوں، ستھاویرَوادَ (بزرگوں کا اسکول) اور مہاسنگھیک (عظیم اسمبلی) میں تقسیم ہوا۔ اس تفرقے کی بنیادی وجہ در آئی تحریف ورسومات اور خانقاہی اصولوں پر اختلاف تھا۔ بدھ مت مذہب کا حلقہ اثر وسیع ہونے کے ساتھ ہی بھکشوئوں کے ایک طبقے میں روایت پسندی اور دوسرے طبقے میں اجتہاد اور آزاد خیالی بڑھتی گئی تھی۔ مہاسنگھیکوں کا خیال تھا کہ ستھاویر اوادی بہت قدامت پسندی اور جمود سے کام لیتے ہیں۔ اور ستھاویر اوادیوں نے مہاسنگھیکوں پر ایسے قوانین کا اضافہ کرنے کا الزام لگایا جو بدھ نے نہیں سکھائے تھے۔ اس طرح سے بدھ مت دو فرقوں میں تقسیم ہوگیا۔ اور ہر فرقے نے اپنے اپنے اصولوں کی خوب اشاعت کی۔

(4) موری شہنشاہ اشوک اور بدھ مت کی اشاعت

پھر موری شہنشاہ اشوک (273-232 قبل مسیح) [سنسکرت اشوک] کا دور آتا ہے جس کے دور حکومت میں، بدھ مت کو شاہی حمایت حاصل ہوئی اور برصغیر پاک و ہند کے بیشتر حصوں تک پھیلنا شروع ہوا۔ اشوک مگدھ

[14] Mohan wijayartana، *Buddhist Monastic life:* according to the Text of the Theravada Tradition, Cambridge University Press Yew York,1990, pp,xi.

ریاست کا تیسرا موری شہنشاہ تھا، بدھ مت کی روایات کے مطابق اشوکا اپنی جوانی میں ایک سخت مزاج آدمی کے طور پر جانا جاتا تھا اور اسے چندا اسوکا (چیر پھاڑ کرنے والا اشوکا) کہا جاتا تھا۔ بطور شہزادہ اسے وڈیسا کا گورنر مقرر کیا گیا جہاں اس نے ایک امیر تاجر کی بیٹی سے شادی کی۔ جیسے ہی اسے معلوم ہوا کہ اس کا باپ بندوسارا موت کے منہ میں ہے، وہ دارالحکومت پاٹلی پترا کی طرف بھاگا اور اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھائی کے علاوہ تمام شہزادوں کو قتل کر دیا۔ اس کی طرف سے اس عمل نے زبردست عوامی مخالفت کو جنم دیا اور کہا جاتا ہے کہ اسوک کو عوامی پذیرائی کے لیے اور بادشاہ کا تاج حاصل کرنے کے لیے چار سال تک حالات کا مقابلہ کرنا پڑا۔

بدھ مت کی طرف اس کا راستہ ہموار کرنے کے حوالے سے بدھ مت کی روایات میں ہے کہ اپنے دور حکومت کے آٹھویں سال کلنگا [جدید اڑیسہ] پر اپنے حملے کے بعد شہنشاہ اشوک نے بہت ظلم کیا تھا بعد میں اس پر پچھتاوا محسوس ہوا اور جابرانہ رویہ ترک کر کے اپنی رعایا کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لیے کام کرنا شروع کیا۔ اشوک نے انسانوں اور جانوروں کے لیے کنویں، آرام گاہیں اور ہسپتال بھی بنائے، اس نے تشدد، شاہی شکار کے دورے اور سزائے موت کو بھی ختم کیا۔ انہوں نے اسی دوران بدھ مت بھی اختیار کیا۔ اشوک نے دیگر چیزوں کے علاوہ تمام جانوروں کی زندگی کا احترام کرنے اور لوگوں کو دھرم کی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہوئے سٹوپا اور ستون تعمیر کر کے مذہب کا پرچار کیا۔

اس نے بدّھ، دھمّ اور سنگھ کی ہر طرح سے تعظیم و تکریم کی اور مالی مدد پہنچائی۔ اس نے بدھ مت کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ اپنے اقتدار کے بیس سال کے اختتام پر اس نے لومبینی باغ کا دورہ کیا، جہاں کو تم بدھ کی پیدائش ہوئی تھی۔ وہاں اس نے ایک ستون کھڑا کیا جس پر لکھا ہوا تھا کہ اس نے بدھ کی جائے پیدائش کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے اس جگہ کا دورہ کیا تھا۔ مزید برآں، اس جگہ کے اپنے دورے کو یادگار بنانے کے لیے اس نے مقامی لوگوں کو اپنی حکومت کو ٹیکس ادا کرنے سے مستثنیٰ قرار دیا تھا[15]۔ اسی طرح اس نے بودھ گیا اور سارناتھ کا دورہ کیا جہاں بدھ نے روشن خیالی حاصل کی تھی اور اپنا پہلا خطبہ دیا تھا۔

[15] P.V, Bapat, *2500 years of Buddhism*, the Publication Division of Ministry of information and Broadcasting Govt of India,1956, 57.

شہنشاہ اشوک نے مختلف درجات کے مذہبی افسروں کو مختلف صوبوں میں مقرر کیا تھا تاکہ لوگوں کو ایک پرہیز گار زندگی گزارنے میں معاون ثابت ہوں۔

اس نے اپنے احکام پتھروں اور پتھروں کے ستونوں پر تراشے ہوئے تھے۔ چٹان کے احکام زیادہ تر اس کی وسیع سلطنت کے اطراف میں مختلف جگہوں پر پائے جاتے تھے اور ستونوں کے احکام اونچی سڑکوں کے ساتھ یا زیارت گاہوں پر نصب تھے جہاں بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی رعایا تقویٰ کے قوانین پر عمل کرے۔

شہنشا اسوک شکار کی مہمات پر جانے کی بجائے مذہبی دوروں پر جاتا تھا، کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ان دوروں سے وہ سنیاسیوں سے ملاقات کر سکیں گے اور ان کی مدد کر سکیں گے اس کے علاوہ ان کے ساتھ مذہبی حوالے سے کچھ بات کر سکیں گے۔

موری بدھ مت کی ایک اور خصوصیت اسٹوپوں کی پوجا اور تعظیم تھی، یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ان سٹوپاوں کی عقیدت کا عمل برکت لا سکتا ہے۔

بدھ مت کے ایک سخت پیروکار کے طور پر، اس نے بدھ مت کے خانقاہی اداروں کو بڑے تحائف سے نوازا۔ اس نے بہت سے غیر بدھوں کو ایک آسان زندگی کے لیے بدھ سنگھ کی طرف راغب کیا جس کے نتیجے میں سنگھ کی پاکیزگی کو نقصان پہنچا اور اس کے نتیجے میں اس کی متواتر مذہبی تقریبات میں خلل پڑا۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ پاٹلی پتر میں ایک مذہبی اجتماع منعقد کیا جائے تاکہ دھم کی تعلیمات کی اصل نوعیت کا تعین کیا جا سکے اور جو لوگ اس پر پورا نہیں اترتے ہیں انہیں خارج کر دیا جائے۔

اسوکا نے یہ تیسری بدھ کونسل تقریباً 250 قبل مسیح ق م میں پاٹلی پترا میں اپنی سربراہی میں بلائی۔ تیسری بدھ کونسل بلانے کی روایتی وجہ [جیسا کہ پہلے ذکر کیا] بتائی جاتی ہے کہ اس اجتماع کا مقصد بدھ سنگھ میں بدعات کا قلع قمع اور بدھ تعلیمات کو ان کی خالص صورت میں ترتیب دینا تھا۔ چنانچہ تمام بدعات اور ان پر عمل پیرا بھکشوئوں کو بدھ سنگھ سے خارج کر دیا گیا اور گوتم کی تعلیمات کو تین مجموعوں کی صورت میں ترتیب دیا گیا۔ ابھی دھم پٹک کا اضافہ بھی کیا گیا

[16] یہی مجموعے آج تری پٹیکا کے نام سے جانے جاتے ہیں جو ہنایان یا تھیراواد بدھ مت کی مقدس کتابیں ہیں۔ اس تیسری بدھ کونسل کی صدارت بزرگ راہب موگلی پوتا تیسا نے کی اور کونسل میں ایک ہزار راہبوں نے حصہ لیا تھا۔ بظاہر اس کونسل کے بعد ہی مختلف ممالک میں مذہبی مشن بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بدھ مت کے ادبی ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے مشن گندھارا، کشمیر اور جنوب میں سیلون [سری لنکا] مالے [ملائیشا اور سماٹرا [انڈونیشیا کا علاقہ / جزیرہ][1] تک کے ممالک میں بھیجے گئے تھے۔ لیکن ریکارڈ خاص طور پر سیلون کے مشن کے بارے میں ہیں، جہاں اسوک شہنشاہ نے اپنے بیٹے مہندرا اور اپنی بیٹی سنگھمِتا [سنسکرت: سنگھ مترا] کو بھیجا تھا۔ دونوں کی سری لنکا میں بدھ مت کی اشاعت اور ارتقاء کے لیے کلیدی کردار نے بہت مختصر عرصے میں وہاں بدھ مت کو اتنا مضبوط کیا کہ وہ قلیل مدت کے اندر بدھ مت کا دوسرا مرکز بنا جہاں بدھ مت کا بنیادی مذہبی ورثہ پہلی صدی قبل مسیح کو پہلی دفعہ کتابت کی صورت میں وجود میں آیا۔ جو بدھ مت کے ابتدائی متون کا واحد مکمل مجموعہ ہے۔ یہ مہاویہار اسکول کی روایت کی عکاسی کرتا ہے۔ بعد میں تھیرواد کے پالی مہاویہار کے مبصرین جیسے کہ بدھ گھوسا (چوتھی سے پانچویں صدی) اور دھمپالا نے سری لنکا کے روایتی تفسیری ادب کو منظم کیا۔

اس کے علاوہ آج جتنے ممالک میں تھیرواد بدھ مت کی اکثریت ہے تقریباً ان سب میں بدھ مت کی تعلیمات کے پہنچنے کا بنیادی ذریعہ یہی سری لنکا بنا۔

اشوک کی بیٹی، سنگھمتا نے سری لنکا میں بھیکھونی راہبائوں کا سلسلہ بھی قائم کیا، وہ اپنے ساتھ مقدس بودھی درخت کا ایک پودا بھی لے کر سری لنکا پہنچی تھی جو بعد میں انورادھاپورہ میں لگایا گیا تھا۔ ان دونوں شخصیات کو سری لنکا تھیرواد کے افسانوی بانیوں کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

(5) مہایان اور نئی سترں [Sutras] کا آغاز

دوسری صدی قبل مسیح سے پہلی صدی عیسوی تک کا دور بدھ مت کے ادبی ورثہ کے ارتقائی عمل کا اہم دور ہے اس دور میں ایک طرف پالی ادب تحریری شکل میں آجاتا ہے تو دوسری طرف نئی سترں کا آہستہ آہستہ ظہور بھی

[16] *Buddhist Monastic life*: according to the Text of the Theravada Tradition, pp, xi.

ہونے لگتا ہے۔ مہایان (عظیم گاڑی) کا بھی ظہور ہوتا ہے جو مہا سنگھیک اور سروستی واد نظریات اور ادب کا وارث اور مابعد ارتقائی صورت ہے۔ مہایان نے بودھی ستوا کے نظریے پر زور دیا۔ اسی طرح مہایان ستروں نے نئے عقائد کو فروغ دیا، مثلا دوسرے بدھ بھی موجود ہیں جو بیک وقت ان گنت دیگر عالمی نظاموں میں تبلیغ کر رہے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مہایان، بودھی ستواوں اور متعدد بدھوں کو مابعد الطبیعاتی اور ماورائی درجہ دینے کے طور دیکھے جانے لگے۔

مہایان کچھ عرصے کے لیے ہندوستانی بدھ مت کے ماننے والوں میں ایک اقلیت رہی، آہستہ آہستہ بڑھتی رہی یہاں تک کہ 7 ویں صدی کے ہندوستانی تمام راہبوں میں سے نصف مہایانسٹ تھے۔ ابتدائی مہایان مکاتب فکر میں مدھیماکا، یوگاچارا، اور بدھ فطرت (تتھاگتا گربھ) کی تعلیمات شامل تھیں۔ مہایان آج مشرقی ایشیا اور تبت میں بدھ مت کی غالب شکل ہے۔

پہلی صدی قبل مسیح کے آخر میں اور پہلی صدی عیسوی میں بدھ مت کی دو کونسلوں کا انعقاد ہوتا ہے دونوں ادبی ورثے کے حوالے سے اہمیت کے حامل ہیں پالی ادب کے حوالے سے بدھ کونسل سری لنکا میں بادشاہ وٹّ گمنی ابیا کے دور میں 29 قبل مسیح کو بلایا تھا جس میں پالی ادب کو تحریری شکل دے دی جو "تی پٹک" کی صورت میں آج موجود ہے۔ اور دوسری کونسل سرواستیوادیوں کا 78 عیسوی میں کشمیر میں منعقد ہوئی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ کنشک نے بلایا تھا۔ اس کشمیر کی کونسل کی اہمیت اس لیے ہے کہ اس میں ایک ایسے فرقے کے مقدس متون اور مذہبی روایات تیار کئے گئے جو نظریاتی اور اعتقادی حوالے سے پالی بدھ مت یعنی ہنایان کے قریب [اکثر مورخین اور مستشریقین سروستی وادَ کو ستھاویراواد کا ذیلی فرقہ بتاتے ہیں] لیکن ان کے مذہبی روایات سنسکرت زبان میں تھے۔ راجا کنشک نے پانچ سو بھکھوں کو کشمیر میں جمع کیا، جس کی سربراہی وسومترا نے کی، سروستی وادی ابی دھرمَ متون کو منظم کرنے کے لیے، جو پہلے پراکرت مقامی زبانوں جیسے گندھاری اور کروستی رسم الخط) سے سنسکرت زبان میں ترجمہ کیے گئے تھے۔ اگرچہ سرواستی واد فرقہ اب ایک اپنی الگ شناخت کے ساتھ موجود نہیں ہے، البتہ اس کا مذہبی ورثہ مہایان فرقہ کو وراثت میں ملا تھا۔

شہنشاہ کنشک کا دور بھی بدھ مت کا سنہری دور ہے راجہ کنشک نے بدھ مت کو شہنشائی سرپرستی فراہم کی، اس کے دور میں بدھ بھکشوؤں نے بدھ مت کو وسطی اشیاء اور چین میں فروغ دیا۔ مہایان فرقے کو اس دور میں زیادہ

فروغ ملا۔ اس دور میں بدھ مت پر ہر طرف سے سرکاری اشرافیہ مہربان رہے۔ اسی دور میں چین کے سیاحوں نے چائنی زبان میں بدھ مت کا بہت سارا مذہبی ادب منتقل کیا جن سے بعد میں بدھ مت کے سنسکرتی مذہبی کتابوں کی تکمیل میں بھی بہت مدد ملی۔

الغرض پانچویں اور چھٹی صدی عیسویں تک ہندوستان بدھ مت کا ایک مرکز رہا جہاں سے آس پاس کے علاقوں میں بدھ مت خوب پھیلا ساتویں صدی عیسوی سے بدھ مت کا ہندوستاں سے جب زوال شروع ہوتا ہے تو سری لنکن اور چینی بدھ مت آس پاس کے ملکوں اور علاقوں پر اثر انداز رہا۔ سری لنکا سے تھیروادبدھ مت کو فروغ ملتا ہے اور چین سے مہایان اور اس کی ذیلی شاخ وجرایان بدھ مت کو اشاعت ملتی ہے۔ ان ملکوں سے کہاں کہاں بدھ مت کیسے پہنچتا اور فروغ پایا اس کی کچھ تفصیل آخری باب 'بدھ مت آج دور جدید" میں کیا گیا ہے۔

خود آزمائی

1. آریائی لوگوں کے مذہب کے بارے میں مختصر لکھیں۔
2. برہمنیت کیا ہے؟
3. شرمن روایات پر تفصیل سے لکھیں۔
4. بدھ مت کا آغاز کیسے ہوا؟
5. بدھ مت کی ابتدائی اشاعت کے بارے میں لکھیں۔
6. بدھ مت کی اشاعت میں شہنشاہ اشوکَ کا کردار کتنی اہمیت رکھتا ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔
7. بدھ کونسلوں کے بارے میں بتائیں۔
8. مہایان بدھ مت کا آغاز کس طرح ہوا؟ واضح کریں۔
9. چارواکس اور اجیویکوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
10. بدھ سنگھ کے بارے میں بتائیں۔

جوابات

تمام سوالوں کے جواب متعلقہ یونٹ سے تلاش کریں۔

یونٹ نمبر6

گوتم بدھ کی حیات

تالیف: عبدالمتین کاکڑ

نظر ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

ڈاکٹر حسن بیگ

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف .....

یونٹ کے مقاصد .....

1. گوتم بدھ کی حیات .....
2. گوتم بدھ کا خاندانی پس منظر .....
3. گوتم بدھ کی پیدائش .....
4. گوتم بدھ کی شادی .....
5. گوتم بدھ کی شادی .....
6. چار مناظر .....
7. ترک دنیا حصول علم اور ریاضت .....
8. مراقبہ اور آزمائشیں .....
9. حصول نروان .....
10. نظریات کا پرچار .....

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں گوتم بدھ کی حیات اور حالات زندگی کے بارے میں بیان ہوا ہے گوتم بدھ جس کا اصل نام سدھارتھ تھا، بدھ مت مذہب کا بانی ہے، موجودہ دور میں بدھ مت دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک ہے۔ سدھارتھ کپل وستو کے راجہ شُدھودَن[Shuddodana] کا بیٹا تھا، کپل وستو موجودہ نیپال اور انڈیا کے درمیانی سرحدی علاقے میں آباد ایک شہر تھا۔ سدھارتھ کی پیدائش 563 قبل مسیح کو ہوئی۔ شاہی محل میں پر تعیش ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی، تاہم سدھارتھ، جو بچپن سے ہی ایک تنہائی پسند اور متفکر واقع ہوا تھا، شاہی محل کی اس پر تعیش ماحول کا خوگر نہیں بن سکا تھا۔

آپ میں بچپن ہی سے سوچ بچار، سنجیدگی اور خلوت پسندی جیسی صفات موجود تھیں گوتم کی ان صفات کی وجہ سے راجہ شدھودن اپنے بیٹے گوتم کو متفکر رہنے اور خلوت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے لیکن والد کی ان انتھک کوششوں کے باوجود گوتم کو زندگی کی دنیاوی مصروفیات اور حکومتی شور شرابوں سے کوئی لگاؤ پیدا نہیں ہو رہا تھا۔ والد نے آپ کی شادی سولہ برس کی عمر میں یسودھرا نامی لڑکی سے کرائی، مگر شادی بھی آپ کو خلوت سے بے نیاز نہ کر سکی۔

اسی سوچ وبچار میں آپ نے مشاہدہ کیا کہ درحقیقت زندگی دکھ اور پریشانیوں سے بھری ہوئی ہے، حتی کہ اہل ثروت بھی اکثر مایوس اور ناخوش رہتے ہیں۔ نیز ہر شخص بیماریوں اور پریشانیوں کا شکار رہتا ہے اور آخر کار بڑھاپا آتا ہے اور موت آجاتی ہے۔ یہ سب دکھ ہی دکھ ہے جس سے نکلنے کے لیے سدھارتھ نے غور وفکر کیا کہ کیا کوئی ایسی کیفیت بھی ہے جو ان دکھوں سے نجات دیتی ہو یا زندگی کی ان دکھوں اور عارضی مسرتوں سے بالاتر ہو۔ بالآخر اسی سوچ وفکر نے سدھارتھ کو انتیس برس کی عمر میں اپنی مسرتوں والی زندگی ترک کرنے پر مجبور کیا آپ نے اپنی شاہانہ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کی، اپنی بیوی اور اپنے ایک نومولود بچے راہل کو شاہی آسائشوں میں چھوڑ کر خود ایک مفلس یوگی کی زندگی اختیار کی۔

کچھ عرصہ سدھارتھ نے اس دور کے مشہور برہمن سنیاسی علماء سے علم حاصل کیا، مگر جب ان علوم سے تسلی اور تشفی نہ ہوئی تو انہوں نے جسمانی ریاضتوں کی طرف توجہ دی، کئی سال وہ مسلسل فاقہ کشی اور خود اذیتی کے مراحل

سے گزرا۔ آخر کار وہاں سے بھی مایوسی ہوئی اور اسے ادراک ہوا کہ جسم کو اذیت دینا بھی مسئلہ کا حل نہیں، چنانچہ انہوں نے پھر سے باقاعدہ خوراک لینی شروع کی اور فاقہ کشی کو ترک کر دیا۔

اب آپ نے خلوت میں انسانی زندگی کے مسائل پر مراقبہ شروع کیا۔ آخر کار اسی مراقبے کی حالت میں ایک انجیر کے درخت کے نیچے آپ پر منکشف ہوا کہ آپ نے زندگی کے مسائل کا حل پالیا ہے، آپ کو بودھی [روشنی] حاصل ہوگئی ہے۔ اس حقیقت کے منکشف ہونے کے بعد آپ گوتم بدھ بن گئے، اس وقت آپ کی عمر پینتیس برس تھی۔ زندگی کے پینتالیس برس اس نے شمالی ہندوستان میں سفر کرنے میں گزارے۔ وہ ان لوگوں کے سامنے اپنے خیالات کا پرچار کرتا جو اسے سننے آتے تھے۔ 483 قبل مسیح میں اپنی وفات کے سال تک وہ اپنے ہزاروں پیروکار بنا چکا تھا۔ آپ کی وفات دوران سفر ویشالی میں ہوئی۔

یونٹ کے مقاصد

1. طلباء گوتم بدھ کی زندگی کے حوالے سے کچھ بنیادی ماخذ کے بارے میں جان سکیں۔
2. گوتم بدھ کے خاندانی پس منظر سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
3. گوتم بدھ کی پیدائش اور اس بارے میں مورخین کے آراء اور علماء کی تحقیق کے بارے میں جان سکیں۔
4. گوتم بدھ کے ابتدائی حالات زندگی سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
5. گوتم بدھ کا شاہانہ زندگی چھوڑنے اور آپ کے حصول علم، ریاضتی مشقوں کے بارے میں جان سکیں۔
6. گوتم بدھ کے مراقبہ اور نروان حاصل کرنے کے بارے میں جان سکیں۔
7. گوتم بدھ کے نئے دریافت کردہ فلسفے کی ابتدائی پرچار کے حوالے سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
8. گوتم بدھ کی زندگی کے آخری آیام اور پری نروان [وفات] کے بارے میں جان سکیں۔

1- گوتم بدھ کی حیات

گوتم بدھ کی ترتیب وار اور مکمل حیات کے بارے میں بدھ مت کی بنیادی مذہبی کتابوں میں کسی ایک خاص کتاب اور ماخذ پر مکمل انحصار نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ مختلف بودھی روایات، جاتک کہانیوں اور مذھبی لٹریچر میں گوتم بدھ سے منسوب مختلف حالات اور واقعات کی مدد سے بہت بعد میں جاکر آپ کی زندگی قلمبند کی گئی ہے۔ گوتم کی سوانح عمری اور زندگی کے بارے میں اولین ذرائع میں پالی بدھ مت کی مذہبی کتابوں میں بدھ ومسَ [Buddhavamsa]،پالی برتھ سٹوریز[جاتکائیں]ہیں جہاں گوتم کی زندگی کے بارے میں مواد موجود ہے۔ سنسکرت بدھ مت کی مذہبی کتابوں میں بدھ چریتَ[Buddhacharita] گوتم کے سوانح عمری کے حوالے سے ایک منظم تحریر ہے۔ للت وستر[Lalitvistara] بھی آپ کی مشہور سوانح عمری ہے۔

اسی طرح چائنیز بدھسٹ لٹریچر میں فوشوہنگ سن کنگ جو دراصل سنسکرت بدھرم سے بدھ چریت کا ترجمہ ہے جس کو دھرمَ رکشَ نامی پادری نے پانچویں صدی کی ابتداء میں سنسکرت سے چائنیز میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ سنسکرت برتھ سٹوریز[جاتکوں] اور تھیراوادَ بدھرم کے سنہلی ریکارڈ Dhipavamsa، مہاوامس Mahavamsa سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ سُتّ پِٹکَ[بدھ مت کے عقائد کی کتابوں کا مجموعہ] اور ونایَ پِٹکَ[بھکشوؤں کے لیے زندگی گزارنے کے قواعد اور اصولوں مجموعہ] میں بھی گوتم کی زندگی کے واقعات اور حالات کے حوالے سے مواد موجود ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور بات جو ذہن نشین ہونی چاہئیے کہ گوتم بدھ کی پیدائش اور زندگی میں پیش آنے والے مختلف حالات وواقعات کے بارے میں بدھ مت کی روایات میں بذات خود اختلاف پایا جاتا ہے سنسکرت بدھرم مختلف حالات وواقعات کے حوالے سے کوئی موقف پیش کرتا ہے اور پالی بدھرم کوئی اور موقف پیش کرتا ہے۔ حتی کہ نچلی سطح پر مختلف علاقوں میں محفوظ کئے ہوئے ریکارڈ میں بہت سے واقعات میں اختلاف پایا جاتا ہے لہذا کسی ایک کی صحت کے بارے میں حتماً کوئی بات نہیں کہی جاسکتی ہے۔ یہاں پر کوشش کی گئی ہے کہ اختلافی نقطہ نظر کو نظر انداز نہ کیا جائے البتہ اس حوالے سے مشہور اور جدید تحقیق کو ترجیح دی گئی ہے۔

2- گوتم بدھ کا خاندانی پس منظر

گوتم بدھ کے والد کا نام شُدھودَنَ[Śuddhodana][پالی: سُدھودَنَ] تھا۔ اس کا تعلق شاکیَ[Śākya] قبیلے سے تھا۔ شاکیَ[جو اردو کتابوں میں اکثر شاکیا لکھا جاتا ہے] قبیلہ موجودہ نیپال اور انڈیا کے درمیانی سرحدی علاقے میں آباد تھا۔ گوتم کے دور کا ہندوستان مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم تھا ان میں ایک چھوٹی ریاست یا علاقہ آریہ قوم کے اس شاکیا قبیلے کے پاس تھا۔ شاکیا قبیلہ اگرچہ اونچ ذات کا کشتری قبیلہ تھا مگر زراعت کے حوالے سے خاص طور پر چاول کی کاشت سے یہ قبیلہ مشہور ہے۔ یہ قبیلہ متمول اور ایک خوشحال قبیلہ تھا جس کے نام سے اس کی ریاست ہندوستان کی قدیم تاریخ میں ریاست شاکیا سے مشہور ہوا اور جسکو تمام مورخین نے ایک خوشحال ریاست کے طور ذکر کیا ہے اس شاکیا ریاست کی راجدھانی[دارالحکومت] کپِل وستو(Kapilavastu) [پالی: کپِل وَتّھو] تھا۔ جس کے شمال میں کوہ ہمالیہ کی فلک بوس پہاڑی چوٹیاں تھیں اور جنوب میں ریاست کوسلہ تھی جو ایک وسیع و عریض علاقے پر پھیلی ہوئی ایک بڑی ریاست تھی ارد گرد اور بھی بہت سی چھوٹی ریاستیں موجود تھیں جو آپس میں ایک دوسرے سے تو آزاد تھیں لیکن ان میں سے کچھ ریاستیں کوسلہ ریاست کے زیر اثر تھیں جن میں سے کچھ مورخین نے ریاست شاکیا کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ریاست شاکیا کے مشرق میں مشہور ریاست 'ریاست مگدھ' تھی جہاں انڈیا کی موجودہ ریاستیں بہار اور راجگیر ہیں۔

گوتم کے والد راجہ شُدھودَنَ [پالی: سُدھودَنَ]اپنے قبیلے اور ریاست شاکیا کا سربراہ تھا۔ سدھودن نام کا مطلب اچھا ور صاف چاول بنتا ہے۔ یہ نام چاول کی کاشت کی نسبت سے ملا تھا۔ شدھودن سیہَنو[Sihahanu} یا سینہو کا بیٹا تھا سینہو بھی اپنے قبیلے کے سردار اور کپل وستو پر حکومت کرتے تھے اس کے دور میں بھی کپل وستو ایک پر امن اور خوشحال علاقہ تھا سیہنو کے پانچ بیٹے تھے سدھودنَ، دھوتودنَ، سکّودنَ، سکلودنَ، امیتودنَ اور دو بیٹیاں تھیں ایتا اور پمیتا۔

شدھودن ایک مالدار شخص تھا وسیع و عریض زمینوں کا مالک تھا اس کے ساتھ ایک بااصول اور قابل شخص تھا جنہوں نے اپنے قبیلے کو متحد اور خوشحال رکھا تھا۔

گوتم کی والدہ کا نام مایہ یا مہامایہ تھا جو راجہ انجن کی بیٹی تھی جو کپل وستو کے مشرق کی طرف ایک چھوٹی سی ریاست دیودہ نگر کا حکمران تھا۔ کچھ مورخین دیودَھ مایا کے والد کا نام بتاتے ہیں گوتم کے والد راجہ شدھودنَ نے راجہ دیودھَ کی دو بیٹیوں سے شادی کی تھی مایا ان میں بڑی تھی چھوٹی بہن کا نام پَجَپَتی یا مہاپجپتی تھا۔ پَجَپَتی کے دو بچے یعنی ایک بیٹا جس کا نام نند اتھا اور دوسری بیٹی جس کا نام سندرینند اتھا۔[1]

3- گوتم بدھ کی پیدائش

گوتم کی پیدائش چھٹی صدی قبل مسیح بتائی جاتی ہے یہ صدی انسانی تاریخ کا اور خاص طور پر ہندوستان کا ایک عصر آفرین دور ہے اس صدی کو دنیا کے مختلف اور دور دراز خطوں میں ایک غیر معمولی ذہنی اور روحانی ہیجان واقع ہوا ہے فارس میں زرتشت اپنی تعلیمات کی اشاعت میں مصروف تھے تو چین میں اسی صدی میں کنفیوشس اپنی تعلیمات کی پرچار کرتے دیکھائی دیتے ہیں دوسری شرمن تحریکیں تلاش حق اور اپنی اپنی فلسفوں کی تبلیغ میں مصروف العمل تھیں جن کا مرکز مگدھ اور مگدھ کے آس پاس کا علاقہ تھا بہت کثیر تعداد میں روحانی معلمین ملک میں گھومتے نظر آتے ہیں جو آتما اور پرماتما وغیرہ جیسے پیچیدہ اور دقیق عقائد اور مسائل کا حل تلاش کرنے اور عوام کو سمجھانے کی کوششوں میں مصروف دیکھائی دیتے ہیں۔ بدمت کی مذہبی کتابوں میں موجود ہے کہ جب گوتم بدھ نے اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کی تو اس وقت ۶۲ سے زیادہ مذہبی تحریکیں وجود رکھتی تھیں جبکہ جین مت کی کتابوں یہ تعداد بہت زیادہ یعنی ۳۶۳ بتائی گئی ہے ان میں بدھ مت اور جین مت کے علاوہ آجیوک نے زیادہ شہرت پائی، باقی فرقے بہت جلد اور بعض نے آہستہ آہستہ اپنی اہمیت کھو دی۔ بدھ مت اور جین مت نے اپنا وجود آج تک بڑی قوت کے ساتھ برقرار رکھا ہوا ہے خاص طور پر بدھ مت تو بنی نوع انسان کے فکر و عمل پر بہت موثر طریقے سے آج بھی اثر انداز ہے۔

اس پس منظر میں گوتم بدھ کی پیدائش ہوتی ہے۔ آپ کی پیدائش کے حوالے بدھ مت کے قدیم تذکروں میں تفصیل موجود ہے کہ شاکیا قبیلہ ہر سال گرمیوں کے موسم میں سات دن تک ایک مذہبی تہوار مناتے تھے جس میں نذر و نیاز دیتے تھے کچھ مورخین نے اس تہوار کو برہمنوں کو نذر و نیاز دینے کے تہوار کے نام سے یاد کیا ہے۔ مہامایا اور شدھودن نے بھی اس تہوار کے منانے میں بڑی تیاری اور شوق سے حصہ لیا تھا تہوار کے ساتویں رات مہامایہ نے

[1] H.W Schumann, *The historical Buddha: the time, life and Teachings of the Founder of Buddhism*, Translated from German By M. O'C Walshe Motilal Banarsidass Publication Delhi 2004, 6.

خواب دیکھا کہ ان کے پہلو میں ایک چھ دانتوں والا سفید ہاتھی داخل ہوا ہے جس کے بعد وہ فضا میں پرواز کرتی ہے اور اونچے پہاڑ پر اترتی ہے اور لوگوں کا ایک ہجوم اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے سامنے جھک جاتا ہے یہ خواب جب ایتا نام کے ایک نجومی یا گیانی سے بیان کیا گیا تو انہوں نے پیشن گوئی کی کہ آپ کے ہاں ایک بچے کی پیدائش ہو گی وہ بچہ اگر گھریلو زندگی اختیار کرے گا تو بہت بڑا بادشاہ بنے گا جو ساری دنیا پر حکومت کرے گا اور اگر وہ گھر بار چھوڑ کر سنیاسی کی زندگی گزارے گا تو مہاتما[بڑا آروح] بنے گا جس سے روشنی پھیلے گی۔

ڈاکٹر امبیتکر نے یہ خواب اور طرح بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ مہامایا نے خواب میں دیکھا کہ اس کو دنیا کے چار محافظوں نے اپنی چارپائی پر اٹھایا اور کوہ ہمالیہ کے دامن میں لے گئے جہان گنے کے درختوں کے سائے میں آپ کو رکھا اور وہ ایک طرف کھڑے ہو گئے پھر ان چار محافظوں کی بیویوں نے اس کو منسرور[Mansarovar] جھیل کے پاس لے گئیں وہاں وہ نہلائی گئی اور اچھی طرح لباس پہنا کر خوشبو لگوا کر، پھولوں سے آراستہ کیا اس طرح جیسے اس کو دیوتا سے ملنا ہے۔ اس دوران سُمید انام کا بودھی ست[Bodhisatta] نمودار ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں زمین پر آخری پیدائش بن کے آجاؤں آپ راضی ہوں گی کہ میری والدہ بن جائیں۔ مہامایا نے خوشی سے کہا جی ہاں۔ اس کے بعد مہامایا نیند سے بیدار ہوتی ہے۔ اور اپنا خواب سدھودن سے بیان کرتی ہے وہ اس کی تعبیر کے لیے آٹھ برہمنوں کو بلاتا ہے اور ان سے یہ خواب بیان کی جاتی ہے۔ وہ آٹھ برہمن اس خواب کی تعبیر بتاتے ہیں کہ آپ کے ہاں ایک بچے کی پیدائش ہو گی وہ اگر گھریلو زندگی گزارے گا تو بڑا بادشاہ بنے گا اور اگر گھر بار چھوڑ کر ایک سالک اور سنیاسی کی زندگی گزارے گا تو بدھ بنے گا جو دنیا کو روشن کرے گا۔[2]

پھر جب گوتم بدھ کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو[اس زمانے کی رواج کے مطابق بچے کی پیدائش کے وقت خواتین اپنے والدین کے گھر جایا کرتی تھیں] گوتم بدھ کی والدہ اپنے والدین کے گھر کی طرف چل پڑتی ہے راستے میں لُمبنی[Lumbini] نامی جھنڈ میں جب پہنچتی ہے جو کپل وستو سے تقریبا چودہ سے پندرہ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ تو وہاں کچھ دیر کے لیے ٹھہرتی ہے اور وہیں پر گوتم بدھ کی پیدائش ہوتی ہے۔ لمبنی جھنڈ موجودہ نیپال میں واقع تھی جہاں پر اشوکا نے ۲۴۸ قبل مسیح میں گوتم بدھ کی پیدائش کی یادگار کے طور پر ایک ستون قائم کیا تھا۔

[2] B.R. Ambedkar, *The Buddha and his Dhamma*, Siddhart College Publication 1957, pp. 3.

بدھ مذہب کی روایات میں یہ بھی موجود ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت آسمان پر ہر طرف روشنی بکھر گئی، دنیا کے مختلف علاقوں میں زلزلے آئے، باغات میں بغیر موسم کے پھل اور پھول نکل آئے۔

گوتم کی پیدائش کس تاریخ کو ہوئی؟ اس حوالے سے بودھ مت کی تحریروں میں کوئی قطعی وضاحت نہیں ہے بہت سے باہم مختلف بیان ملتے ہیں ان بیانات کی صحت کا تعیّن اس لیے مشکل ہے کہ بدھ مت کی اولین تحریریں گوتم بدھ کی رحلت کے دو تین صدیاں بعد کہیں جا کر لکھی گئیں۔ حتی کہ گوتم کی مکمل حیات گوتم کی وفات کے بعد پہلی آٹھ سے دس صدیوں میں مکمل ضبط تحریر میں آجاتی ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بدھ مت کی روایات میں عموماً گوتم بدھ کی سوانح کو نصیحت، سبق آموزی اور اخلاقی تربیت کی غرض سے اور اسی پس منظر میں پیش کی گئی ہے تا کہ بدھ مت کے پیروکاروں کو گوتم بودھ کے پیش کردہ اصولوں پر چلنے اور اس کے مطابق مکتی [نجات] اور روشن ضمیری [نروان] حاصل کرنے کا شوق دلا سکیں۔

البتہ گوتم بدھ کی عمر کے بارے میں تقریباً تمام مورخین اور بدھسٹ سکالرز ایک بات پر متفق ہیں کہ گوتم بدھ نے ۲۹ سال کی عمر میں گھر بار چھوڑا تھا اور پانچ سے چھ سال شدید اور سخت ریاضت کی زندگی گزاری اور اس کے بعد ۴۵ سال اپنی تعلیمات کی تبلیغ کی۔ یہ مکمل اسی سال بنتے ہیں گویا گوتم کی اسی سال عمر کے بارے میں تمام مورخین اور بدھسٹ علماء متفق ہیں البتہ تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کے بارے میں بدھ مت کی مذہبی روایات اور مورخین کی تحقیق میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

سنہلی روایات مہاوَمسَ [Mahavamsa] اور دیپَوَمسَ [Dipavamsa] میں گوتم بدھ کی پری نروان [وفات] کی تاریخ ۵۴۳ قبل مسیح بتائی گئی ہے آج کل تیرَوادَ بدھسٹ ممالک میں بھی یہی تاریخ منائی جاتی ہے اس تاریخ سے گوتم بدھ کے اسی سال عمر کا حساب لگائیں تو گوتم بدھ کی تاریخ پیدائش ۶۲۳ قبل مسیح بنتی ہے۔

کچھ مورخین اسوکا [اشوکا] کی بدھ مت اختیار کرنے کی تاریخ ۲۶۸ قبل مسیح بتاتے ہیں اور اس واقع کو گوتم کے پری نروان کے ۲۱۸ سال بعد بتاتے ہیں اس حساب سے وہ گوتم بدھ کی تاریخ پیدائش ۵۶۶ قبل مسیح بتاتے ہیں اور تاریخ وفات ۴۸۶ قبل مسیح بتاتے ہیں۔

مغربی اور ہندوستانی مورخین کی ایک بڑی تعداد اوپر ذکر شدہ تاریخوں کو مسترد کرتے ہیں وہ تاریخی حقائق اور بدھ مت کی سنہلی روایات کا تجزیہ اور تطبیق کرنے کے بعد گوتم کی تاریخ پیدائش ۵۶۳ قبل مسیح ثابت کرتے ہیں وہ

اس طرح کہ بدھ مت کی سنہلی روایات دیپ ومس اور مہاومس میں ذکر ہے کہ چندر گپتا نے ۲۴ سال یعنی ۲۹۷ قبل مسیح تک حکومت کی اس کے بعد اس کا بیٹا بندوسارا نے ۲۸ سال ۲۶۹ قبل مسیح تک حکومت کی اس کے بعد بندوسارا کے بیٹے شہنشاہ اشوک کو چار سال لگے حکومت حاصل کرنے میں اور اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں سے نمٹنے میں [دیپ ومس؛ ۶:۲۱ اور مہاومس ؛۵:۲۲] یہ لگ بھگ ۲۶۵ قبل مسیح کا سال بنتا ہے جب اشوکا حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اسی طرح دونوں سنہلی روایات میں ذکر ہے کہ اشوکا گوتم بدھ کے پری نروان کے ۲۱۸ سال بعد حاکم بنے [دیپ ومس ؛۶:۱ اور مہاومس ؛۵:۲۱] اس حساب سے گوتم کی پری نروان ۴۸۳ قبل مسیح کو بنتا ہے اور پھر جب گوتم کی مکمل عمر ۸۰ سال کا اس میں اضافہ کر دے تو گوتم کی پیدائش ۵۶۳ قبل مسیح بنتا ہے۔

ڈاکٹر امبیتکر [جو کہ ایک مشہور انڈین بدھسٹ سکالر ہیں] بھی گوتم بدھ کی تاریخ پیدائش یہی ۵۶۳ قبل مسیح بتاتے ہیں اور تاریخ وفات ۴۸۳ قبل مسیح بتاتے ہیں۔ یہ ۵۶۳ قبل مسیح کی تاریخ زیادہ مشہور ہے اس لیے ہم بھی اسی پر اکتفا کرتے ہیں اگرچہ اس پر بھی بدھ مت کی دیگر اولین روایات کی روشنی میں سوالات اٹھتے ہیں۔

بہر حال گوتم بدھ کی پیدائش پر خوشیاں منائی گئیں۔ آپ کی پیدائش کی خوشی منانے کے دنوں میں ہی آپ کی والدہ فوت ہو گئی اس وقت گوتم صرف سات دن کا تھا۔ یوں آپ چند دن کے بعد ہی ماں کی محبت، پیار اور شفقت سے محروم ہو گئے۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کی والدہ کی چھوٹی بہن پرَجَپتی نے اٹھائی اور آپ کی نگہداشت اور پرورش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

بچے کا نام سدھارتھ [کامیاب وکامران] [پالی سدھاتھ .Siddhatha} رکھا گیا۔ گھر والے سدھارتھ کو گوتم نام سے بلاتے تھے۔ بدھ [Buddha] نام سدھارتھ کو ان کے پیروکاروں کی طرف سے اس وقت ملا جب بدھ مت کے عقیدے کے مطابق گوتم نے جب بڑے بڑے مجاہدوں اور بڑی ریاضتوں کے بعد بودھ یعنی عرفان حاصل کیا ۔ لفظ بدھ دراصل سنسکرت لفظ بودھ [बोध] سے ہے جس کا مطلب گیان، روشنی اور روشن ضمیری وغیرہ کے ہے۔ یعنی گوتم بدھ کا مطلب یہ ہوا کہ گوتم وہ شخص تھا جس نے دنیا کی تمام تاریکیوں اور دکھوں سے نکل کر کامل روشنی کو حاصل کر لی تھی۔ اسی طرح آپ شاکیا مُنی [پالی: ساکیا منی] ساکیا قبیلے کا بھکشو، شاکیا سنہ شاکیا قبیلے کا شیر جیسے القاب سے مشہور ہیں اس علاوہ مہاتما [بڑی روح] آپ کو اس نجومی یا گیانی کی طرف سے ملا ہے جس نے آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے بارے میں پیشن گوئی کی تھی کہ یہ بچہ یا تو بڑا بادشاہ بنے گا اگر انہوں نے گھریلو زندگی اختیار کی اور یا پھر مہاتما

بنے گا اگر گھر بار چھوڑ کر کے سنیاسی اختیار کی۔ اوراس علاوہ بدھ مت کی مذھبی کتابوں میں اکثر گوتم بدھ کو سَماسَم بدھ [مکمل روشن ضمیر]، تتھاگتَ [اس طرح آیا /اس طرح گیا] سوگتَ[اچھا گیااور خوش وہنے والا]، ستّھا [استاد] بھگوا[اعلی]لوک ناتھ[دنیاکامالک]دھرم راجا[اچھائی کابادشاہ]وغیرہ کے القابات سے ذکر کیاجاتاہے۔

سدھارتھ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے رسم وراج کے مطابق ان کی ابتدائی تعلیم کا انتظام ہوا، ڈاکٹر امبیتکر کے مطابق گوتم بدھ نے مندرسے ابتدائی تعلیم کااغاز کیاان کے پہلے اساتذہ کے بارے میں یہی ہے کہ گوتم نے ان برہمن اساتذہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کااغاز کیاجنہوں نے گوتم کی والدہ کی خواب کی تعبیر بتائی تھی۔

سدھارتھ نے چونکہ ایک خوشحال اوراس دور کے ایک شاہی گھرانے میں آنکھ کھولی اس لئے ان کو معاشرتی امتیازات حاصل تھے۔ بدھ مت کی روایات کے مطابق گوتم بدھ کے والد نے گوتم کے لیے ہر ممکن سہولیات کا انتظام کیاتھاان کی چاہت تھی کہ گوتم ہر قسم کے ایسے خیالات اور اثرات سے دور رہے جو گوتم کو گھریلوزندگی چھوڑ کر سنیاسی کی زندگی اختیار کرنے کی طرف مائل کردے، چنانچہ انہوں گوتم کے لیے اپنے محل میں اس دور کے اعلی دنیاوی سہولیات اور دل بہلانے والے مشاغل کا اہتمام کیاتھا۔ وہاں انہوں گوتم کے لیے مختلف فنون سکھانے کا بھی اہتمام کیا تھاوہ بذات خود بڑا بہادر جنگجوراجاتھااور چاہتاتھاکہ اس کا بیٹا گوتم بھی ایساہی بہادر اور جنگجوہو، تاکہ وہ اپنے قبیلے کا سربراہ اور اپنے باپ کا جانشین بن سکے، اس حوالے سے گوتما کو سپہ گری کے فن سکھائے مثلاً نیزہ بازی، تیر اندازی اور شمشیرزنی وغیرہ۔

دوسری طرف گوتم بدھ میں بچپن ہی سے سوچ بچار، سنجیدگی اور خلوت جیسی صفات موجود تھیں، بچوں والی شرارتوں اور کھیل کود سے آپ کو کوئی علاقہ نہ تھا گوتم کی ان صفات کی وجہ سے راجہ سدھودن اپنے بیٹے کے بارے میں اور زیادہ محتاط ہوگئے تھے اور گوتم کو متفکر رہنے اور خلوت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے، خصوصاوہ آپ کو امور سلطنت اور جنگی مہارتیں سکھانے میں بیتاب رہتے تھے لیکن والد کی ان انتھک کوششوں کے باوجود گوتم کو زندگی کی دنیاوی مصروفیات اور حکومتی شورشرابوں سے کوئی لگاؤپیدانہیں ہورہاتھا۔ وہ ایک رحم دل اور ہر قسم کی استبداد کے شدید مخالف تھے۔ بدھ روایات کے مطابق وہ اپنے والد سے ایسے سوالات پوچھتے تھے کہ والد کو پریشانی ہوجاتی تھی کہ بیٹا کہیں گھریلوزندگی چھوڑ کر ریاضتوں والی مشکل زندگی کی طرف نہ چلاجائے۔ مثلابدھ مت کی روایات میں ایک تہوار وپرامنگل (Vapramangal) ہل چلانے کے تہوار کا تذکرہ ملتاہے جس کا مورخین نے بھی حوالہ دیاہے کہ

شاہی محل میں ایک دفعہ جب یہ ہل چلانے کا تہوار تھا جس میں سدھارتھ بھی والد کے ساتھ شریک تھے بادشاہ سمیت سب لوگ تہوار کو ہل چلا کر بڑے شوق سے منا رہے تھے سدھارتھ کو ایک اعلی قسم زیورات سے سجے ہوئے سائبان کے تحت ٹھہرایا گیا تھا جس کی خدمت پر متعدد کنیزائیں مامور تھیں وہ کنیزائیں کسی لمحے کے لیے تہوار کی خوشیوں میں مگن ہو گئیں بعد میں شہزادے کا خیال آیا تو دیکھا کہ وہ آنکھیں بند کئے ہوئے ساکت بیٹھا ہوا ہے۔ سب پریشان ہو گئیں والد کو جب پتہ چلا وہ شہزادے کے پاس آیا اور اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی کچھ دیر بعد سدھارتھ نے آنکھیں کھولیں اور والد سے کہا یہ جو تم لوگ ہل چلاتے ہو اس سے بے شمار جاندار مر جاتے ہیں اس لیے یہ کام ٹھیک نہیں ہے۔

الغرض انہیں دنیاوی رونقوں میں گوتم بدھ نے پرورش پائی مگر ان کے اندر ان رونقوں نے کوئی جگہ نہیں پائی۔

4- گوتم بدھ کی شادی

گوتم کی شادی کے بارے میں بھی بدھ مت میں مختلف روایات ملتی ہیں لَلِتَ وِستَرَ (Lalita Vistara) جو بدھ مت میں گوتم بدھ کی سوانح ہے میں بتایا گیا ہے کہ گوتم بدھ کی شادی گوپا نامی خاتون سے ہوئی جو دَنڈَ پانی کی بیٹی تھی۔ لیکن مشہور روایت یہ ہے گوتم کی شادی یشودھرا یا یسودھرا نامی خاتون سے ہوئی جو آپ کی ماموں زاد اور کولی قبیلے کی راجہ کی پوتی تھیں۔

گوتم کی شادی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب گوتم کو تنہائی اور غور و فکر سے دور کرنے کے دوسری تدبیریں کارگر ثابت نہیں ہوئیں تو قبیلے کے چند دانا اور بزرگ لوگوں نے راجہ کو مشورہ دیا کہ شہزادہ معاشرتی اور خاص طور پر حکومتی معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا ہے ان کی اگر شادی کرا دیں تو ہو سکتا ہے یہ دنیاداری کی طرف مائل ہو جائے والد نے اس پر رضامندی ظاہر کی چنانچہ انہوں نے گوتم کی شادی سولہ سال کی عمر میں یشودھرا سے کرائی جو آپ کے ہم عمر تھی۔ کچھ مورخین اور بدھ مت کے بڑے سکالرز نے آپ کی عمر شادی کے وقت انیس سال بتائی ہے مثلاً رائس ڈیوڈ شادی کے دس سال بعد گوتم کے بیٹے راہل کی پیدائش کا قائل ہے. انتیس سال کی عمر میں سدھارتھ اور یسودھرا کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی جس کا نام راہل رکھا۔ راہل کی پیدائش شادی کے بعد کافی دیر یعنی دس یا تیرہ سال بعد ہوئی تھی اس لیے اس کی پیدائش پر بھی بڑی خوشیاں منائی گئیں۔

5- چار مناظر

گوتم بدھ زندگی میں خلوت اور غور و فکر کی طرف ہمیشہ مائل رہتا تھا اور عیش و عشرت کے محلات، شادی بیاہ اور آخر میں اولاد ان کو اس خلوت اور سوچ بچار سے نہیں نکال سکے۔ اس دوران گوتم کی زندگی میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوتا ہے جو گوتم کی خلوت اور سنیاسی کی زندگی کی طرف جانے کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک رات گوتم بدھ نے اپنے دربان سے کہا وہ انہیں محل سے باہر شہر کی طرف لے چلے دربان گوتم کو باہر لے چلتے ہیں راستے میں ایک بوڑھے شخص پر ان کا گزر ہوتا ہے جس کی کمر بڑھاپے کی وجہ سے جھک چکی تھی اور بہت تکلیف سے چل رہا تھا، گوتم اس سے بہت متفکر ہوا کہ ایک دن میں نے بھی ایسا ہی ہو جانا ہے، ایک اور رات پھر دربان کے ساتھ گوتم باہر چلے جاتے ہیں اور راستے میں ایک بیمار شخص کو دیکھتے ہیں جس کی حالت طاعون کی بیماری کی وجہ سے بری ہو چکی تھی۔ اس واقعہ نے بھی گوتم کو اور متفکر بنا دیا، پھر ایک اور رات جب باہر تشریف لے گئے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک میت کو جلا رہے ہیں، اسی طرح ایک رات انہوں نے ایک سالک اور فقیر کو سکون اور خوشی کی حالت میں دیکھا جس پر گوتم کے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ اس فقیر کی طرح زندگی اختیار کر کے وہ دنیا کی تکالیف اور خواہشات سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

انہوں نے یہ بھی سوچنا شروع کیا کہ کیا کوئی ایسی کیفیت بھی ہے، جو ان عارضی خوشیوں سے، جو بالآخر، بیماری، بڑھاپے اور موت سے پامال ہو جاتی ہیں، بلند و بالا ہو-

ان مذکورہ مناظر سے اس بات کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ گوتم بدھ کا دنیاوی مصائب اور تکالیف سے دور رکھنے کا بہت ہی خیال رکھا گیا ہو گا کہ انتیس سال کی عمر میں اسے پتہ چلتا ہے کہ انسان بوڑھا بھی ہوتا ہے اور بیمار بھی ہوتا ہے۔

ان سب واقعات نے گوتم کے غور و فکر میں اور اضافہ کیا اور یہی واقعات گوتم بدھ کو سنیاسی کی زندگی اختیار کرنے کے کے آخری محرکات ثابت ہوئے۔ بدھ مت کی روایات کے مطابق جن چار مناظر کا گوتم بدھ نے نظارہ کیا یہ دراصل ایک فرشتہ (Angel) تھا جو مختلف انسانی شکلوں اور حالتوں میں گوتم بدھ کے سامنے نمودار ہوا تھا وہ دراصل گوتم کو زندگی کی عارضی خوشیوں کی حقیقت سمجھانا چاہتا تھا۔ اسی طرح بدھ مت کے کچھ قدیمی روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ چار نظاروں کا واقعہ راہل کی پیدائش سے پہلے کا ہے گوتم کو بیٹے کی پیدائش کی خبر دریا کے کنارے ایک باغ میں دی جب وہ وہاں اسی سوچ بچار میں مگن تھے کہ دنیا کے دکھوں سے حقیقی سکون کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس پر

گوتم بدھ اگرچہ گھر واپس لوٹے لیکن انہوں نے اسی وقت کہا کہ یہ ایک نیا اور مضبوط بندھن ہے جسے میں نے توڑنا ہے۔ گوتم کی کپل وستو میں بڑے دھوم دھام سے استقبال ہوا، نغمے گانے والیوں میں سے ایک نوجوان لڑکی کی آواز نے آپ کی توجہ حاصل کی جو آپ کی چچازاد تھی جو یہ گا رہی تھی ' والد خوش ہے والدہ خوش ہے بیوی خوش ہے [سدھارتھ جیسے] شوہر پہ اور راہل جیسے بیٹے پر۔ بدھ مت کی روایات میں خوش سے مراد گناہوں اور سنسکار کی زنجیر سے آزاد ذکر کیا جاتا ہے یہ بلند وبالا تصور کی تعلیم اور یاد دہانی کرانے پر گوتم بدھ نے اس لڑکی کو اپنا استاد مان کر بطور فیس کے اپنا گلہ بند اس کو بھیجا، لڑکی نے پہلے یہ مشہور کر دیا کہ سدھارتھ اس کی محبت میں گرفتار ہوا ہے لیکن سدھارتھ نے اس کے بعد اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

6- ترک دنیا، حصول علم اور ریاضت

گوتم بدھ دنیاوی رونقوں میں رہتے ہوئے بھی سکون حاصل نہیں کر سکا تھا۔ اب انہوں نے دنیا کو چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا بدھ مت کی روایات کے مطابق گوتم کی ترک دنیا کا محرک بننے والی سوچ یہ تھی کہ یہ زندگی بڑھاپے، بیماری اور موت سے عبارت ہے اس سے نجات حاصل کرنا چاہیئے۔ باہر کی نظاروں نے آپ جو بہت پریشان کیا تھا کہ زندگی کی تمام عارضی خوشیاں بالآخر بڑھاپے بیماری اور موت وغیرہ کی صورت میں غم میں بدل جاتی ہیں یا ختم ہو جاتی ہیں کیا کوئی ایسا راستہ ہے کہ دنیا کی عارضی خوشیوں سے لگاؤ بالکل نہ رہے کہ ان کے زوال کی صورت میں غم کی کیفیات سے گزرنا ہی نہ پڑے اس طرح مستقل دلی سکون حاصل کیا جا سکے، اس سوچ نے بالآخر گوتم کو ترک دنیا پر مجبور کر دیا۔

جس رات آپ نے گھر بار چھوڑنے کا ارادہ کیا اس رات کو اپنے کمرے میں داخل ہوئے خوشبودار چراغوں سے کمرہ جگمگا رہا تھا راہل اور بیوی سو رہی تھی، بیوی کا ایک ہاتھ بیٹے راہل کے چہرے پر تھا، گوتم کچھ دیر کھڑے ہو کر بیوی اور بچے کو دیکھتے رہے، دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ دنیا کی تمام آسائشوں اور رنگینیوں کو چھوڑنے سے پہلے ایک دفعہ بیٹے کو گود میں لے کر پیار کر لوں لیکن یہ سوچ کر ایسا کرنے سے باز رہا کہ کہیں بیوی نیند سے بیدار نہ ہو جائے اور ان کے لیے گھر چھوڑنے میں مزاحمت کا سامنا نہ ہو۔ چنانچہ وہ کمرے سے نکلے اور رتھ بان چنن کے ساتھ جنگل کی طرف چل پڑے۔

مہاتما بدھ کے ترک دنیا پر نظر ڈالنے کے لیے یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ اس کا گھر بار چھوڑنا اس زمانے اور اس وقت کے معاشرے کے پس منظر میں دیکھا جائے۔

جب مہاتما بدھ نے روحانیت کی تلاش میں گھر چھوڑا تو اپنی بیوی اور اپنے بچے کو عسرت و افلاس کی زندگی میں نہیں چھوڑا، ان کی کفالت یقینی طور پر ان کا دولتمند اور وسیع کنبہ کر سکتا تھا۔ فوجی خاندان کا فرد ہونے کی حیثیت سے ایک نہ ایک روز مہاتما بدھ کو بلاشبہ گھر سے نکل کر میدان جنگ میں جانا ہی تھا جسے ایک مرد کا فرض سمجھ کر قبول کر لیا جاتا تھا۔ دوسری طرف سنیاسی، چلتے پھرتے شرمن زاہد اور برہمن علماء بھی اس معاشرے کا اجنبی نہیں بلکہ مانوس اور اہم حصہ ہوا کرتے تھے۔

اس ماحول میں جب گوتم نے اپنا گھر چھوڑا تو اس وقت آپ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ اس رات کو گوتم نے بڑا سفر کیا اور کولیان ریاست کے پاس انوما(Anoma) دریا کے کنارے پہنچا وہاں پر انہوں سارا شاہی لباس اور زیورات اتار کر اپنے رتھ بان کے حوالے کیا کہ اس کو واپس کپل وستو لے جانا، رتھ بان نے ساتھ رہنے کی اجازت مانگی گوتم نے اسے یہ کہہ کر واپس جانے کا کہا کہ جب تک آپ جا کر انہیں میرا نہیں بتائیں گے والد اور رشتہ داروں کو کیسے پتہ چلے گا کہ گوتم کہاں ہے یا اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ چنن دکھی ہو کر واپس ہو گئے۔

اس کے بعد گوتم نے اپنے لمبے بال صاف کر دیئے ایک پاس گزرنے والے غریب یا چرواہے سے ایک معمولی سا لباس لے کر پہنا اور اپنی نئی زندگی کا آغاز کر کے راجگریہ(Rajagriha) یا راج گریہہ موجودہ راج گیر کی طرف چل پڑا، شمالی شاہراہ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے اور دریائے گنگا کو پار کر کے وہ راج گریہہ جا پہنچے۔ راج گریہہ ریاست مگدھ کا دارالحکومت تھا، اس وقت ریاست مگدھ پر راجہ بمبسار کی حکومت تھی اور ریاست کوسل پر راجہ پاسیناڈی کی، ریاست کوسل اور ریاست مگدھ کے مابین ایک معاہدے کی شق کے طور پر دونوں راجاؤں نے ایک دوسرے کی بہن سے شادی کر لی تھی۔

گوتم بدھ نے ریاضتوں اور مجاہدوں سے پہلے مذہبی فلسفے کی تعلیم حاصل کرنے پر توجہ دی اور سب سے پہلے انہوں نے ایک مشہور عالم 'الارا کلاما' کے پاس گئے ان سے رائج الوقت علوم حاصل کیے۔ لیکن وہاں سے صحیح اطمینان اور تشفی نہ ہو سکی، اس کے بعد تحصیل علم کے لیے ایک اور بڑے عالم اُدّک رام پت گرو کے پاس پہنچے وہاں سے بھی استفادہ کیا لیکن یہاں سے بھی گوتم بدھ کو تشفی نہیں ہو سکی۔ مذہبی فلسفیانہ علوم کے حصول سے گوتم کو جب اطمینان اور تشفی نہیں ہوئی۔ تو ان کا نقطہ نظر پھر بدل گیا کہ کتابی علوم سے عرفان حاصل نہیں ہو سکتا ہے لہذا اب انہوں ریاضتوں کی طرف توجہ فرمائی۔

قدیم بدھسٹ روایات للت وستر میں گوتم بدھ کا یہ سفر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے مگر وہاں یہ ذکر ہے کہ گوتم بدھ راج گریہہ سے پہلے ریاست کوسل میں ویشالی جا کر آلار کالام کے شاگرد بنے اس نے گوتم کو سمادھی یعنی دھیان کے سات منازل سکھائے جس سے گوتم کو کوئی خاص تشفی نہیں ہوئی پھر وہ اُدّک رام پت نامی گرو کے پاس پہنچے وہ بھی سمادھی کے مدرس تھے لیکن وہ سمادھی کے آٹھ منازل بتاتے تھے۔کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ ان سے سدھارتھ نے ہندو شاستر پڑھے۔

غرضیکہ بالآخر ان علوم کے حصول سے گوتم بدھ کو محسوس ہوا کہ یہ تو صرف عیش وآرام کے سامان اور خواہشات سے روکنے کا کہتے ہیں جبکہ یہ خواہشات جو برائیوں اور گناہوں پر اکساتی ہیں ان کو باطن سے مٹا دینا ہی کمال ہے جو یہ کتابی علوم سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے لہذا اب انہوں ریاضتوں کی طرف توجہ فرمائی، جس کے لیے گوتم راج گریہہ گئے راج گریہہ ریاست مگدھ کا دارالحکومت تھا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، یہ بڑی بڑی گھاٹیوں میں گھیرا ہوا پانچ پہاڑوں کے درمیان واقع تھا بہت سارے سنیاسی اور سادھوں ان پہاڑوں میں رہتے تھے جو مراقبہ اور مطالعہ میں بہت شہرت رکھتے تھے۔اور جہاں مختلف شرمن فرقے موجود تھے۔

سدھارتھ نے شہر کے نزدیک پانڈو نامی پہاڑ کی ایک ویران غار کو اپنے مسکن کے طور پر منتخب کیا وہ صبح سویرے کشکول ہاتھ میں لے کر راج گریہہ شہر کے ہر مکان کے دراوازے پر بھیک مانگنے جاتا تھا شہر والے اس خوبصورت اور جوان سنیاسی کی فریفتہ کر دینے والے وجاہت سے سیر نہ ہوتے تھے اور آپ کو دیکھنے اکٹھے ہو جاتے تھے ۔اس کا راج گریہہ کے حکمران راجا بمبی سار کو بھی پتہ چلا جس کو جین مت کی کتابیں مہاویر کا معتقد اور جین دھرم کا پیرو ظاہر کرتی ہیں۔ان کی کتابوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ جب سدھارتھ بھکشا [خیرات] لینے جاتا تھا تو اس کو راجا بھی دیکھنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے الغرض راجا کو ان سے ملنے میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی راجا نے پہلے اپنے سپاہیوں سے گوتم کے ٹھکانے کا پتہ لگوایا اور پھر خود وہاں حاضر ہوا، راجا نے گوتم بدھ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ گوتم نے جواب دیا میں شاکیہ سلطنت کے صدر مقام کپل وتُّو سے آیا ہوں اسی حال واحوالے پوچھنے میں راجا کو پتہ چلا کہ یہ جوان دراصل راجا شدھودن کے بیٹے ہیں۔کچھ مورخین نے یہاں پر ذکر کیا ہے کہ اس راجا اور سدھارتھ کی اگرچہ یہ پہلی ملاقات تھی لیکن دونوں ایک دوسرے کو غائبانہ جانتے تھے اور بچپن میں یہ دونوں ولی عہد ایک دوسرے کو تحفے

تحائف بھیجا کرتے تھے۔[3] اس کے بعد بادشاہ نے کچھ پیشکشیں کیں جس میں حکومت میں وزیر یا حصہ دار تک کی پیشکش شامل تھی لیکن گوتم نے گذشتہ عیش و عشرت اور اپنی شاہانہ زندگی سے راجہ کو آگاہ کیا اور کہا کہ مجھے اس عیش و عشرت اور شاہانہ زندگی میں برائیاں نظر آئیں جبکہ اس تپسیا، گوشہ نشینی اور فقیرانہ زندگی میں مجھے سکون اور راحت مل رہی ہے۔

راج گریہہ کے چاروں طرف پہاڑوں میں جین بھکشو کے علاوہ اور سادھو بھی تپسیا کیا کرتے تھے گوتم کو یہ جگہ اپنی ریاضت کے پسند نہیں آئی چنانچہ وہ یہاں سے اپنی ریاضت اور مجاہدوں کے لیے اُرووِیلا یا یوروویلا کے علاقے میں سینانیگم گیا، اروویلا و مگدھ کے بادشاہ کی فوج کے لیے ایک عسکری شہر کا درجہ رکھتا تھا جہاں خوبصورت اور پر کشش جنگل تھے اسی طرح نرم روندی اور اس کے دونوں طرف سفید رسیلا میدان بھی تھا،اس جنگل کے چاروں طرف بھکشا حاصل کرنے کے لیے گائوں بھی تھے۔ معجم نکای[انگریزی ترجمہ] میں گوتم بدھ کا قول اس حوالے سے یوں بیان کیا ہے:

“Still in search, Bhikkhus, of what is wholesome, seeking the supreme state of sublime peace, I wandered by stages through the Magadhan country until eventually I arrived at Senaanigama near Uruvelaa. There I saw an agreeable piece of ground, a delightful grove with a clear flowing river with pleasant, smooth banks and nearby a village for alms resort. I considered: this is an agreeable piece of ground, this is a delightful grove with a clear flowing river with pleasant, smooth banks and nearby a village for alms resort. This will serve for the striving of a clansman intent on striving. And I sat down there thinking: this will serve for striving. [Majimma Nikaaya 26:17]

ترجمہ: "بھکشوئو، ابھی تک اس کی تلاش میں، جو صحت بخش ہے، اعلیٰ ترین امن کی اعلیٰ ریاست کی تلاش میں، میں مگدھن ملک میں مرحلہ وار گھومتا رہا یہاں تک کہ آخرکار میں یوروِیلا کے قریب سینانیگاما پہنچا۔ وہاں میں نے زمین کا ایک قابل قبول[خوبصورت] ٹکڑا دیکھا، ایک خوشنما باغ جس میں صاف بہتا ہوا خوشگوار اور ہموار کناروں والا دریا تھا،

[3] ۔ کرشن کمار، گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک، مترجم خالد ارمان، نگار شات پبلشر لاہور، ۲۰۰۴، ص:۶۴

ساتھ اور قریب ہی ایک گاؤں خیرات حاصل کرنے کے لیے تھا، میں نے غور کیا: یہ زمین کا ایک اچھا ٹکڑا ہے، یہ ایک خوشنما باغ ہے جس میں صاف بہتا دریا ہے خوشگوار اور ہموار کناروں کے ساتھ، اور قریب ایک گاؤں خیرات حاصل کرنے کے لیے بھی موجود ہے۔ یہ [نروان حاصل کرنے کی] کوشش کرنے والے افراد کے لیے ایک مفید جگہ ہے۔ اور میں یہ سوچ کر بیٹھ گیا: یہ جدوجہد [کرنے والوں] کے لیے مفید ثابت ہو گا۔

اروویلا میں گوتم نے اپنے پانچ رفقاء اور شاگردوں کے ساتھ اپنی سنیاسی کے تقریباً چھ سال گزارے۔ گوتم یہ تپسیا نفسانی خواہشات اور شہوانی جذبات کو کنٹرول کرنے کی غرض سے کرنے جا رہا تھا اور انہوں نے تپسیا شروع کرنے سے پہلے کسی کو تپسیا کا مقصد کچھ تشبیہات سے سمجھایا تھا جس کی تفصیل قدیم بدھی روایات میں آج بھی موجود ہے۔ ان روایات میں ہے کہ گوتم نے ایک دفعہ اپنے ایک مخاطب سے کہا کہ اگر کوئی گیلی لکڑی پانی میں پڑی ہو یا پانی سے دور پڑی ہو اور کوئی شخص اس پر ارترانی [وہ لکڑی جس کے گھسنے سے آگ پیدا ہوتی ہے] رگڑ کر آگ پیدا کرنے کی کوشش کرے گا تو کیا اس سے آگ پیدا ہو گی؟ مخاطب کا جواب نفی میں آتا ہے گوتم اس کو سمجھاتے ہے کہ جن شرمن اور برہمنوں کے ذہن اور جسم نفسانی خواہشات سے پاک نہیں ہوئے وہ چاہے جتنی بھی تکالیف برداشت کر لیں بے سود ہوں گی جس طرح گیلی لکڑی کو آگ نہیں لگ سکتی اسی طرح اس شخص پر حقیقت کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اس کو مخاطب کرتے ہوئے گوتم نے کہا کہ اگر ایک خشک لکڑی پانی سے دور پڑی ہو اور اس پر ارترانی گھس کر آگ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو کیا وہ آگ پیدا کرے گا اب مخاطب ہاں میں جواب دیتا ہے کہ اگر کوئی شرمن یا برہمن جسم اور ذہن دونوں اعتبار سے نفس کشی کر چکے اور جن کے نفسانی خواہشات پوری طرح مٹ چکے وہ اپنے جسم کو ایذا پہنچائے یا نہ پہنچائے انہیں حقیقت کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔

بدھی روایات کے ان واقعات کے مطابق گوتم کو یہ احساس پہلے سے تھا کہ صرف سخت تپسیا ہی منزل مقصود نہیں اور نہ ہی نفسانی خواہشات کا مکمل طور پر قلع قمع کیے بغیر عرفان کا حصول ممکن ہیں۔

یہ وہ دور تھا جب ہندوستان کے لوگ روحانیت حاصل کرنے کے لیے اپنے جسم کو بڑی بڑی اذیتیں دیتے تھے۔ چنانچہ سدھارتھ نے بھی شرمن طریقے کے مطابق کڑی تپسیا کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے انتہائی درجے کی سختیاں جھیلیں، فاقے برداشت کیے، فاقے سے اس کا جسم دبلا اور انتہائی کمزور ہو گیا، ان سے منسوب کہانیوں کو مختلف مورخین نے نقل کیے ہیں جن میں اپنے آپ کو نقصان پہنچانا روزانہ کا کھانہ مٹر کے ایک دانہ یا تل اور یا چاول

کے ایک دانہ تک محدود کرنا شامل تھا۔ سانس کو روکنے کی مشق کرتے تھے اس مشق کے دوران وہ سردیوں میں پسینے سے شرابور ہوتے تھے۔

بدھ مت کی روایات کے مطابق وہ خود اس حالت کو بیان کرتے تھے کہ اس حالت میں کانوں سے زوردار قسم کی آوازیں خارج ہوتی تھیں جس سے انتہائی سر درد شروع ہو جاتا تھا اور پھیپھڑوں کی تکلیف شروع ہو جاتی تھی۔ گوتم یہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا ریاضتوں اور مجاہدوں سے شکتی [طاقت] اور گیان [علم] حاصل ہو سکتا ہے؟ فاقوں سے آپ کا جسم سوکھ کر محض ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بن کر رہ گیا۔ اس دوران پانچ اور سنیاسی بھی آپ کے ساتھ رہیں جو آپ کے شاگرد بنے اور آپ کے ان سخت ریاضتوں کے مداح تھے۔

یہ سب سخت ریاضتوں اور تقشف میں رہیں آپ کی ریاضتوں کا یہ زمانہ تقریباً پانچ سے چھ سالوں پر مشتمل ہے ان سالوں میں درختوں کے پتے، بیج، گھاس وغیرہ بھی آپ کی خوراک رہی، دن میں کئی کئی گھنٹے ساکت کھڑے رہتے، کانٹوں پر لیٹے رہتے، اپنی زبان کو مسلسل دانتوں کے نیچے دبائے رکھتے، لاغری اور کمزوری اس قدر زیادہ ہو گئی کہ ایک دن بے ہوش ہو گئے، شاگردوں نے یہی سمجھا کہ آپ انتقال کر چکے ہی، آخر بڑی مشکل سے آپ کو ہوش میں لایا گیا۔ ان حالتوں سے گزر کر آخر کار گوتم کا یہ احساس ہوا کہ روحانی مسرت جس کا ان کو تلاش ہے وہ اپنے جسم سے دشمنی کر کے اور اس کو اذیتیں دینے سے بھی حاصل نہیں کی جاسکتی ہے اس مقصد کو پانے کے لیے کوئی اور راستہ یعنی اعتدال کا راستہ ختیار کرنا پڑے گا چنانچہ وہ دوبارہ غذا کی طرف مائل ہو گئے اور بدن کو مناسب کپڑے سے چھپانے لگے۔[4]

پھر ایک موقع آتا ہے کہ سنجاتا نامی دوشیزہ آپ کے پاس آتی ہے اور آپ کو کھیر کا پیالہ پیش کرتی ہے گوتم بدھ وہ پیالہ نوش فرمالیتا ہے چھ سالوں میں یہ پہلا موقع تھا جب آپ نے باقاعدہ خوراک کا آغاز کیا۔ اس پر آپ کے باقی رفقاء اور شاگرد جو حصول مقصد کے روایتی طریقہ کے قائل تھے کہ صرف ریاضتوں اور اپنے آپ کو سخت آذیتوں میں ڈال کر ہی نجات اور مقصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے وہ سب آپ سے ناراض ہو کر اور آپ کو گمراہ قرار دے کر آپ سے الگ ہو گئے۔

[4] گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک، ص:۷۲۔

7- مراقبہ اور آزمائشیں

اب گوتم ندی کے کنارے ایک پیپل کے درخت کے نیچے مراقبہ میں بیٹھ گئے، مراقبہ میں بیٹھنے سے مراد یہ ہے کہ "ہر قسم کی جسمانی حرکت اور ہر احساس کو پر سکون طریقے سے ساکن کر کے بائیں پاؤں کو دائیں ران پر رکھ کر، ہاتھوں کو جوڑ کر دونوں پاؤں کی انگلیاں ملا کر، اپنی ٹھوڑی کو سینے تک جھکا کر، نگاہ کو اپنی ناف پر مرکوز رکھتے تھے۔ دوشیزہ سنجاتا روزانہ انہیں کھانا دینے آتی تھی۔ اس مراقبہ کے وقت گوتم نے یہ تہیہ کر لیا کہ جب تک وہ ابدی مسرت کو حاصل نہیں کریں گے، اس جگہ سے نہیں اٹھیں گے۔

بدھی روایات کے مطابق مراقبہ کے عمل کے دوران آپ کو مختلف آزمائشوں سے گزرنا پڑا جن کے بارے میں مختلف قصے کہانیاں مشہور ہیں مثلاً ایک آزمائش یہ پیش آئی کہ شیاطین نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا اور دل میں مختلف قسم کے وسوسے ڈالے۔ ایک اور آزمائش یہ پیش آئی کہ ابلیس [شیطان] خود آیا اور ایک بڑے علاقے کی حکومت کی پیش کش کی۔ تیسری آزمائش یہ پیش آئی کہ خوبصورت پریوں نے انہیں دعوت گناہ دی۔ آپ ان تمام آزمائشوں میں سرخرو ہو کر نکلے۔

8- حصول نروان

اس کے بعد بدھ مت کی روایات کے مطابق سخت مراقبہ کے دوران گوتم اندر کی کیفیات سے آزاد ہو کر دکھ سکھ، الفت نفرت اور خوشی و غم جیسی کیفیات کٹتے گئے اور آپ پر وہ حقیقت کھل گئی جس کی تلاش میں آپ نے اپنا گھر بار چھوڑا تھا جس کو یہاں خلاصہ طور پر اور ایک دو جملہ میں کچھ اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ بڑھاپا اور دوسری تکالیف اور موت ان سب دکھوں کا سبب دراصل خواہش ہے چاہے وہ ذات سے ہو یا دیگر دنیاوی آشیاء سے ہو اس خواہش کو مٹانے سے ہی ان دکھوں سے چھٹکارا ممکن ہے وغیرہ۔

گویا آخر کار شدید مراقبہ کے بعد مہاتما بدھ کو ۳۵ سال کی عمر میں مکمل روشن ضمیری حاصل ہو گئی۔ یہ روشن ضمیری گوتم بدھ کو، بدھ مت کی روایات کے مطابق موجودہ ہندوستان کے علاقے بودھ گیا میں بودھی درخت کے نیچے ملی تھی اور ساتھ اوپر ذکر شدہ آزمائشوں کا بھی ذکر ان روایات میں کچھ اس طرح آیا ہے کہ یہیں بدھ گیا میں بدھی

درخت کے نیچے ایک حاسد دیوتا 'مارا' کے حملوں کا گوتم بدھ نے کامیابی سے مقابلہ کیا جو طرح طرح کی خوفناک اور لبھانے والی صورتوں میں آپ کے سامنے آتا تھا تاکہ آپ کے مراقبہ میں خلل ڈال سکے۔

کچھ بدھی روایات کے مطابق مراقبہ ہی کی حالت میں آپ کے ذہن میں ایک چمک سی پیدا ہوئی جیسا کہ ان سے کوئی کہہ رہا ہو کہ صرف صفائے باطن [تزکیہ نفس] اور مخلوق کی خدمت و محبت ہی میں فلاح ابدی کا راز پوشیدہ ہے اور انسانی تکالیف سے چھٹکارا پانے کے یہی دونوں ذریعے ہیں۔ اسی نوری کیفیت اور ارتقا یا انکشاف کے بعد وہ 'بدھ' یعنی روشن ضمیر کہلانے لگے اور یہ پیپل کا درخت پھر بودھی پیڑ یا روشن پیڑ کہا جانے لگا۔

اس کے بعد گوتم بدھ کی حالت کیا ہوئی؟ اس کو گوتم بدھ خود ہی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "جب میں نے یہ جان لیا تو میری روح خواہش کی برائیوں سے، دنیوی زندگی کی آلائشوں سے اور غلطی و جہالت کے فواحش سے آزاد ہو گئی۔ اس آزاد کو اپنی آزادی کا علم ہوا۔ دوبارہ جنم لینے سے چھٹکارا مل گیا۔

بدھ مت کی کچھ روایت کے مطابق گوتم بدھ نے اپنے مراقبہ کے دوران وہ علم حاصل کیا جس کو قدیم ہندوستان میں اعلیٰ روحانیت کا خاصہ سمجھا جاتا تھا۔ یعنی انہیں اپنے پچھلے تمام جنموں کا علم ہوا کہ جن میں وہ مختلف صورتوں میں اس دنیا میں رہ چکے تھے۔

کچھ ابتدائی تذکروں میں بتایا گیا ہے کہ گوتم بدھ کو تین طرح کا علم حاصل کرنے پر مکمل روشن ضمیری ملی تھی: اپنے پچھلے سارے جنموں کا مکمل علم، دوسرے سب لوگوں کے کرموں اور جنموں کا علم، اور چار اعلیٰ صداقتیں۔ اس کے علاہ بعد کی تحریروں میں یہ بھی آیا ہے کہ روشن ضمیری پانے کے ساتھ ہی ان کو ہمہ دانی بھی مل گئی تھی۔

نروان حاصل کرنے کے بعد گوتم، سدھارتھ سے گوتم بدھ بن گئے۔

9- نظریات کا پرچار

اب گوتم بدھ نے اپنے نظریات کا پرچار شروع کیا۔ آپ کو اپنے دھرم اور باقی دھرموں میں بڑا فرق نظر آرہا تھا کہ مروجہ دھرموں کا دارومدار کفاروں، قربانی، ریاضتوں، دیویوں اور دیوتاؤں پر یقین اور برہمنوں کی تقدیس پر تھا جبکہ ان کے دھرم کا دار و مدار خوہشات کو مٹانے جذبات کو قابوں میں کرنے اور تمام جانداروں سے ہمدردی پر مبنی تھا، اس لیے وہ اپنے دھرم کو پھیلانے میں دشواری کا احساس نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنے دھرم کو حقیقت پر مبنی سمجھنے

سے اس کی کامیابی اور اشاعت کا پورا یقین اور حوصلہ رکھتے تھے چنانچہ گوتم بدھ اپنے اس نئے دھرم کی پرچار کے لیے سب سے پہلے اپنے ان پانچ شاگردوں کے پاس گئے جن کے ساتھ آپ نے اپنی سنیاسی کے چھ سال گزارے تھے، کچھ مورخین کا کہنا ہے کہ گوتم پہلے اپنے ان دو اساتذہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا جن سے آپ نے سمادھی اور ہندو شاستر سیکھا تھا لیکن جب آپ کو پتہ چلا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں تو آپ پھر ان پانچ سنیاسی شاگردوں کے پاس گئے۔

آپ کے یہ پانچ شاگرد اس وقت اسی پٹانہ جو آج کل سرناتھ ہے میں رہتے تھے۔ یہاں پر دیر نامی پارک [ہرن نامی باغ] میں جو ورَناسی موجودہ بنارس کے قریب ہے گوتم اپنے ان پانچ شاگردوں سے ملے، یہاں ہرن نامی باغ یا دیر پارک میں گوتم نے اپنے پرانے پانچ شاگردوں کے سامنے اپنے دھرم کا پہلا خطبہ دیا۔ پانچوں شاگرد یکے بعد دیگرے آپ کے پیروکار بن گئے۔

آگے آپ کی باقی زندگی اپنے دھرم کی تبلیغ میں گزری اس دھرم کی تبلیغ میں آپ کے سینکڑوں بھکشو آپ کے ساتھ ہوتے تھے وہ دیہات کی طرح شہروں میں بھی جایا کرتے تھے، لوگوں سے اپنے نظریات خطبات، مثالوں اور سوالات کی صورت میں پیش کرتے تھے۔

آپ کی وفات دوران سفر ویشالی میں ہوئی بدھ روایات کے مطابق یہاں پر آپ اپنے ایک غریب عقیدت مند کے ہاں مہمان بن کے ٹھہرے ہوئے تھے، اس غریب شاگرد نے آپ کے سامنے سور کے گوشت کا سالن پیش کیا گوتم سور کے گوشت کھانے سے دریغ کرتے تھے لیکن ایک غریب پیروکار کے پیش کردہ کھانے کا انکار نہیں کرنا چاہتا تھا گوتم بدھ نے وہ کھانا نوش فرمالیا اور اسی دن اسے اسہال کی بیماری لگ گئی۔ اس کے بعد وہاں گوتم بدھ صوبہ یوپی میں بنارس شہر کے مشرق میں ایک جگہ گئے جس کا نام کسی نَرَ[Kusinara] ہے۔ یہاں پر بیماری بڑھ گئی۔[5]

بدھ روایات کے مطابق آپ کے ایک پیروکار سری پترَ جو آپ کے بہت قریب ہوتے تھے، نے آپ کی تعریف کچھ ایسے الفاظ میں بیان فرمائی جو آپ کو پسند نہ آئی اس نے گوتم سے کہا کہ عقل و دانش میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا آپ نے اس سے کہا کہ کیا آپ ماضی کے تمام بلند و بالا شخصیات سے باخبر ہو؟ سری پتر نے جواب دیا نہیں، پھر گوتم نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ مستقبل میں اعلیٰ منصب پر فائز ہونے والے شخصیات کا علم رکھتے ہو؟ سری

[5] Edward.J. Thomas, *The History of Buddhist Thought*, Stephen Austin and Sons, ltd, Hertford London 1933, 49-51.

پتر نے جواب دیا نہیں، اس پر گوتم بدھ نے آپ سے کہا کہ جب آپ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو نہیں جانتے ہو اور نہ بعد میں آنے والوں کا علم رکھتے ہو تو پھر میرے بارے میں اتنی بڑی بات کس بنیاد پر اور کیوں کی؟[6]

آپ کے ایک شاگرد جس کا نام آنند تھا نے آخری وقت میں آپ کی خوب دیکھ بھال کی۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری دن اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میرا وقت قریب آگیا ہے میری اور آپ کی جدائی قریب ہے میری موت پر ماتم نہ کرنا کہ دنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا ضرور ہے اور میری موت سے یہ سچائی اور واضح ہو گی۔ اے بھکشو! اپنے من کی سچائی کی طلب جاری رکھو۔[7]

آپ نے اپنے آخری وعظوں میں اپنے پیروکاروں کو سمجھایا کہ کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے اس لیے ان کے حصول یا نہ حصول کے لیے اپنے جذبات پر قابو پا کر حقیقی نجات حاصل کرو، یہ ۴۸۳ قبل مسیح کا سال تھا کہ گوتم بدھ اس دنیا فانی سے رحلت کر گئے اس وقت آپ کی عمر اسی سال تھی۔ آپ کے جسم کو رائج رواج کے مطابق جلا دیا گیا[8] اور راکھ کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا جن میں چھ حصوں کو آس پاس کے چھ قبیلوں میں تقسیم کیا جن میں سے ایک شاکیا قبیلہ بھی تھا اور ایک حصہ مگدھ کے بادشاہ کو دیا ایک حصہ قریب کے ایک برہمن کو دیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے راکھ کے یہ آٹھ حصوں کو جہاں جہاں دفن کیا وہاں اسٹوپا تعمیر کئے گئے ان میں سے صرف ایک اسٹوپا کو دریافت کیا جا چکا ہے یہ وہ ہے جو شاکیوں نے کپل وستو میں تعمیر کیا تھا۔[9]

اس کے علاوہ گوتم بدھ کی یاد میں اور آپ کی زندگی سے متعلق جو اسٹوپے بنے ان اسٹوپاووں میں سے چار اسٹوپے بڑے مشہور ہو کر زیارت گاہیں بن گئیں۔ ایک لمبنی باغ کا جہاں گوتم بدھ پیدا ہوئے تھے، دوسرا وہ پیپل درخت کا جہاں گوتم بدھ کو بودھ یعنی گیان حاصل ہوا تھا، تیسرا سارناتھ کا جہاں گوتم بدھ نے پہلی بار اپنے دھرم کے بارے میں وعظ دیا تھا، اور اپنے دھرم کی تعلیمات کی تبلیغ کا آغاز کیا تھا، اور چوتھا کسی نارا، جہاں گوتم بدھ کی اس دنیا سے رحلت ہوتی ہے۔

---

[6] Will Durant, *the Story of Civilization*: Our Oriental Heritage, New York, 1954, 438.
[7] *History of Buddhist Thought* 49-50.
[8] Richard A Gard, Edit, *Buddhism*: New York 1961, 78.
[9] Rhys Devids, *Early Buddhism*, 46-47.

خود آزمائی

1. گوتم بدھ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں بدھ روایات اور بدھ مت کے علماء کی تحقیق کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
2. گوتم بدھ کے خاندان اور قبیلے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
3. گوتم بدھ کے بچپن کے حالات اور اوصاف کے بارے میں لکھیں۔
4. گوتم بدھ نے اپنا گھر چھوڑ کر سنیاسی زندگی کیوں اختیار کی تفصیل سے لکھیں۔
5. گوتم بدھ کے حصول علم اور ریاضتی مشقوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
6. گوتم بدھ کی دنیاوی معاملات میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے گوتم بدھ کے والد کی کوششوں کے بارے میں لکھیں۔
7. گوتم بدھ کے حصول نروان کے حوالے سے لکھیں۔
8. گوتم بدھ نے اپنی نظریات کی پرچار کی ابتداء کہاں سے اور کیسے کی؟
9. گوتم بدھ کی مرض وفات اور وفات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جوابات

تمام سوالوں کے جواب متعلقہ یونٹ سے تلاش کریں۔

یونٹ نمبر7

بدھ مت کی تعلیمات، نظریات

اور مقدس ادب

تالیف: عبدالمتین کاکڑ

نظر ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

ڈاکٹر حسن بیگ

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف .....

یونٹ کے مقاصد .....

1. نظریہ خدا .....
2. نظریہ روح و نفس .....
3. نظریہ تناسخ اور نظریہ انسانی اعمال .....
4. چار عظیم سچائیاں یا چار اعلیٰ اخلاقی احکام (پنچ شیل) .....
5. عقیدہ نروان .....
6. بدھ مت کی اخلاقیات .....
7. بدھ مت کے عام پانچ اخلاقی احکام [پنچ شیلَ] .....
8. بدھ مت کی مقدس کتابیں .....

a. تی پٹک [Tipiṭaka] تین ٹوکریاں [تھیرواد بدھ مت کی کتابیں] .....

i. وِنَیَ پٹک [Vinaya] اصول اور ہدایات کی ٹوکری .....

a) پاراجیکَ پالی .....

b) پاچیتی پالی .....

c) مہاوگّ پالی .....

d) چولَ وگّ پالی .....

e) پریوارَ پلی .....

ii. ست پٹک [Sutta] خطبات اور مکالمات کی ٹوکری .....

iii. ابھی دھم پٹک [Abhidhamma] فلسفیانہ عقائد کی ٹوکری .....

iv. دیگر اہم کتب .....

b. مہایان بدھ مت کی مذہبی کتب .....

i. لوٹس سترَ .....

ii. پرجناپارامتّے ستر َ.....
iii. لکنک وتار ستر َ .....
iv. تتھا گھت َ گربھ َستر َ.....
v. جاتک[Jatakas].....
vi. للِتّ وِستر َ .....
vii. بدھ چریت َ.....
خود آزمائی .....
جوابات .....

یونٹ کا تعارف

بدھ مت دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک ہے جس کا بانی گوتم بدھ ہے۔ اس مذہب کی ابتدا پانچویں صدی قبل مسیح کے آس پاس جنوبی ایشیا میں ہوئی۔

بدھ مت کی سب سے مشہور اور بنیادی تعلیمات میں چار عظیم سچائیاں اور ہشتگانہ راہ یا آٹھ جزوی راستہ شامل ہیں جن کی روشنی میں انسانی دنیاوی مصائب کی نوعیت اور ان مصائب سے خود کو آزاد کرنے اور نروان حاصل کیا جاسکتا ہے۔ انسانی زندگی، نجات، کائنات اور موجودات وغیرہ کے بارے میں گوتم بدھ نے جو تعلیمات دی وہ کچھ زاویوں سے اپنے ہم عصر مذہبی نظریات سے میل بھی رکھتی ہیں اور بہت سی جگہوں پر مختلف بھی ہیں۔

بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق انسانی زندگی دکھوں سے بھری اور دوبارہ جنم لینے کا ایک چکر ہے، لیکن اگر کوئی روشن خیالی (نروان) کی حالت حاصل کر لیتا ہے، تو اس چکر میں دوبارہ جنم لینے سے ہمیشہ کے لیے بچنا ممکن ہے۔ گوتم بدھ کے نزدیک نروان حاصل کرنے کا راستہ وہ نہیں جو ہم عصر مذہبی پیشوا بتاتے ہیں بلکہ وہ ہے جو گوتم بدھ نے خود دریافت کیا ہے وہ ہشتگانہ راہ ہے جس پر چل کر ایک شخص نروان کو پا سکتا ہے۔

گوتم بدھ نے چار عظیم سچائیوں کے بارے میں تعلیم دی۔ پہلی سچائی کو دکھ کہا جاتا ہے، جو یہ سکھاتا ہے کہ زندگی میں ہر کوئی کسی نہ کسی طرح سے دکھ اٹھا رہا ہے۔ دوسری سچائی اس دکھ کا سبب (سمودیَ) ہے۔ جس میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ زندگی میں تمام دکھ ایک انسان کو خواہش (تنہَ) رکھنے کی وجہ سے ملتے ہیں۔ تیسرا سچ دنیاوی دکھوں کا خاتمہ (نرودھَ) ممکن ہے، چوتھا سچ دکھوں کے خاتمے کا راستہ [مگّ] ہے یعنی یہ سچ نجات اور نروان کے حصول کے لیے آٹھ جزوی راستے کے بارے میں ہے۔

بدھ مت دنیا میں انسان کے بار بار جنم [Rebirth] اور انسانی اعمال "کرمَ" پر یقین رکھتا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ کس طرح کسی شخص کی موجودہ یا ماضی کی زندگی میں اچھے یا برے اعمال اس کے مستقبل کو متاثر کرتے ہیں اور انہی اعمال کی بنیاد پر انسان دوبارہ جنم لیتا ہے۔

موجودات کے بارے میں گوتم بدھ نے جو تعلیم دی اس کے مطابق یہ دنیا دار الاسباب ہے اس کی تمام چیزیں ایک دوسرے پر منحصر ہیں کسی چیز کا کوئی مستقل وجود نہیں ہے دنیا کی چیزوں کے اندر مندرجہ ذیل تین اوصاف کار فرما

ہیں، ایک یہ کہ ان میں کوئی دائمی جوہر نہیں ہے دوسرا یہ کہ ان میں ایک تغیر پایا جاتا ہے تیسرا یہ کہ یہ تمام چیزیں دکھ کا باعث دکھ ہیں۔

مافوق الطبیعات اور الہیات کے بارے میں گوتم بدھ کی موجودہ تعلیمات میں باقی روایتی مذاہب کی طرح وضاحت نہیں ہے کہ گوتم بدھ کی توجہ کا مرکز عقلی اور تجرباتی بنیادوں پر انسانوں کی دنیاوی زندگی کی اصلاح کرنا تھا ۔اس کے ہاں مافوق الفطرت عقائد انسانی اعمال کی اصلاح اور نجات کے لیے ضروری نہیں بلکہ انسان اپنی ذاتی کوششوں سے نجات حاصل کرنے کو ممکن بنا سکتا ہے جس کے لیے گوتم بدھ نے اپنے اخلاقی اصول دیے ہیں۔

یونٹ کے مقاصد

1. طلباء گوتم بدھ کے نظریہ خدا کے بارے میں جان سکیں اور اس بارے میں علماء کے آراء سے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
2. گوتم بدھ کے نظریہ روح و نفس کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں گے۔
3. گوتم بدھ کے نظریہ تناسخ اور نظریہ انسانی اعمال سے واقف ہو سکیں گے-
4. بدھ مت کے نظریہ علت و معلول[Dependent origination]کے بارے میں جان سکیں گے ۔
5. گوتم بدھ کی چار اعلی صداقتیں یا چار عظیم سچائیوں سے واقف ہو سکیں گے۔
6. گوتم بدھ کے آٹھ جزوی راستہ سے آگاہ ہو سکیں گے-
7. گوتم بدھ کے عقیدہ نروان کو جان سکیں گے۔
8. بدھ مت کی اخلاقیات اور اخلاقی اصولوں کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں -
9. تھیراوادَ بدھ مت کی مذہبی کتابوں کے حوالے سے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
10. مہایانَ بدھ مت کی مذہبی کتابوں کے حوالے سے آگاہی حاصل کر سکیں گے۔

1- نظریہ خدا

بدھ مذہب کے علماء اور عصر حاضر کے مستشرقین نیز دیگر مذاہب کے جید علما اور محققین میں سے ایک بڑی جماعت کا کہنا ہے کہ گوتم بدھ کی تعلیمات خدا یعنی کائنات کے خالق اور مالک کے بارے میں خاموش ہیں نہ تو گوتم بدھ نے ایسی مافوق الفطرت ہستی کا اقرار کیا اور نہ انکار۔ اس حوالے سے انہوں نے کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کی اور نہ ہی اس زمانے میں وہ خدا کے بارے میں نظریات یا فلسفیانہ بحثوں میں دلچسپی رکھتے تھے۔ گوتم کا اصل مقصد انسانوں کا تزکیہ نفس تھا اس لیے اس کی اصل توجہ اسی پر مرکوز رہی۔ پاول ڈھلکے لکھتے ہیں:

Gods there are in hosts in the system of the Buddha, but the concept of God is absent..... The Buddha never denied the existence of a deity; such denial did not come within the scope of his system, inasmuch as it had nothing to do with deliverance.[1]

"بدھ مت کی تعلیمات میں خدا ہیں مگر خدا کا تصور غائب ہے۔۔۔۔۔ بدھا نے کبھی کسی دیوتا کا انکار نہیں کیا، ایسا انکار ان کی تعلیمات کے ہدف اور مقصد کے اندر نہیں تھا [ان کے ہاں] اسکا نجات سے کوئی واسطہ نہیں۔

ایک جگہ وہ اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ بدھا نے اس حوالے سے کیوں کوئی تصور نہیں دیا، وہ لکھتے ہیں:

Alone among all the founders of world-religions, the Buddha only speak of things which he can prove..... Yet concerning that which lays beyond our powers of comprehension, no one in the world neither sage, nor ascetic, nor Buddha, can tell anything.[2]

"دنیا کے مذاہب کے بانیوں میں ایک بدھا ہے جو صرف ان چیزوں کے بارے میں بتاتے ہیں جو وہ ثابت کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ چنانچہ وہ چیزیں جو ہمارے فہم وادراک سے باہر ہیں ان کے بارے نہ کوئی سادھو نہ کوئی سنیاسی اور نہ ہی بدھا خود کچھ بتا سکتے ہیں"

---

[1] Paul Dahlke, Buddhist Essay, Trans Translated From The German by Bhikkhu Stlacara , Macmillan And Co., Limited, London, 1908, 101-102.

[2] Ibid, 102.

لیوس مور اپنے مذاہب عالم کے انسائیکلوپیڈیا میں لکھتے ہیں کہ 'گوتم ناخدا پرست ہے۔ لیکن بدھ کے نظریات میں کہیں خدا کی مخالفت میں اشارہ تک نہیں ملتا۔ بدھ کے نظریہ ناخدا پرستی کا صرف یہی مطلب ہے کہ خدا کی پرستش نہ کر کے بھی نجات مل سکتی ہے"[3]

کرشن کمار اپنی کتاب "گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک" میں لکھتے ہیں: "بدھ مت تخلیق کائنات کے ساتھ ساتھ خدا کے وجود کے حوالے سے بھی خاموش ہے۔ گوتم بدھ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کے وجود سے انکاری تھے۔ ایسے غالباً اس لیے فرض کیا گیا کہ بدھی تعلیمات میں اعتقادات وعبادات کا کوئی واضح اور لمبا چوڑا نظام قیام پذیر نہ ہو سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ بدھ افکار اگر خدا کے وجود کا اثبات نہیں کرتے تو انکار بھی نہیں کرتے۔ محض سکوت {خاموشی} ہے جس کا معنی انکار بہر حال نہیں لیا جاسکتا ہے۔ خدا کے وجود کے متعلق خاموشی اختیار کرنے کی وجہ گوتم بدھ کا یہ خیال تھا کہ اگر اس کے پیروکار کسی خارجی طاقت کا سہارا لیں گے اور اپنے دنیوی مصائب وآلام میں اس کی مدد کے منتظر رہیں گے تو ان کی خود اعتمادی متاثر ہو گی جس کے نتیجہ میں عمل کی انفرادی صلاحیت مجروح ہو گی۔[4]

تبتی بدھ مت کے موجودہ دلائی لامہ [تبتی بدھ مت کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا] بدھ مت کے اسی عقیدے کے حوالے سے کہتے ہیں:

"میں نوبرا [لداخ] میں تھا، اور میں دوپہر کے کھانے کے لیے سڑک پر رک گیا۔ کچھ مقامی لوگ آئے، ان میں سے کچھ کو ہم بیس یا تیس سالوں سے جانتے ہیں، اور اس لیے میں نے ان سے بات کی، میں نے ان سے کہا کہ ہمیں اکیسویں صدی کے بدھ مت کے پیروکار بننے کی ضرورت ہے اور یہ بھی کہ مطالعہ بہت ضروری ہے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا، ''بدھ مت کیا ہے؟'' انہوں نے کہا "بدھم سارنم گچھامی، دھرم سارنم گچھامی، سنگھم سارنم گچھامی۔ [میں بدھ، دھرم اور سنگھ میں پناہ لینے جاتا ہوں] یہ بدھ مت ہے۔" یہ بہت آسان ہے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ بدھ، عیسیٰ مسیح اور محمد میں کیا فرق ہے؟ کہنے لگے کوئی اختلاف نہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ جہاں تک انسانیت کے عظیم اساتذہ ہونے کا تعلق ہے، وہ ایک جیسے ہیں۔ لیکن جہاں تک ان کی تعلیمات کا تعلق ہے ان میں ایک بڑا فرق ہے کہ بدھ مت غیر خدا پرست ہے۔ میں نے ایک دن آپ سے پوچھا کہ کیا بدھ مت الحاد کی ایک شکل ہے یا نہیں، اور آپ نے بتایا کہ الحاد کا

---

[3] لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، مترجم یاسر جواد و سعدیہ جواد نگارشات، لاہور، ۲۰۰۳، ص: ۲۲۵۔

[4] گوتم بدھ: راج محل سے جنگل تک، ۲۶۴۔

مطلب ہے "خدا کے خلاف۔ "بدھ مت خدا مخالف نہیں ہے، بدھ مت تمام مذاہب کا احترام کرتا ہے، لیکن بدھ مت اس معنی میں غیر الٰہی ہے کہ اس میں کوئی خالق نہیں ہے، تخلیق کار کا کوئی تصور نہیں۔ "[5]

کچھ علماء کہتے ہیں کہ گوتم بدھ کے لیے ان مسائل سے بے اعتنائی کی مندرجہ ذیل دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱- مابعد الطبیعاتی (Metaphysics) مسائل جن کا حل جس طرح اور جس بنیاد پر باقی دھرم پیش کرتے ہیں وہ بنیاد کسی تجرباتی اور مشاہداتی شہادت پر مبنی نہیں اس لیے ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق ان مابعد الطبیعاتی مسائل کے حل کے بارے میں اپنا اپنا نظریہ قائم کرتا ہے۔ ان لوگوں کی مثال ان آدمیوں کی طرح بیان کی ہے جنہوں نے ہاتھی کے مختلف حصوں کو دیکھ کر ہاتھی کو الگ الگ چیزوں کے ساتھ تشبیہ دے کر سمجھا ہو۔

۲۔ ان علماء کے نزدیک دوسری بات یہ ہو سکتی ہے کہ گوتم بدھ کے مطابق ایسے مابعد الطبیعاتی مسائل میں الجھنا تزکیہ نفس اور تکمیل انسانیت کے راستے میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

علماء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ گوتم بدھ نے نظریہ خدا یا نظریہ خالق کا باقاعدہ انکار کیا ہے کہ کوئی قادر مطلق ذات ہے جس نے اس کائنات کی تخلیق کی ہے۔

پروفیسر رومیلا تھاپر اپنی کتاب "History of India" میں لکھتی ہیں۔

Buddhism was also atheistic in as much as God was not essential to the universe there being a natural cosmic rise and decline."[6]

بدھ مت خدا کا منکر بھی ہے اس لحاظ سے کہ اس کا وجود کائنات کے لیے ضروری نہیں۔ پس منظم کائنات میں نشیب و فراز کا سلسلہ فطری ہے۔

محمد مظہر الدین صدیقی لکھتے ہیں "بدھ مت دنیا کے ان چند مذاہب میں سے ہے جو مافوق الفطری موجودات کے منکر ہیں اور جن کے نزدیک انسان کو اپنی اخلاقی زندگی میں کسی ماورائی اور مافوق الفطری ہستی کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں۔ وہ براہ راست انسان سے مخاطبت کرتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ وہ اپنا آپ نجات دہندہ، مصلح، حاکم اور ماوٰی و ملجا ہے۔ مہاتما بدھ کی تعلیم یہ تھی کہ انسان کی روحانی نجات نہ تو خدا کی توفیق سے ہوتی ہے اور نہ اس کے بخشش

---

5 https://studybuddhism.com/en/advanced-studies/history-culture/buddhism-in-modern-times/twenty-first-century-buddhism#how-to-be-twenty-first-century-buddhists

6 Romia Thapar, *A History of India, Vol 1, Penguin Books England 1985,* 66.

وکرم کا نتیجہ ہے۔ بلکہ یہ انسان کی اپنی ذاتی جدوجہد، ارادی قوت اور اخلاقی کشمکش کا ثمر ہے۔ مہا تما بدھ نے اپنے پیروکاروں پر یہ واضح کر دیا تھا کہ ان کی تعلیم کا کوئی باطنی اور پر اسرار پہلو نہیں ہے اور نہ وہ ان اخلاقی معلموں اور روحانی پیشوائوں میں سے ہیں جو مٹھی بند کر کے عام لوگوں سے بہت سی باتیں پوشیدہ رکھتے ہیں۔[7]

اسی طرح گوتم بدھ کے ماننے والوں نے اپنے مذہب سے متعلق سنسکرت اور دیگر زبانوں میں بڑے پیمانے پر لٹریچر تیار کیا لیکن ان میں سے کسی فرقے اور مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں نے بھی خدا کے وجود اور آخرت کی زندگی کا اثبات نہیں کیا۔ ایک ہندو مصنف جی ایس پی مسرا لکھتے ہیں۔

"The most distinctive feature of Buddhist ethics is its freedom from Theism, which leaves room for rationalism and rules out submission to some super human power controlling the world process."[8]

"بدھ مت کی اخلاقیات کی نمایاں خصوصیت خدا کے تصور سے اس کی آزادی ہے جو عقل پرستی کی گنجائش پیدا کرتی ہے اور کسی ایسی مافوق البشر ہستی کے آگے سر تسلیم خم کی ضرورت کو ختم کر دیتی ہے جو کائناتی عمل پر قدرت رکھتی ہو"

اس کے علاوہ علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ گوتم کی تعلیمات میں خدا کا تصور موجود ہے، اس پر بدھ مت کی مذہبی کتابوں کے کچھ حوالے بھی پیش کرتے ہیں مثلا:

تیوِجّ سُتّ [جو "دیگ نکائ" کا حصہ ہے اور بدھ مت کی قدیم روایات میں سے ہے] میں برھما [Brahman] اور برھما کی کی جنت [Brahman heaven] اسی طرح انسان کا برھمان سے جاملنے تک کا تذکرہ ہے جس کے بارے رائس ڈیوڈ اس ست کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ یہ واحد ستّ ہے جس میں ارھت ہونے [Arhathood] کی بجائے برھما کی جنت کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ اسی ست میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ گوتم بدھ نے فرمایا "جب کوئی حق کو قبول کرے پاک صاف زندگی گزارے، بے حد محبت بھرا دل رکھتا ہو، جو سب تک بلا تفریق پہنچے۔ وہی برھما کے وصال کو حاصل کرنے کو قریب ہے۔ وہ موت کے بعد جب جسم فنا ہو جائے گا برہما سے جاملے گا جو ہمیشہ یکساں ہے"[9]

---

[7] محمد مظہر الدین صدیقی، اسلام اور مذاہب عالم ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۴، ۲۱-۲۲۔

[8]. G.S.P. Mirza, *Logical and Scientific Method in Early Buddhist Texts*, 225.

[9] تیوج ست، بحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر غلام رسول چیمہ، ۲۷۶۔

رائس ڈیوڈ کی ایک تحقیق یہ ہے کہ "تے وگاسُتّ" میں برہما یعنی باری تعالی، آسمانی بادشاہت، حیات بعد الموت، بقائے روح اور وصال خدا کا ذکر واضح الفاظ میں موجود ہے۔[10]

جیم پرنسپ جو کہ اشوکا کے کتبوں کا پہلا پڑھنے والا محقق ہے، ان کو جو کتبے ملے ان میں تین جگہوں پر "ایشانا"[Isana] کا ذکر آتا ہے جسکے معنی ایشور کے ہیں پرنسپ نے ایک کتبہ کو یوں ترجمہ کیا ہے "ایسانا پر ایمان لائو اور اس کی ہستی کا اقرار کرو کیونکہ وہی اس بات کا سزاوار ہے کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے" [دھولی کا پہلا کتبہ][11]

آرتھر للی اپنی کتاب "Buddhism and Christendom" میں یہ اقتباس دینے کے بعد لکھتے ہے کہ اشوک کے وقت برہمن خدا تعالی یعنی سب سے اعلی ہستی کو ایشانا کہتے تھے۔[12]

علماء کی اس جماعت کے ہاں بدھ کے کائناتی روح کا جو انکار ہے وہ دراصل ہندومت کے اس دور کے عقیدہ ہمہ اوست کا انکار ہے اس کے لیے گوتم بدھ کے متعلق جو روایت مشہور ہے اس سے بھی یہی نظر آتا ہے کہ وہ انسانی فطرت کا اور فطرت الہی کے حلول کا منکر تھا کہ انسانی فطرت میں نقص اور بری خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ وہ روایت یہ ہے کہ دو ہندو راہب آپ کی خدمت میں آئے جو برھما کی ذات سے حلول کے خواہش مند تھے اور ان کے درمیان اس کے طریقے میں اختلافات تھا۔ انھوں نے اس مسئلہ میں گوتم بدھ کو اپنا حکم [ثالث] بنایا۔ آپ نے ان دونوں سے پوچھا:

کیا تم دونوں خدا کے مسکن سے واقف ہو؟

ان دونوں نے کہا: نہیں

گوتم بدھ نے پوچھا۔ کیا تم دونوں نے خدا "برہما" کو دیکھا ہے؟

ان دونوں نے کہا: نہیں

گوتم بدھ نے پوچھا۔ کیا تم دونوں برہما کی فطرت سے واقف ہو؟

ان دونوں نے کہا: نہیں۔

---

[10] مقالات بدھ از رائس ڈیوڈ صفحہ ۳۱۹ بحوالہ مطالعہ مذاہب چوہدری غلام رسول صفحہ ۲۷۶

[11] مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر غلام رسول چیمہ، ۲۷۵۔

[12] Arthur Lillie, *Buddhism in Christendom or Jesus the Essence*, KEGAN PAUL, TRENCH & CO., PATERNOSTER SQUARE, London, 1887, 219.

گوتم بدھ نے پوچھا۔ کیا تم دونوں سورج کے ساتھ حلول و اتحاد پر راضی ہو؟

ان دونوں نے کہا: نہیں، کیونکہ وہ ہم سے دور اور جلا دینے والا ہے۔

گوتم بدھ نے کہا۔ جب سورج کے ساتھ اتحاد و حلول ممکن نہیں در آنحالیکہ یہ مخلوق ہے تو اس کے خالق کے ساتھ حلول و اتحاد کیوں کر ممکن ہو گا۔

پھر گوتم بدھ نے ان دونوں راہبوں سے کہا کہ کیا برہما حسد اور متکبر ہے؟ راہبوں نے جواب دیا: نہیں۔

گوتم بدھ نے کہا۔ کیا تمہارے اندر حسد نفرت اور غرور نہیں پایا جاتا؟

دونوں راہبوں نے کہا: ہاں، پایا جاتا ہے۔

اس پر گوتم بدھ نے کہا۔ پھر تم دونوں کے لیے برہما کی ذات سے مل جانے اور تمہاری روح کے ان کے اندر حلول کیونکر ممکن ہے جب کہ تمہاری فطرت اس کی فطرت سے مختلف ہے۔[13]

اس جماعت کا یہ بھی کہنا ہے کہ بدھ کو ناستک در حقیقت ان برہمنوں نے قرار دیا جن کے نسلی امتیاز پر انھوں نے کاری ضرب لگائی تھی۔ گوتم بدھ برہمنوں کے نسلی امتیاز کے خلاف تھے اس لیے برہمنوں نے انھیں دہریہ اور وید کا مخالف مشہور کر دیا حالانکہ انہوں نے کبھی وید کی بالکلیہ مذمت نہیں کی، ہاں انہوں نے ویدک دھرم کی بعض تعلیمات پر تنقید ضرور کی تھی۔ مثلاً: نسلی امتیاز، جانوروں کی اندھا دھند قربانی وغیرہ۔

خلاصہ

گوتم بدھ کی موجودہ تعلیمات پر نظر دوڑانے سے ایک بات کا احساس اور یقین ہوتا ہے کہ گوتم بدھ کے ہاں خدا کا اقرار کرنا اخلاقی زندگی کے لیے ضروری نہیں ہے. اور نہ ہی ان کے خیال میں موجودہ زندگی اور اس کے روزمرہ کے مسائل کا حل معلوم کرنے کے لیے کسی کتابی علم یا فلسفیانہ مباحث کی ضرورت ہوتی ہے آپ کے مکالمات سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ انسان کے اچھے اعمال ہی انسان کو نجات کی طرف لے جاتے ہیں۔ بدھ مت کے عقائد کی کتاب دھمّ پدَ میں ہے:

"attā hi attano nātho, ko hi nātho paro siyā,

attanā hi sudantena, nāthaṃ labhati dullabhaṃ.[Dh:160]

---

[13] بدھ درشن، ۱۱۴

"انسان کی ذات خود ہی اپنا محافظ اور نجات دہندہ ہے کیا کوئی اور ہو سکتا ہے جو مالک اور نجات دینے والا ہو انسان کی ذات صحیح کنٹرول اور صحیح مشق کے ساتھ حفاظت پا سکتا ہے جس کا حصول مشکل ہے"

گویا گوتم بدھ یا بدھ مت کی تعلیمات کی ابتدائی روایات میں کسی خالق مطلق کو انسانوں کا نجات دہندہ نہیں قرار دیا۔ بلکہ انسانیت کی نجات کے لیے اپنا ایک فلسفہ فکر و عمل دیا جس پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان کسی بھی ایسے قادر مطلق خالق کی مدد کے بغیر نجات حاصل کر سکتا ہے۔

۲ دوسری بات یہ ہے کہ بدھ مت کی موجودہ روایات اور کتابوں کی بنا پر گوتم بدھ کے نظریہ خدا اور خالق کائنات کے حوالے سے کوئی حتمی رائے قائم کرنا مبنی بر انصاف نہیں ہو گا کہ یہ کتابیں بہت بعد میں لکھی گئیں ہیں۔

۳ اسی طرح باقی مذاہب کی تعلیمات میں مرکزی نقطہ عقیدہ خدا یعنی خالق اور مالک کائنات کا عقیدہ ہوتا ہے اور باقی تمام عقائد اسی عقیدہ کے گرد گھومتے ہیں جبکہ بدھ مت کی موجودہ تعلیمات کے مطابق سب سے بڑا مسئلہ انسانی نجات اور اس کے لیے چار عظیم سچائیوں کی پہچان ہے۔

ایک اور بات قابل توجہ یہ ہے کہ گوتم بدھ کی ابتدائی تعلیمات میں خدا کا کھلا انکار اتنا نظر نہیں آتا ہے جتنا بدھ مذہب کے بعد کے مفسرین اور شارحین کی تفاسیر میں گوتم کی تعلیمات کی توجیہات بیان کرتے وقت خدا کا انکار نظر آتا ہے۔ ان کی توجیہات سے بالکل خدا [خالق کائنات] اور آخرت کا انکار معلوم ہوتا ہے۔ اس حوالے سے بدھ مت کے کچھ مفسرین مثلاً ناگ ارجن اور ناک سینا کے بارے میں بشیر احمد لکھتے ہیں کہ اگر ان کی توجیہات کو تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ گوتم بدھ کی مسلمہ اور مصدقہ رائے یہی تھی کہ نہ خدا ہے نہ موت کے بعد کوئی زندگی، نہ روح اور نہ کوئی سزا و جزا، جو کچھ ہے وہ یہی ہر لمحہ تغیر پذیر زندگی ہے جس میں دکھ اور مصیبت کی زیادتی سے تنگ آ کر انسان پناہ ڈھونڈنا چاہتا ہے جو ایک خاص قسم کے اخلاقی اصولوں کی پیروی سے حاصل ہو سکتی ہے۔[14]

گوتم بدھ نے معرفت حاصل کرنے کے بعد عام لوگوں کو شفقت و محبت، ہمدردی و احترام، وفاداری، مساوات، حسن سلوک اور ادب و تعظیم کی ہدایات کی تعلیم دی۔ انھیں انسان کی بنیادی صفات و خصوصیات کے حوالے سے سمجھایا، رنج و غم کے اسباب بتائے اور ان سے نجات کے طریقوں کی تعلیم دی۔ تاہم انھوں نے دوسرے بڑے

[14] ۔بشیر احمد ڈار، گوتم بدھ ص:۳۶۔ بحوالہ ڈاکٹر منور حسن چیمہ، ادیان عالم کا تقابلی مطالعہ، ربذہ پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۲۴، ص:۳۴۰۔

مذاہب جیسے ہندومت، عیسائیت، یہودیت اور اسلام کی مانند نہ تو خدا کے وجود پر کوئی سیر حاصل بحث کی ہے، نہ ہی کائنات کی تخلیق کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے، آخرت، قیامت، حشر و نشر اور جنت و جہنم جیسے مسائل پر بھی ان کے فرمودات میں اتنی زیادہ وضاحت موجود نہیں ہے۔ جو باقی بڑے مذاہب کی تعلیمات میں موجود ہے۔ بدھ مت کی موجودہ روایات کے مطابق بدھ نے ان کے متعلق غور و فکر، گفتگو یا سوالات کو غیر ضروری قرار دیا، اُن کے مطابق ان سب باتوں کا جاننا، یا نہ جاننا انسان کے لیے نہ تو فائدہ مند ہے، نہ نقصان دہ، گویا وہ ایک مذہب کے بانی سے کہیں زیادہ انسانی زندگی کے فلسفی، مصلح اخلاق کے بطور اپنے افکار بیان کرتے ہیں، مابعد الطبیعاتی پیچیدگیوں کے بجائے ان کا سارا زور دنیاوی زندگی کے فلسفے، حسنِ اخلاق و افکار اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔

اس کے علاوہ انہوں نے اپنے آپ کو بھی نہ کبھی خدا کہا اور نہ نجات دہندہ۔ لیکن بدھ مت کے بعد کے فرقوں میں تقسیم اور پھر نظریاتی و اعتقادی ارتقاء سے اس حوالے سے بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ شمالی بدھ پیروکاروں نے تو گوتم بدھ کو الوہیت کے اعلیٰ مقام پر فائز قرار دیا ان کے نزدیک خدا بدھ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

2- نظریہ نفس اور روح

نفس یا روح کیا ہے؟ اس حوالے سے عام طور پر تو یہی کہا جاتا ہے کہ روح غیر مادی اور ایک لازوال اور نہ ختم ہونے والی جوہر یا چیز ہے جو کسی آدمی کی موت کے بعد نئی زندگی کی بنیاد اور اس کے شخصی تسلسل کو قائم رکھتی ہے۔

بدھ مت کے نظریہ روح یا نفس کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو یہ ہندومت کے آتما/ آتمان [روح] کے عقیدے کے مقابلے یا اس عقیدہ کے پس منظر میں ہوتا ہے۔ گوتم بدھ کے دور میں ہندوستان میں روح کے معاملے پر مختلف قسم کے نظریات موجود تھے ان میں کچھ روح کی لافانیت کے حوالے سے تھے اور کچھ روح کو فانی سمجھتے تھے اسی طرح آتما [شخصی روح] اور پرماتما [کائناتی روح] کے بارے میں پیچیدہ اور فلسفیانہ تصورات موجود تھے۔ گوتم بدھ کو ان فلسفی بحثوں اور روح کے فانی ہونے یا لافانی ہونے وغیرہ سے اگرچہ کوئی دلچسپی نہیں تھی، البتہ کائنات کی ہر چیز بارے میں آپ نے جو نظریہ دیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک دائمی اور ابدی اسی طرح ایک شخصی یا کائناتی روح کے قائل نہیں تھے۔

بدھ مت کے ہاں کائنات میں ہر چیز کی تین خصیات (ti-lakkhaṇa) ہیں:

[ا] اَنتّ Anatta [ہر چیز بغیر کسی دائمی روح اور بغیر مستقل ذات کے ہے]

کہ انسان یا کسی بھی چیز میں ایک دائمی، اساسی اور مستقل جوہر یا روح وجود نہیں رکھتا ہے بلکہ تمام چیز پانچ تغیر پذیر اجزاء کا مرکب ہیں جسے پالی میں کھندَھ[Khandha] اور سنسکرت میں سکھندھ[Sikhandha] کہتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

- نام روپ(nama-rūpa) مادی خصوصیات کا حامل جز یعنی انسانی مادی جسم و ذہن،
- ویدنا(vedanā) احساسات
- سَنیا(saññā) قوت تمیز یا تصور
- سنکھار یا سمسکار(saṃskāras/sankhāras) ارادہ یا عمل کرنے کی خواہش
- وِنیانَ:[viññāṇa] قوت شعور

یہ سب اجزاء فانی یعنی ایک تغیراتی عمل میں جھگڑے ہوئے ہیں۔

[۲] اَنِچّ Anicca[مستقل تغیر/impermanence]

کائنات کی ہر چیز ایک مستقل تغیر اور تبدیلی کی چکر میں ہے۔ کسی بھی چیز میں استقلال اور دوام نہیں ہے۔

[۳] دکھّ Dukkha[دکھ/Suffering]

کائنات کی ہر چیز دکھ ہے۔

ان خصوصیات اور اصولوں میں پہلے دو اصولوں اور عقائد کو مانتے ہوئے دائمی روح کے تصور کا بدھ مت میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دھمّپد میں[بدھ مت کی عقائد کی کتاب] ان تین کائناتی اصولوں کے بارے میں کچھ یوں ذکر ہے:

"sabbe saṅkhārā aniccā"ti, yadā paññāya passati,

atha nibbindati dukkhe, esa maggo visuddhiyā. [Dh:277]

ترجمہ: تمام مشروط[معلق اور آپس میں جڑی ہوئی] چیزیں ناپائدار ہیں۔ جب کوئی اس کو عقلمندی سے دیکھتا ہے تو تکلیف سے تھک جاتا ہے۔ یہ پاکیزگی کا راستہ ہے۔

"sabbe saṅkhārā dukkhā"ti, yadā paññāya passati,

atha nibbindati dukkhe, esa maggo visuddhiyā. [Dh:278]

ترجمہ: تمام مشروط [معلق اور آپس میں جڑی ہوئی] چیزیں دکھ ہیں۔ جب کوئی اس کو عقلمندی سے دیکھتا ہے تو تکلیف سے تھک جاتا ہے۔ یہ پاکیزگی کا راستہ ہے۔

"sabbe dhammā anattā"ti, yadā paññāya passati,

atha nibbindati dukkhe, esa maggo visuddhiyā. [Dh:279]

ترجمہ: تمام چیزیں بغیر روح اور جوہر کے ہیں جب کوئی اس کو عقلمندی سے دیکھتا ہے تو تکلیف سے تھک جاتا ہے۔ یہ پاکیزگی کا راستہ ہے۔

کرشن کمار لکھتے ہیں: "گوتم بدھ کہتے ہیں کہ میرے دھرم کو اختیار نہ کرنے والے جاہل ہی روح کی مختلف حالتوں پر بحث کرتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے نئی زندگی کو پالیا ہے، وہ جان گئے ہیں کہ "میں" کوئی چیز نہیں۔ روح کے وجود کے منکر گوتم "ہشت جزوی راستہ" پر چل کر حصول نروان ہی کو سب کچھ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب تک نروان حاصل نہیں ہوتا، تب تک انسان اپنے اعمال اور خواہش عمل کی وجہ سے ایک زندگی سے دوسرے زندگی میں گھومتا رہتا ہے۔ اس طرح وہ تناسخ کے قائل ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر روح ہی نہیں ہے تو پھر اگلا جنم کس کا ہوتا ہے؟ اس حوالے سے ابتدائی بدھ مت میں اگرچہ زیادہ وضاحت نہیں ملتی، البتہ بعد کی بدھ مت کے مختلف مکاتب فکر کی طرف سے اس کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں بعض بدھ مصنفین کے مطابق روح سے انکار کے باوجود دوسرا جنم اس طرح ممکن ہے جس طرح ایک دیے سے دوسرا دیا جلایا جاتا ہے۔[15]

3- بدھ مت کا نظریہ تناسخ اور نظریہ انسانی اعمال

گوتم بدھ ہندو مذہب کے فلاسفہ و مفکرین کی طرح تناسخ (Transmigration) کے نظریے کا بھی قائل ہے۔ یعنی انسان دنیا میں بار بار جنم لیتا ہے۔ زندگی کا پہیہ اس وقت تک چلتا رہتا ہے۔ جب تک انسان نروان کی منزل کو نہیں پالیتا ہے۔ بدھ مت کے اس عقیدے کے مطابق انسان چھوٹا یا بڑا، نیک یا بد جو عمل بھی کرتا ہے اس کا ایک اثر مرتب ہوتا ہے۔ اور یہ انسان کے اسی یا اگلے جنم پر اثر انداز ہوتا ہے اس طرح تمام عمر انسان سے جو اعمال سرزد ہوتے ہیں ان کے اثرات مرتب ہو کر محفوظ ہوتے رہتے ہیں۔ اور انسان کا اگلا جنم اس کے گذشتہ اعمال کے مطابق

[15] گوتم بدھ: راج محل سے جنگل تک، ص: ۲۶۳

ہوتا ہے۔ نروان حاصل کیے بغیر اگر کوئی مر جاتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد فنا ہونے یا کسی ایسی دنیا میں چلے جانے کا گوتم بدھ قائل نہیں جہاں وہ ہمیشہ رہے گا، بلکہ وہ دوبارہ اسی دنیا میں اپنے اعمال کے مطابق کسی اور شکل میں پیدا ہوتا ہے یعنی انسان کی اس دوسری زندگی کی نوعیت اور کیفیت اس کی پچھلی زندگی کے اعمال کے اثرات سے متعین ہوتی ہے۔ پھر اس دوسری زندگی کے اعمال اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں اور دوبارہ مرنے کے بعد پھر انسان ان اثرات کے لحاظ سے اچھی یا بری صورت حال میں انسان یا جانور یا کسی اور شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

اس حوالے سے بدھ مت کا باقی ہندوستانی فلسفوں سے جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ بدھ مت میں نیت اور ارادہ کی اہمیت ہے یعنی ارادی اعمال کی اہمیت ہے غیر ارادی اعمال کی نہیں۔ جبکہ باقی ہم عصر ہندوستانی فلسفوں میں اعمال کے لیے یہ ارادہ اور ختیار کی شرط اتنی اہمیت نہیں رکھتی ہے۔ یعنی بدھ مت کے مطابق انسان کے اگلے جنم پر صرف اس کے ارادی اعمال اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بدھ مت میں انسانی اعمال میں انسانی سوچ کو بھی شامل کرتے ہیں بدھ مت انسانی اعمال کی تین دروازے بتاتا ہے، دوسرے الفاظ میں انسانی اعمال کی تین اقسام ہیں:

- مَنو کَمَّ[Mano Kamma]وہ ارادی اعمال جن کا تعلق دماغ اور سوچ سے ہے یا دوسرے الفاظ میں سوچنے اور نیت کرنے کا عمل۔
- واچی کَمَّ[Vaaci Kamma]وہ ارادی اعمال جن کا تعلق اقوال سے ہے۔
- کایَ کَمَّ[Kaaya kamma]انسانی جسم اور اعضاء کے ذریعے کیے گئے ارادی اعمال۔

اعمال کے حوالے سے بدھ مت کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ ہر طرح کے کرموں {اعمال} کا پھل خوشی یا تکلیف کی صورت میں ملتا تو ضرور ہے مگر ایک مقررہ وقت کے لیے۔ جب کرموں {اعمال} کا یہ پھل پک کر پورا ہو جاتا ہے تو اسے مٹا دیا جاتا ہے اس کے بعد انسان جنتی یا جہنمی جنم میں مر جاتا ہے اور اسے کسی اور سمسار کی اقلیم میں جنم مل جاتا ہے۔ بدھ مت کے نقطہ نظر سے کسی جنت یا جہنم میں انسان کا دوسرا جنم ابدی نہیں ہو سکتا۔ تاہم سمسار میں اس کے پے در پے جنموں کا سلسلہ تب تک چلتا رہتا ہے جب تک انسان اس کی اصل علت اور سبب کو دور نہ کر دے۔ پس بدھ مت کی تعلیم یہ ہے کہ اگر انسان سب پریشان کن رویوں اور جذبات سے نجات حاصل کر لے تو اس کے اعمال کے راستوں سے وہ عمل سرزد ہونا بند ہو جاتے ہیں جن کے نتیجے میں سمسار میں جنم در جنم کا چکر چلتا رہتا ہے۔ اس طرح

انسان اپنے پہلے کے کیے ہوئے اعمال کے جمع شدہ نتیجے سے بھی آزاد ہو جاتا ہے۔ بدھ مت کے مطابق نہ تو حساب کتاب کا کوئی دن ہے اور نہ ہی کوئی حساب لینے والا ہے۔ انسانی رویوں کی علت اور معلول کا یہ سلسلہ ایک میکانیکی انداز میں چلتا رہتا ہے۔ اس سے خدا کا کوئی تعلق نہیں۔

بدھ مت کی تعلیمات میں جانوروں کی قربانی سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ مہاتما بدھ کہتے ہیں کہ ذی شعور ہستیوں کے کئی جنم ہوتے ہیں اور وہ لوٹ کر کسی بھی جان دار میں جنم لے سکتی ہیں جس میں دماغ ہو، خواہ جانور ہو یا انسان، نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ جس جانور کی قربانی کر رہے ہو وہ کسی گزرے جنم میں آپ کی ماں نہ رہی ہو۔

گوتم بدھ، اہنسا[عدم تشدد] کے نظریے پر قائم تھے۔ ان کی تعلیم یہ تھی کہ انسان اور اس کے علاوہ جتنے بھی جاندار ہیں، کسی کی بھی جان نہ لی جائے۔ بدھ مت میں کسی جاندار کو مارنے والا، گوتم بدھ کا پیروکار نہیں ہو سکتا، اس حوالے سے بدھ مت میں انتہائی سختی پائی جاتی ہے، یہ ان چار کبیرہ گناہوں میں شامل ہے جسے پاراجیکا پالی[گناہ کبیرہ] کہتے ہیں اس کے ارتکاب سے بدھ بھکشوؤں ملعون ہو کر بدھ سنگھ سے نکل جاتے ہیں اور زندگی میں وہ دوبارہ سنگھ کا ممبر نہیں بن سکتے ہیں چاہے وہ جس طرح بھی توبہ کریں۔ اسی لیے بدھ مذہب اپنے بھکشوؤں کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ برسات کے مہینوں میں گوشہ تنہائی میں بیٹھے رہیں۔ یہ اس لیے کہ اگر وہ اس موسم میں باہر نکلیں گے تو زمین پر چلنے والے کیڑے مکوڑے ان کے پاؤں کے نیچے آکر کچلے جائیں گے۔

گوتم بدھ کا قول ہے کہ انسان پر اس زندگی میں جتنے مصائب آتے ہیں یا اس کو جو دکھ پہنچتے ہیں، وہ سب ان گناہوں کا نتیجہ ہیں جو اس نے اپنی پہلی زندگی میں کیے ہوتے ہیں۔ اس لیے جب کسی شخص پر کوئی دشمن ظلم کرے، اسے اذیتیں دے، چاہے اسے قتل کر دے تو اسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ مظلوم خود بھی قصوروار ہے، اس نے اپنے گزرے ہوئے جنم میں کوئی ایسا ہی گناہ کیا ہو گا جس کی یہ سزا اسے مل رہی ہے۔

سلسلہ علت و معلول:Dependent Origination

بدھ مت کے ہاں سلسلہ علت اور معلول ایک اہم عقیدہ ہے اس کا مطلب ہے کہ دنیا کی ساری چیزیں آپس میں ایک دوسرے پر منحصر ہیں اور ایک دوسرے کے لیے علت اور معلول کا درجہ رکھتے ہیں سلسلہ علت و معلول کے بارہ مدارج بتائے جاتے ہیں جو ایک دائراتی صورت میں ایک گردش میں جڑے ہوئے ہیں ان بارہ مدارج کا ایک دوسرے سے سبب اور مسبب کا رشتہ ہے یہ بارہ مدارج درج ذیل ہیں:

۱۔ اَوِدْیا[جہالت]

سلسلہ علت و معلول کے دائرے کا پہلا درجہ جہالت ہے بدھ مذہب کے مطابق زندگی کے بارے میں صحیح نقطہ نظر سے محروم رہنے کا نام جہالت ہے۔ مطلب یہ کہ زندگی کے بارے میں بدھ مت نے جو نقطہ نظر دیا ہے اس کو نہ ماننا یا اس سے بے خبر اور محروم رہنا جہالت ہے۔ اس درجے کا تعلق سابقہ زندگی سے ہوتا ہے۔

۲۔ سنسکار[شعوری اور ارادی اعمال]

پہلے درجے یعنی جہالت کے نتیجے میں کرمَ کے قانون کے مطابق وہ کیفیات پیدا ہوتی ہیں جو اچھے یا برے اعمال کے لیے محرکات ہوتی ہیں۔ جہالت اور شعوری اعمال کے درمیان شراب اور نشے کا سا تعلق بیان کیا جاتا ہے۔ اس درجے کا تعلق بھی سابقہ زندگی سے بتایا جاتا ہے۔

۳۔ وگیان[شعور اور تمیز یا عقل]

یہ درجہ شعوری اعمال کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے اس درجے کا تعلق موجودہ زندگی سے ہوتا ہے۔ آسان الفاظ میں سابقہ زندگی کی جہالت اور ارادی اعمال کے نتیجے میں شعور پیدا ہوتا ہے جو موجودہ زندگی کے پہلے درجے کا نام ہے۔

۴۔ رُوپ[جسم و ذہن یا جسمانی ساخت اور پہچان]

اس سے مراد صرف انسانی جسم نہیں بلکہ جسم کے ساتھ اس کی ذہنی قوتیں بھی اس میں شامل ہیں۔

۵۔ شدیاتنا[حواس خمسہ اور من یا عقل]

حواس خمسہ یعنی بصارت، سماعت، شامہ، ذائقہ، لامسہ اور عقل، روپَ کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔

۶۔ سپرش[لمس یا تعلق]

حواس خمسہ اور عقل کے نتیجے میں احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ احساسات میں قوت حس، عمل حس اور ہدف حس سب شامل ہوتے ہیں یعنی ہر نوع کی حس کی مناسبت سے محسوس کی جانے والی شئے اور عمل سب شامل ہوتے ہیں۔

۷۔ ویرنا[تاثرات]

احساسات کے نتیجے میں اچھے یا برے تاثرات پیدا ہوتے ہیں مثلاً خوبصورت مناظر کو دیکھنے سے خوشی کا تاثر ملتا ہے اور ایک برے منظر کو دیکھنے سے برا تاثر ملتا ہے وغیرہ۔

۸۔ ترشنا[خواہش یا طلب]

تاثرات لینے کے بعد ایک رد عمل انسان کے اندر خواہش کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ خواہش دراصل اگلی زندگی کی بنیاد رکھنے کا پہلا درجہ ہے۔ اسی لیے گوتم کی تعلیمات میں یہ دکھ کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ موجودہ زندگی کے مستقبل کو بھی متاثر کر سکتی ہے۔

۹۔ اُپادان[طمع یعنی پسندیدہ اور محبوب چیزوں کا حصول]

خواہش پیدا ہونے کے بعد انسان کو مختلف چیزوں سے الفت پیدا ہو جاتی ہے یہاں سے ایک قسم وابستگی اور تعلق بن جاتا ہے وہ چاہے جسمانی لذات سے متعلق ہو یا ذہنی اور عقلی وغیرہ ہو۔ یہ درجہ موجودہ زندگی کا آخری درجہ ہے۔

۱۰- بھَو[وجود میں آنا]

زندگی کی مختلف مرغوب چیزوں سے لگاؤ اور وابستگی وہ بندھن ہے جس سے انسان اگلا جنم پانے کے لیے کہیں نہ کہیں بنیادی اور اساسی وجود پالیتا ہے۔

۱۱۔ جاتی[پیدائش]

کہیں پر اساسی وجود پانے کے بعد عملی پیدائش ہو جاتی ہے۔

۱۲۔ جرامرن[بڑھاپا اور موت]

پیدائش جب ہو گئی تو بڑھاپا اور موت لازمی ہے وغیرہ

گوتم بدھ کے فکر و نظریہ کے مطابق یہ بارہ مدارج ایک دوسرے کے لیے علت اور معلول ہیں جیسا کہ گزر چکا کہ ہر ایک سابقہ درجے کے نتیجے کے طور پر پیدا ہوتا ہے یعنی جہالت کے نتیجے میں شعوری اعمال ظہور میں آتے ہیں۔ شعوری اعمال کے نتیجے میں شعور آتا ہے۔ شعور کے نتیجے میں جسم و ذہن وجود میں آتے ہیں۔ جسم و ذہن کے نتیجے میں حواس خمسہ اور عقل پیدا ہوتے ہیں۔ حواس خمسہ اور عقل کے نتیجے میں احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ احساسات کے نتیجے میں تاثرات پیدا ہوتے ہیں۔ تاثرات کے نتیجے میں خواہش یا طلب پیدا ہوتی ہے۔ خواہش یا طلب کے نتیجے میں طمع اور چاہت پیدا ہوتی ہے۔ طمع کے نتیجے میں انسان اگلے جنم کے لیے وجود میں آتا ہے۔ کسی ماں کے پیٹ میں دوبارہ وجود میں آنے کے نتیجے میں دوبارہ پیدائش ظہور میں آتی ہے۔ پھر پیدائش کے نتیجے میں بڑھاپا اور موت وجود میں آتے ہیں۔

ان مختلف مدارج سے گزرنے کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ یہ گویا زندگی کا ایک پہیہ ہے۔ اس پہیے میں انسان اس وقت تک پھنسا رہتا ہے جب تک اس سے نجات حاصل نہیں کر لیتا ہے۔

4- چار عظیم سچائیاں یا چار اعلیٰ صداقتیں[cattāri ariyasaccāni]

بدھ مت مذہب کی بنیاد ان چار سچائیوں پر ہے جنہیں گوتم بدھ نے اپنے پہلے خطبے میں دیر پارک نامی جگہ میں اپنے شاگردوں کو سمجھایا تھا جس کے بارے میں پہلے باب میں بھی مختصر تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہ چار سچائیاں یہ ہیں:

a) دُکھّ[Dukkha] دکھ موجود ہے یا زندگی دکھ ہے۔

b) سَمُدَیَ[Samudaya] اس دکھ کا کوئی سبب ہے۔

c) نِرودھَ[Nirodha] اس دکھ کا کوئی علاج بھی ہے۔

d) مگّ[Magga] راستہ ہے جس کے ذریعے اس دکھ سے نجات حاصل کیا جا سکتا ہے وہ راستہ ہشتگانہ راہ ہے۔

ان سچائیوں کو گوتم بدھ نے ہی چار عظیم سچائیوں کا نام دیا ہے جن کے بارے میں بدھ مت کی مذہبی کتابوں میں بہت سی جگہوں پر تذکرہ ہوا ہے۔ بدھ مت کے عقائد کی کتاب دھم پدَ میں اس حوالے سے مذکورہ ہے:

yo ca buddhañca dhammañca, saṅghañca saraṇaṃ gato,

cattāri ariyasaccāni, sammappaññāya passati. [Dh: 190]

ترجمہ: اور جو کوئی بھی بدھ، دھم اور سنگھ کی پناہ میں گیا ہے، وہ چار عظیم سچائیوں کو سچی حکمت کے ساتھ دیکھتا ہے۔

dukkhaṃ dukkhasamuppādaṃ,

dukkhassa ca atikkamaṃ,

ariyaṃ caṭṭhaṅgikaṃ maggaṃ,

dukkhūpasamagāminaṃ.[Dh: 191]

ترجمہ: دکھ، دکھ کا اصل اور سبب، دکھ پر قابو پانا، اور عظیم ہشتگانہ راہ، جو اس دکھ کی تسکین کا باعث بنتا ہے۔

بدھ مت کی بنیاد انہی چار عظیم سچائیوں پر استوار ہے۔ یہ سچائیاں بدھ مذہب میں اساسی درجہ کے حامل ہیں جن میں گوتم بدھ کا بنیادی فلسفہ پوشیدہ ہے۔

1. دُکھّ[Dukkha] دکھ موجود ہے۔

پہلی عظیم حقیقت یا سچائی "دکھ" ہے۔ یہ زندگی دراصل دکھ ہے۔ یعنی یہ زندگی جو ہر انسان کو بڑی خوبصورت لگتی ہے دراصل دکھوں سے بھرا ہے جسمانی تکالیف، بیماری، عزیزوں سے جدائی، حالات کا جبر، اسی طرح پسندیدہ چیزوں کا نہ ملنا اور تکلیف دہ چیزوں او حالات کا نہ ہٹنا وغیرہ یہ سب دکھ انسانی زندگی کا حصہ ہے اور جو خوشیاں ملتی ہیں وہ بھی عارضی ہوتی ہیں اس لیے وہ بھی آخر کار دکھ ہی میں بدل جاتی ہیں۔

دکھ کے بارے میں ایک وضاحت یہ بھی ہے کہ انسان اور تمام چیزوں کے اجزائے ترکیبی میں ایک مستقل تغیر پایا جاتا ہے اور یہ سب ایک حالت میں نہیں رہتے ہیں تو مستقل تغیر اور تبدیلی زندگی کے لیے دکھ ہے۔

2. سَمُدَیَ[Samudaya] اس دکھ کا کوئی سبب ہے۔

دوسری عظیم سچائی یہ ہے کہ دکھ کا کہیں نہ کہیں کوئی علت یعنی سبب ضرور موجود ہے۔ گوتم کے نزدیک اس دکھ کا اصل سبب اور علت خواہش اور لگاؤ ہے۔ یہی خواہش اور لگاؤ[Attachment] جو انسان کو اس دنیا میں جنم لینے پر مجبور کرتی ہے اور پھر زندگی بھر اسے مختلف صورتوں میں اپنی تسکین کے سامان ڈھونڈنے پر لگائے رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان جس طرح ناآسودہ اور کمزور اس دنیا میں آیا تھا، اسی طرح غیر مطمئن اور عاجز یہاں سے رخصت ہوتا ہے۔ مگر پھر اسی طلب کے جال میں گرفتار دوبارہ کسی اور صورت میں اس دنیا میں جنم لیتا ہے۔ اسی طرح یہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔

گوتم بدھ کے مطابق خواہش اور طلب جیسی کوئی اور زنجیر نہیں ہے۔ جس سے بندھی ہوئی مخلوقات ایک جنم کے بعد دوسرے جنم میں ایک طویل عرصے سے طلسم وجود کے چکر لگا رہی ہیں۔

3. نرودھَ[Nirodha] اس دکھ کا کوئی علاج بھی ہے۔

یہ تیسری عظیم سچائی یہ ہے کہ خواہش یا طلب کا خاتمہ کر کے دکھ کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے اور انسان جنم اور مرن کے چکر سے ہمیشہ کے لیے نجات پا کر نروان کی منزل حاصل کر سکتا ہے۔

4. مگّ[Magga] یا اٹھنگِکَ مگّ[Aṭṭhaṅgika Magga] ہشت جزوی راستہ ہے۔

یہ چوتھی عظیم سچائی ہے کہ دکھ سے نجات کا راستہ موجود ہے جو آٹھ اصولوں پر مشتمل ہے۔ جس کو سنسکرت میں اشٹانگ مارگ کہا جاتا ہے۔ اشٹانگ مارگ سنسکرت لفظ ہے جس میں اشٹ کا معنی ہے آٹھ، انگ کا معنی ہے جز اور

مارگ کا معنی ہے راستہ، اشٹانگ مارگ کا معنی ہوا، ہشت (آٹھ) جزوی راستہ۔ پالی میں اٹھنگِکَ مگ کہا جاتا ہے اٹّھ [آٹھ] انگ [پہلو یا جزء] اور مگّ [راستہ]۔

اٹھنگِکَ مگّ [Aṭṭhaṅgika Magga] / اشٹانگ مارگ [ہشتنگانہ راہ یا ہشت پہلو راستہ]

ہشت پہلو راستہ دراصل بدھ مت کا ضابطہ حیات ہے جس کے ذریعے دکھ کا علاج کیا جاسکتا ہے اس کے آٹھ ارکان مندرجہ ذیل ہیں:

[سنسکرت اور پالی بدھ مت کو ملحوظ نظر رکھ کر پالی اور سنسکرت دونوں زبانوں میں ان آٹھ اصول کے نام دیے گئے ہیں]

#	نام [پالی]	نام [سنسکرت]	ترجمہ اور تشریح
۱	سمّادِٹھی sammā diṭṭhi [right view]	سمیگ درشٹی	[صحیح نقطہ نظر / صحیح اعتقاد] سمیگ یا سما کا معنی ہے صحیح اور "درشٹی" یا "دِٹھی" کا مطلب ہے نقطہ نظر۔ گوتم بدھ کا عقیدہ اور تعلیم ہے کہ چیزوں کو اس طرح دیکھنا ہے جس طرح وہ ہیں۔ یعنی جن تین خصوصیات کے وہ حامل ہیں، انسانی نفس اور کائنات کے متعلق جب تک یہ صحیح نظریہ موجود نہیں ہوگا، اعمال کی درستگی نہیں ہوگی اور نروان کا حصول ممکن نہیں ہوگا۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے جو گوتم نے اپنے پیروکاروں سے بیان کیا ہے کہ چار عظیم سچائیوں کے بارے میں جاننا ہی صحیح اعتقاد اور صحیح نقطہ نظر ہے۔[16]
۲	سمّاسنکپّ sammā saṅkappa right intention	سمیک سنکلپ	[صحیح نیت وارادہ] صحیح ارادہ: جب تک کوئی انسان جہالت سے بچنے اور نجات کے راستے پر چلنے کے لیے "صحیح ارادہ" یا "صحیح نیت" نہ کرے، تب تک اس سے کوئی نیکی کا عمل سرزد نہیں ہوسکتا۔ آدمی اپنے اندر ایسی خیالات اور جذبات کو پرورش دے جو تمام اخلاقی برائیوں مثلاً غصہ، نفرت، لذت پرستی، خود غرضی اور تشدد وغیرہ سے پاک ہوں اور تمام مخلوقات کے لیے ہمدردی، محبت اور ایثار کے حامل ہوں۔

[16] Diga Nikaya:22

۳	سمّاواچا sammā vācā right speech	سمیک واچ	[صحیح قول] صحیح گفتار یا صحیح قول سے مراد ہر ایسی گفتگو سے پرہیز کرنا ہے جو کسی طرح بھی شر اور برائی کا سبب بنے- جھوٹ، غصہ، چغل خوری، بدزبانی، ترش کلامی اور فضول وبے کار قسم کی باتوں سے مکمل پرہیز کرنا۔ کوئی ایسی گفتگو نہ ہو جس سے کسی کی دل آزادی ہوتی ہو- اس کی جگہ نرم گفتاری راست گوئی، صلح کل کا انداز اور موقع و محل کے لحاظ سے موزوں اور کام کی بات " صحیح گفتار" کے زمرے میں آتی ہیں۔
۴	سما کمّنتا sammā kammanta right action	سمیک کرمانت	[صحیح عمل / رویہ] اس رکن میں ان تمام باتوں سے بچنا شامل ہیں جن سے بدھ مت کے اخلاقیات یا اخلاقی اصولوں میں منع کیا گیا ہے اور ان تمام اعمال کو سرانجام دینا جن کا حکم دیا گیا ہے۔ گوتم بدھ نے اپنے پیروکاروں کے لیے جو اعمال ضروری قرار دیا ہے ان میں سے آٹھ کاموں کا ایک گروپ مندرجہ ذیل ہے: 1. کسی جاندار کو ضائع نہ کیا جائے۔ 2. کسی ایسی چیز کو لینے کی کوشش نہ کی جائے جو آپ کی نہ ہو۔ 3. جھوٹ بولنے سے اجتناب کیا جائے۔ 4. کوئی نشہ آور چیز استعمال نہ کی جائے۔ 5. زنا ایک بدترین فعل ہے جس سے بچنا لازمی ہے۔ 6. رات کو زیادہ کھانا مناسب نہیں۔ 7. خوشبو کو استعمال نہ کیا جائے۔ 8. ہر آدمی کو چاہیئے کہ وہ زمین پر بوریا بچھا کر سوئے۔ گوتم بدھ کے نزدیک مذہبی رسوم، قربانیاں، عبادتیں وغیرہ سب بے معنی چیزیں ہیں۔ "اگنی دیوتا" کے سامنے سو سال تک سر جھکانے سے کہیں بہتر ہے کہ تم ایک پرہیز گار شخص کی صحبت میں بیٹھو- ایک دفعہ ایک برہمن نے گوتم بدھ سے پوچھا کہ کیا اس مقدس دریا میں نہانے سے گناہ دھل جائیں گے۔ گوتم بدھ نے جواب دیا: "ایک گنہگار اس

			دریا میں ایک نہیں ہزار دفعہ غوطہ لگائے، اس کے گناہوں کے داغ کبھی نہیں صاف ہوں گے۔ اگر تم تمام جانداروں سے مہربانی سے پیش آؤ، دل سے کینہ کدورت اور میل نکال دو، جھوٹ نہ بولو اور دوسروں کے حقوق کی نگہداشت کرو، تو اے برہمن تم کسی بھی پانی میں غوطہ لگالو تب بھی ٹھیک ہے۔ اگر کسی شخص کے دل سے جہالت دور نہیں ہوئی تو اس کی فاقہ کشی، سر منڈانا، لباس پہننا، قربانیاں اور مندر کے پجاریوں کو نذریں اور نذرانے دیناسب بے کار ہیں۔
۵	سما آجیوا sammā ājīva right livelihood	سمیک آجیوا	[صحیح ذریعہ معاش] صحیح رزق سے مراد ہے کہ روزی، محنت اور جائز ذرائع سے کمائی جائے ۔ جھوٹ بول کر، بد دیانتی کر کے یا کسی کو دھوکہ دے کر روزی نہ کمائی جائے۔ بدھ مت نے جن چیزوں سے منع کیا ہے، ان کو پیشہ کے طور پر اختیار نہ کیا جائے۔ جو مندرجہ ذیل پانچ قسم کے پیشوں سے روزی کمائے گا وہ اس کا صحیح رزق شمار نہیں ہو گا: 1. اسلحہ سازی یا اسلحہ کی خرید و فروخت کے ذریعے روزی کمانا۔ 2. جانوروں کو ذبح کر کے ان کے گوشت اور کھال سے متعلق کاروبار کرنا۔ 3. نشہ آور چیزوں سے متعلق کاروبار کرنا۔ 4. غلاموں کی خرید و فروخت کرنا۔ 5. مختلف قسم کے زہر رکھنا اور ان کا کاروبار کرنا۔ واضح رہے کہ صحیح رزق کے لیے یہ سب ہدایت بدھ مت کے ان پیروکاروں کے لیے ہیں جو اپاسک کہلاتے ہیں۔ یعنی دنیوی مصروفیات بھی رکھتے ہیں۔ پیروکاروں کی دوسری قسم جو بھکشو یا سادھو کہلاتی ہے، وہ کسی بھی کاروبار سے روزی کمائیں گے تو ان کا رزق " صحیح رزق " نہیں ہو گا۔ ان کا صحیح رزق یہی ہے کہ ان کو خیرات میں جو ملتا ہے۔
٦	سماوایامَ sammā vāyāma	سمیک ویایام	[صحیح جد وجہد] پسندیدہ اور خیر کے جذبات و خیالات کو پیدا کرنے اور ان کو مستقل طور پر اختیار کرنے، نیز برے جذبات و خیالات کو ابھرنے سے روکنے اور دل و دماغ

	right effort		سے بالکل نکال پھینکنے کے سلسلے میں جو کوشش درکار ہے، وہ " صحیح کوشش " کے نام سے موسوم ہے۔ انسانی ہمدردی، محبت، اور سچائی ایسی صفات پیدا کرنے کے لیے جو کوشش کی جائے گی وہ کامیابی کی ضمانت ہوگی۔
۷	سماستی sammā sati right mindfulness	سمیگ سمرتی	[صحیح یادداشت / صحیح لحاظ یا ہوشیاری} یعنی غفلت اور لاپرواہی سے بچا جائے۔ انسان کو ہر وقت اور ہر حالت میں اپنے خیالات، جذبات، حرکات و سکنات، نشست وبرخاست، گفتگو اور دیگر افعال پر بھرپور گرفت رکھنی چاہیئے تاکہ وہ غفلت اور لاپروائی کا شکار نہ ہو جائے۔
۸	سماسمادھی sammā samādhi right concentration	سمیگ سمادھی	[صحیح مراقبہ] مراقبہ بدھ مت کی ایک اہم عبادت ہے۔ گوتم بدھ کو بھی نروان اس وقت حاصل ہوا تھا جب وہ مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ گوتم بدھ نے اپنے پیروکاروں کو بھی مراقبہ کی تعلیم دی ہے، اور بتایا ہے کہ صحیح مراقبہ کے بغیر نروان حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ مراقبہ سے مراد یہ ہے کہ اپنی جملہ ذہنی قوتوں کو یکسو اور مرکوز کرلیا جائے۔ بدھ مت کے مطابق جب انسان کی تمام ذہنی صلاحیتیں اپنی پوری قوت کے ساتھ یکسو اور مرکوز ہو جاتی ہیں تو ان میں بے پنا اضافہ ہو جاتا ہے، اور بصیرت کی آنکھ چھپے ہوئے رازوں کا مشاہدہ کرلیتی ہے۔ مراقبہ کرنے ولا جب اپنی منزل پالیتا ہے تو بدھ مت کی اصطلاح میں وہ " چشم حقیقت بین "یعنی حقیقت کو پالینے والی آنکھ کا حامل ہو جاتا ہے۔ مراقبہ شروع کرنے سے پہلے انسان کو یہ پانچ رکاوٹیں ختم کرنی ہوں گی۔ 1. نفسانی خواہشات سے باطنی وابستگی۔ 2. عداوت اور بغض۔ 3. سستی اور کاہلی۔ 4. ذہنی اور فکری رجحانات میں انتشار اور بے ربطی۔ 5. شک اور بے یقینی کی کیفیات۔ ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل پانچ کیفیات اپنے اندر پیدا کرنی ہوں گی:

			1۔ قلبی اطمینان۔ 2-محبت اور ہمدردی۔ 3۔-چشتی اور ہوشیاری۔ 4۔ذہنی سکون اور خوشی۔ 5-ایمان اور یکسوئی۔ ہشت پہلو راستہ میں جو پہلے سات ارکان ہیں، ان کی حیثیت معاون اسباب کی ہیں۔ یعنی ان سات ارکان کی غیر موجودگی میں صحیح مراقبہ کسی بھی طرح ممکن نہیں، اگر پہلے سات ارکان موجود ہوں گے تو صحیح مراقبہ ہو گا۔ صحیح مراقبہ وہ براہ راست سبب ہے جو نروان کے حصول کو ممکن بناتا ہے اور جب کسی کو نروان حاصل ہو گا وہ " صحیح مراقبہ " ہی کیفیت میں حاصل ہو گا۔

ان ہشتگانہ اصولوں کو مشق کرنے کی غرض سے تین گروہ یا پہلوؤں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ پَنِیا[Paññā]حکمت اور دانائی / Wisdom

اس حکمت اور دانائی کے گروپ میں صحیح نقطہ نظر اور صحیح ارادہ شامل ہیں۔

۲۔ سیلَ یا شیلَ[sīla]اخلاقیات /Morality

اس میں صحیح قول، صحیح اعمال اور صحیح ذریعہ معاش شامل ہیں۔

۳۔ سمادھی[samādhi]مراقبہ /Concentration

اس گروپ میں صحیح کوشش، صحیح یاد داشت اور صحیح توجہ شامل ہیں۔

گوتم بدھ نے جو چار عظیم سچائیاں بتائی ہیں ان میں پہلی تین عظیم سچائیاں بدھ مت کے پیروکاروں کے لیے نظریاتی اصولوں کی حیثیت رکھتی ہیں چوتھی عظیم سچائی جو مذکورہ بالا ہشت پہلو راستہ یا اشٹانگ مارگ (آٹھ اخلاقی اصول) ہیں وہ اخلاقی اور عملی نظام ہے جس پر چل کر دکھوں کے سلسلہ کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ بار بار کے جنم سے نجات مل سکتی ہے۔ یعنی ہشت پہلو راستہ، نروان کے حصول کا ضامن ہے۔ "ہشت پہلو راستہ" گوتم بدھ کی تعلیمات کا عملی پہلو ہے۔

5- عقیدہ نروان

نروان کا مشہور لفظی معنی ہے چراغ یا آگ کا بجھانا، ٹھنڈا کرنا وغیرہ۔ نروانَ [/Nirvāna निर्वान] سنسکرت زبان کا لفظ ہے جو "نر+وا[Nir+vā] یا نر+وانَ[Nir+vāna] سے بنا ہے، "ن ِر" کا معنی ہے "بغیر" اور "وا/ وان" کے کچھ مشہور معنی ہیں: اڑانا (ہوا کی طرح)، کسی کی طرف یا کسی پر پھونکنا، ہوا، مہک خارج کرنا، چوٹ پہنچانا، زخمی کرنا، جانا، جنگلات یا جھاڑیوں کا ایک ہجوم، مہک، بُنائی یا سلائی کا عمل وغیرہ[17] اس طرح مکمل لفظ کے کچھ معنی یہ بنیں گے "بغیر اڑانے کے، بغیر کسی کو نقصان پہنچانے کے، ٹھنڈا ہونا، بغیر [خواہشات کے] جنگل کے وغیرہ۔

بدھ مت میں نروان خواہش (Rāga) کی آگ کو بجھانا ہے۔ عام طور پر بدھ مت کی روایات میں تین قسم کی آگ یا تین قسم کی آگ کے بجھانے کو نروان کہتے ہیں:

۱۔ حرص، طمع یا خواہش کی آگ، جس کو پالی میں لوبھَ[Loba/Raaga] کہتے ہیں۔ سنسکرت میں ترشنا کہتے ہیں۔

۲۔ جہالت اور فریب کا زہر جس کو پالی زبان میں موہَ[Moha] کہتے ہیں۔

۳۔ نفرت اور عداوت کی آگ، جس کو دوسَ[dosa] کہتے ہیں۔

عام طور پر ان کو تین زہر یا تین آگ کے نام سے جانا جاتا ہے، بدھ مت کے مطابق یہی تین آگ یا تین زہر مصائب کو برقرار رکھتے ہیں اس لیے ان تینوں سے نجات دراصل دنیاوی مصائب اور دکھوں سے نجات ہے۔ ان تینوں آگ کے حوالے سے مہاتما بدھ نے ایک خطبہ دیا تھا جو آگ کے خطبہ کے نام سے مشہور ہے، جس میں گوتم بدھ نے کہا تھا کہ سب حرص کی آگ سے، نفرت کی آگ اور فریب کی آگ سے میں جل رہے ہیں۔

گوتم کے مطابق ان کی تعلیمات ہی کی روشنی میں یہ تین قسم کی آگ کو بجھایا جاسکتا ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی اور راستہ نہیں۔ یعنی چار عظیم سچائیوں کا علم اور اعتقاد اور ان کے مطابق عمل کے ذریعے ہی اس آگ کو بجھایا جاسکتا ہے۔ اس

[17] Sir Monier Monier-Willam, A Sanskrit Enlish Dictionary: Etimologically and philosophycally Arranged with sepecial reference to Cognat Indo-European Languages, Motilal Banarsidas Dilhi, 1986, p: 910, 935, 940.

کے بعد انسان تمام بندھنوں سے آزادی پاکر زندگی کی سائیکل یعنی برتھ اور ریبرتھ کے چکر سے آزاد ہو جائے گا اس طرح زندگی کی تمام دکھوں سے اس کو نجات مل جائے گی۔

گوتم بدھ کے نزدیک نروان کا حصول انسانوں کا مقصد ہے، انہوں نے اپنے پیروکاروں کو اس کی طرف جدو جہد کرنے کی تاکید کی۔ دھم پدَ کی بیت نمبر پچھتّر 75 میں، گوتم بدھ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے؛

"ایک وہ سڑک ہے جو دولت کی طرف لے جاتی ہے، دوسری وہ سڑک جو نروان کی طرف لے جاتی ہے۔ اگر بدھ کے شاگرد بھکشو نے یہ سیکھ لیا ہے، تو وہ عزت کے لیے نہیں تڑپے گا، وہ دنیا سے الگ ہونے کی کوشش کرے گا"

نروان کے حوالے سے یہ بھی مشہور ہے کہ قدیم ہندوستان میں، ترک دنیااور تپسیا (سنیاسی) کے سفر پر جانے سے پہلے گھر میں آگ بجھانے کا رواج تھا۔ یہ دراصل دنیاوی معاملات سے دستبردار ہونے اور دنیاوی وجود کے خاتمے کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

بدھ مت میں نروان دوبارہ جنم لینے اور موت کے لامتناہی چکر [سمسار] سے نجات حاصل کرنا ہے۔ یہ ایک ایسی حالت ہے جو جگہ اور وقت سے ماوراہے، جسے بدھ مت کی روایات کے مطابق بیان کرنا ناممکن ہے۔ لیکن ایک شخص جس نے نروان حاصل کیاہو وہ مکمل طور پر مصائب اور دکھوں کے جنگل سے باہر ہو کر اس کا ادراک اور احساس کرتا ہے۔

اوپر جو ذکر ہوا یہ بدھ مت میں نروان کا ابتدائی اور بنیادی تصور ہے جو تھیراوادَ بدھ مت میں وجود رکھتا ہے البتہ مہایانَ بدھ مت کے مختلف مکاتب فکر نے وقت گزرنے کے ساتھ نروان کی مختلف تشریحات کی ہیں: مثال کے طور پر زین بدھ مت، تبتی بدھ مت، اور مہایان بدھ مت کی بہت سے دیگر ذیلی مکاتب فکر میں، نروان کی حالت کو بدھ بننے، یا کسی کا اپنی فطری بدھی فطرت کو محسوس کرنے کا مترادف قرار دیا ہے۔ کچھ نے اس کو مثبت اور بے عیب حالت / امَتَ دھاتو [amatadhatu] قرار دیا ہے وغیرہ۔

6- بدھ مت کی اخلاقیات

بدھ مت کی اخلاقیات یا اخلاقیات کے اصولوں کو ادیان سماویہ کے اخلاقی احکام کے طور پر نہیں سمجھا جانا چاہئے جہاں اچھے اخلاق دراصل خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے سرانجام دیے جاتے ہیں جس کے بدلے میں خدا کی طرف سے اچھائی اور کامیابی ملنے کی امید رکھی جاتی ہے بلکہ بدھ مت کے ہاں یہ اخلاقی اصول دنیاوی اسباب کے طور پر کام کرتے

ہیں، بدھ مت کے ہاں بعض رویے مصائب کو کم کرتے ہیں اور نروان کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں جب کہ بعض رویے نروان کے حصول میں رکاوٹ بنتے ہیں اور مصائب کو جنم دیتے ہیں۔

بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق آج کے اعمال مستقبل کی خوشی کو متاثر کرتے ہیں۔ اس اصول کو کرما[Karma]کا قانون کہا جاتا ہے اسی کرما کے قانون کے مطابق بدھ مت کے پیروکاروں کو دوسروں کے لیے فیاض، مہربان اور ہمدرد ہونا ضروری ہے کہ اس سے انسان کے مستقبل پر اچھا پڑتا ہے۔ بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق سمسار کے چکر کو توڑنے کے لیے ایک انسان کا ہر عمل درست ہونا چاہیے۔ بدھ مت کے عقائد کی کتاب دھم پد کی ابتداء بدھ مت کے انہی اخلاقی اصولوں سے ہوئی ہے:

manasā ce paduṭṭhena, bhāsati vā karoti vā,
tato naṃ dukkhamanveti, cakkaṃva vahato padaṃ.
manasā ce pasannena, bhāsati vā karoti vā,
tato naṃ sukhamanveti, chāyāva anapāyinī.

ترجمہ: اگر کوئی بُرے دماغ سے بولتا ہے یا کام کرتا ہے، تو اس کی وجہ سے دکھ اس کے پیچھے پڑتا ہے جیسا کہ پہیہ بیل کے کھر کے پیچھے چلتی ہے۔ اگر کوئی اچھے دماغ سے بولتا ہے یا عمل کرتا ہے تو اس کی وجہ سے خوشی اس کے پیچھے آتی ہے جس طرح کسی کا سایہ جو کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔

7- بدھ مت کے عام پانچ اخلاقی احکام[پنچ شیلَ]

یہ وہ پانچ اخلاقی اصول ہیں جن کی پیروی بدھ مت کے پیروکار بنیادی طور پر اچھی زندگی گزارنے کے لیے کرتے ہیں۔ ان مشترکہ اخلاقی اصولوں میں مندرجہ ذیل پانچ اصول[پنچ شیلَ]یعنی پانچ نیکیاں شامل ہیں۔

(1) جانداروں کو نقصان نہ پہنچانا،

(2) چوری نہ کرنا یا جو چیز نہ ملی ہو اسے حاصل نہ کرنا۔

(3) جنسی بدکاری سے پرہیز کریں۔

(4) جھوٹ نہ بولنا

(5) نشہ آور مشروبات اور منشیات سے پرہیز کرنا جو غفلت کا باعث بنتی ہوں۔

یہ پانچ سب سے بنیادی اور اہم اصول ہیں جن کی پابندی سب بدھ پیروکاروں پر لازم ہے۔

اس کے علاوہ بدھ مت کی بنیادی تعلیمات چار عظیم سچائیوں میں آخری سچائی[آٹھ جزوی راستہ]بدھ مت کی اخلاقیات کا مظہر ہے جو صحیح نقطہ نظر، صحیح نیت، صحیح تقریر، صحیح عمل، صحیح معاش، صحیح کوشش، صحیح ذہن سازی، اور صحیح ارتکاز پر مشتمل ہے[جس کی تفصیل اسی یونٹ میں گزر چکی ہے] یہ دراصل ایک انسان کے اقوال، اعمال اور فکر کی درستگی کے اصول ہیں۔ مثال کے طور پر صحیح تقریر جھوٹ، زبانی دھوکہ دہی، بہتان وغیرہ سے پرہیز کرنے اور سچ، نرم اور محبت بھری بول کا نام ہے۔ اسی طرح صحیح عمل میں عام طور پر اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ ایسا برتاؤ کیا جائے کہ کسی کو بھی جسمانی، جذباتی یا روحانی طور پر نقصان نہ پہنچے۔ بدھ مت میں چار پیشوں کی ممانعت ہے:

(1) ہتھیاروں کا کاروبار،

(2) جانداروں کا کاروبار (بشمول غلامی، جسم فروشی، اور جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے اٹھانا)

(3) گوشت وغیرہ کا کاروبار جیسے قصائی وغیرہ

(4) نشہ اور زہریلی چیزوں کا کاروبار۔

اس کے ساتھ بدھ مت کی اخلاقیات میں دو اور اہم عناصر ہیں جو اجتماعی اور معاشرتی حوالے سے اہمیت رکھتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱ ہمدردی[Compation]

دوسروں کے لیے ہمدرد ہونا بدھ مت کی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے، بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق زندگی دکھ ہے اور سمسار کی چکر میں پھنسے تمام انسان اس دکھ کے شکار ہیں اس لیے سب قابل رحم ہیں اسی طرح بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے ساتھ نرمی اور ہمدردی دراصل اپنے آپ کے ساتھ ہمدردی ہے جس سے مستقبل کے جنم اچھے ہوتے ہیں اور بندہ اپنی نجات کے قریب ہو جاتا ہے۔

۲ محبت بھرا رویہ[Metta]

Mettaکا معنی محبت اور دوستی ہے۔ بدھ مت بدلے میں کسی چیز کی توقع کیے بغیر دوسروں اور اپنے آپ کے ساتھ محبت بھری مہربانی کی تعلیم دیتا ہے۔ بدھ مت کے ماننے والوں کے لیے یہ بے لوث محبت اس لیے ضروری ہے کیونکہ یہ تین زہروں جہالت، لالچ اور نفرت پر قابو پانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا اخلاقی اصول تمام بدھ پیروکاروں کے لیے ہیں اس کے علاوہ بھی گھر سے لے کر معاشرے تک بنیادی ذمہ داریوں کے اصول ہیں جو عام لوگوں کے لیے ہیں۔ البتہ بہت سارے اصول ہیں جن کی پابندی صرف بدھ بھکشوئوں پر لازم ہیں جبکہ عام لوگوں پر نہیں۔ بدھ مت کے اخلاقی اصول بدھ بھکشوئوں کے لیے سخت اور تعداد میں زیادہ ہیں جبکہ عام لوگوں[Lay followers] کے لیے آسان اور کم ہیں۔مزید یہ کہ تقریبا تمام بدھ روایات (تھیرواد اور مہایان) میں عام پیروکاروں کے لیے ایک مشترکہ اخلاقی ضابطہ ہے، جبکہ خانقاہی ضابطے علاقے اور روایت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔

8- بدھ مت کی مقدس کتابیں

مہاتما بدھ نے اپنی تعلیمات کا کوئی تحریری ریکارڈ نہیں چھوڑا، اگرچہ آپ نے ایک طویل عرصہ یعنی پینتالیس[۴۵]سال اپنی تعلیمات کی تبلیغ میں گزارا مگر یہ تعلیمات کتابت کی صورت میں محفوظ نہیں ہوئیں۔ اس دور میں لکھنے کا رسم ورواج نہیں تھا نہ صرف گوتم بدھ کی تعلیمات ضبط تحریر میں آئیں بلکہ کسی بھی مذہب یا مذہبی رہنما کی تعلیمات کو خط کے ذریعے محفوظ نہیں کیا جاتا تھا، البتہ ان مذہبی تعلیمات کو جامع الفاظ میں نظم کر کے لوگ یاد کرتے تھے۔ گوتم بدھ نے بھی اپنے شاگردوں سے زبانی یاد کرنے کی وصیت کی تھی۔ انہوں نے ایسا ہی کیا ہو گا یعنی یاد کر کے زبانی روایت کے ذریعے آگے منتقل کیا۔

گوتم بدھ کے انتقال کے بعد مختلف ادوار میں آپ کی تعلیمات کو محفوظ کرنے اور آپس کے اختلافات و بدعات کے خاتمہ کے لیے بدھ سنگھ کی متعدد اجتماعی نشستیں[کونسلیں]منعقد ہوئیں جن میں بدھ مت کی تعلیمات دہرائی گئیں اور ترتیب دی گئی۔

بدھ مت کی روایت کے مطابق پہلا بدھ اجتماع: گوتم بدھ کے انتقال کے بعد آپ کے ایک قدیم شاگرد مہا کسیپ کی صدارت اور ریاست مگدھ کے راجہ اجات شترو کی زیر سرپرستی ریاست مگدھ کے صدر مقام راج گریہہ میں ہوا، اس پہلی بدھسٹ کونسل کے دوران گوتم دوسرے بڑے شاگرد آنند اور اپالی نے بالترتیب بدھ کے خطبات[ستّ پٹک]اور خانقاہی نظام کے اصولوں[وِنَ یَ پٹکَ] کی تلاوت کی۔ تمام راہبوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ تلاوتیں درست ہیں۔

دوسری بدھ کونسل بدھ کے انتقال کے تقریباً سو سال بعد ویشالی میں منعقد ہوئی۔ اس میں بدھ سنگھ دو بڑے اسکولوں، ستھاویر واد (بزرگوں کا اسکول) اور مہا سنگھیک (عظیم اسمبلی) میں تقسیم ہوا۔

تیسری بدھ کونسل تقریباً 250 قبل مسیح میں پاٹلی پترا میں بلائی گئی تھی، جو کہ شہنشاہ اشوک کی سرپرستی میں تھی۔ تیسری بدھ کونسل میں گوتم کی تعلیمات کو تین مجموعوں کی صورت میں ترتیب دیا گیا۔ ان میں تیسرے حصے "ابھی دھم پٹک" کا اضافہ بھی کیا گیا[18] یہی مجموعے آج تری پٹک کے نام سے جانے جاتے ہیں جو دراصل ہنایان یا تھیرا واد بدھ مت کی مقدس کتابیں ہیں۔

اس کے بعد پہلی صدی قبل مسیح سری لنکا میں بادشاہ "وٹّ گمنی ابیا" کے دور میں 29 قبل مسیح کو کونسل بلائی گئی جس میں پالی تی پٹک [Tipitaka] کو کتابت کی صورت دی گئی۔ اور ایک کونسل سرواستیوادیوں کا 78 عیسوی میں کشمیر میں منعقد ہوئی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ کنشک کے حکم پر بلائی گئی تھی۔ اس کشمیر کی کونسل کی اہمیت اس لیے ہے کہ اس میں ایک ایسے فرقے کے مقدس متون اور مذہبی روایات تیار کئے گئے جو نظریاتی اور اعتقادی حوالے سے پالی بدھ مت یعنی ہنایان مکتبہ فکر کے قریب تھا [بہت سے مورخین اور مستشرقین اس کو ہنایان / ستھاویر اواد کا ذیلی فرقہ بتاتے ہیں] لیکن ان کے مذہبی روایات سنسکرت زبان میں تھے۔ راجا کنشک نے پانچ سو بھکشوؤں کو کشمیر میں جمع کیا، جس کی سربراہی "وسومترا" نے کی، تاکہ سروستی وادین ابھی دھرم متون کو منظم کیا جاسکے، جو پہلے پراکرت مقامی زبانوں (جیسے گندھاری اور کروستی رسم الخط) میں تھے۔ اس کونسل میں ان متون کو سنسکرت زبان میں ترجمہ کیے گئے۔

اگرچہ سرواستواد فرقہ اب ایک اپنی الگ شناخت کے ساتھ موجود نہیں ہے، البتہ اس کی روایاتی روشہ کو مہایان مکتبہ فکر نے آگ بڑھایا۔

الغرض، گوتم بدھ کی تعلیمات کو جب کتابی شکل دی گئی تو انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا گیا اور ان تین حصوں کو "تری پٹک" تین ٹوکریوں کا نام دیا گیا۔

[18] *Buddhist Monastic life: according to the Text of the Theravada Tradition*, pp,xi.

a. تی پِٹک[Tipiṭaka] تین ٹوکریاں

تی پِٹکَTipiṭaka یا سنسکرت میں تری پِٹکTripiṭaka کا معنی ہے تین ٹوکریاں۔ کہ اس میں کتابوں کی تیں ٹوکریاں یعنی تین مجموعے جمع ہیں۔

۱۔ وِنَیَ پِٹکَVinaya Piṭaka [ہدایت اور خانقاہی اصولوں کی ٹوکری]

۲۔ سُتَّ پِٹکَSutta Piṭaka [خطبات اور مکالمات کی ٹوکری]

۳۔ ابھی دھمَّ پِٹکَAbhidhamma Piṭaka[فلسفیانہ عقائد اور تجزیہ کی ٹوکری]

(i) وِنَیَ پِٹکَ/Vinaya Piṭaka

اس ہدایات کی ٹوکری میں وہ اصول و قوائد بھی ہیں جو بدھ مت کے پیروکاروں کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ ان اصولوں کی تعداد مرد بھکشوؤں کے لیے دوسوستائس ہیں اور بھکشونیوں کے لیے تین سو گیارہ ہیں۔ ان اصولوں کو بھکشوؤں کی سنیئرٹی، جزاء اور سزا کی نوعیت وغیرہ کی بنیاد پر مختلف درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس طرح اس پٹک کو پانچ حصوں یا پانچ کتابوں کا مجموعہ بنایا گیا ہے:

a) پاراجِکَ پالی[Pārājika Pāḷi]

b) پاچتی[Pācittiya Pāḷi]

c) مہاوگَّ پالی[Mahāvagga Pāḷi]

d) چولَ وگَّ پالی[Cūḷavagga Pāḷi]

e) پریوارَ پالی[Parivāra Pāḷi]

a) پاراجِکَ پالی[Pārājika Pāḷi]

پاراجکَ قوانین: ان میں سے چار نہایت ضروری امور ہیں جن سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کوئی بھکشو ان کا ارتکاب کرے تو وہ بھکھو سنگھَ سے خود بخود خارج ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے کوئی کفارہ اور توبہ نہیں ہے دوسرے الفاظ میں وہ شخص کبھی بھی دوبارہ بھکشو نہیں بن سکتا ہے۔ یہ گویا بدھ مت کے گناہ کبیرہ ہیں البتہ یہ سزا میں زیادہ سخت ہیں کہ یہ اسی جنم میں کسی کفارہ سے معاف نہیں ہوتے ہیں۔ وہ چار امور یہ ہیں:

- زنا کرنا۔

- چوری کرنا۔
- کسی شخص کو قتل کرنا یا اس کا سبب بننا۔
- روحانی طاقتوں کے حصول کا دعوہ کرنا جو حقیقت میں حاصل نہ کیا ہو۔

اس کے علاوہ اس میں گناہ کے تین اقسام اور شامل ہیں ان سب گناہوں یا پاراجیکا پالی کے سب اصولوں کی کل تعداد ۴۹ ہے۔

(b پاچتّی[Pācittiya Pāḷi]

پاچتّی پالی وِنَ یَ پٹک کا دوسرا حصہ ہے۔ یہ ۱۷۸ خانقاہی ضابطوں اور قوانین پر مشتمل ہے۔ جس کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اس کے قوانین بھکشوئوں کے کھانے پینے، کھانے کو جمع کرنے کے آداب، لباس[Robe]، خانقاہی جھگڑوں کے خاتمے وغیرہ سے متعلق ہیں۔ اس طرح پہلے حصے کے ۴۹ اوراس دوسرے حصے کے ۱۷۸ ملا کر ۲۲۷ قوانین بنتے ہیں۔ یعنی اس دوسرے حصے میں بھکشوؤں کے لیے ۲۲۷ قوانین پورے ہو گئے۔

نوٹ: خواتین کے قوانین کی تعداد مردوں سے زیادہ ہیں۔ وہ قوانین تعداد میں ۳۱۱ ہیں۔

بھکّھونیوں اور بھکّھوؤں کے خانقاہی قوانین کا ایک تقابلی چارٹ

	Bhikkhu	*Bhikkhunī*
(1) Pārājika	4	8
(2) Saṃghādisesa	13	17
(3) Aniyata	2	—
(4) Nissaggiya Pācittiya	30	30
(5) Suddha Pācittiya	92	166
(6) Pāṭidesanīya	4	8
(7) Sekhiya	75	75
(8) Adhikaraṇasamatha	7	7
	227	311

(c مہاوگّ پالی[Mahā Vagga Pāḷi]

مہاوگّ تیسری کتاب ہے اس کتاب کے پھر دس حصے ہیں، جو زیادہ تر سنگھ کے قوانین سے متعلق ہیں۔ اس کا آغاز ایک تاریخی بیان کے ساتھ ہوتا ہے کہ کس طرح بدھ نے بودھی درخت کے دامن میں نروان حاصل کیا تھا؟ اس

نے کیسے علت اور معلول[Dependent origination]کا قانون دریافت کیا تھا؟اس نے اپنا پہلا خطبہ کس طرح اپنے پانچ مریدوں کے سامنے عظیم چار سچائیوں کی دریافت پر پیش کیا تھا؟وغیرہ۔یعنی اسی حصے میں دھم چکّپ پوتّن سُتّ[Dhammacakkappvattana Sutta]شامل ہے جو گوتم کے پہلے خطبہ سے متعلق ہے جس میں انہوں نے اپنی یہ تعلیمات اپنے پرانے پانچ مریدو/شاگردوں کے سامنے پیش کی تھیں۔اسی طرح اس میں انتّلکّن ستّ [Anattalakkana Sutta] بھی شامل ہے جس میں بدھ مت کا روح کے حوالے انتّ یعنی کسی چیز میں کسی لازوال روح یا جوہر کا کوئی وجود نہیں ہے جو بدھ مت عقیدہ[No Self]سے مشہور ہے۔ان دونوں ستوں کو بدھ کی تعلیمات کا نچوڑ سمجھا جاتا ہے۔

d) چُلّ وگّ پالی[Culla Vagga]

چل وگ خانقاہی اصولوں کی ٹوکری کا چوتھا حصہ یا چوتھی کتاب ہے۔اس کو پھر بارہ حصوں میں تقسیم کیا گیاہے جو ذاتی اعمال کے حوالے سے زیادہ تفصیل سے اصولوں کی وضاحت کرتا ہے۔مثلا بھکھوؤں کے غسل کے احکام ،لباس کے بارے میں تفصیل،رہائش کے بارے میں وضاحت،فرنیچر اور مہمان بھکھوؤں کی آمد،نئے طالب علموں اور معلموں کی ذمہ داریاں وغیرہ کے بارے میں ہدایات پر مشتمل ہے۔اسی طرح اس کا ایک ہم حصہ بھکھوؤں کے درمیان لڑائی اور فساد کا سبب بننے والوں،امی لوگوں سے مل ملاپ کرنے والوں خاص طور پر بدھ ،سنگھ اور دھم کی تنقیص کرنے والوں کے خلاف سزا کے حوالے سے ہے۔وغیرہ

اس کے علاہ اس میں گوتم بدھ کی سوتیلی ماں مہاپجاپتی کے اس قصے کا بھی ذکر ہے جب انہوں خواتین کو بھی سنگھ میں شامل کرنے کی درخواست کی تھی جس کی یہ درخواست قبول کی گئی تھی۔

اس کتاب کے آخری دو حصے بدھ مت کے پہلے دو کونسلوں سے متعلق ہیں یعنی راجگاہ کی کونسل اور ویشالی کی کونسل کے بارے میں بتاتے ہیں۔

e) پریوارَ پالی[Parivāra Pāḷi]

پریوار پالی خانقاہی اصولوں کی ٹوکری کی پانچویں اور آخری کتاب ہے۔یہ ایک رسالہ قسم کی کتاب ہے جو پڑھنے والے کو اس خانقاہی اصولوں کی ٹوکری کا ایک تجزیاتی سروے کرنے کا قابل بناتا ہے۔اس میں تمام قوانین،سنگھ کے احکامات اور دوسرے مختلف امور کو الگ الگ درجوں میں تقسیم کیا گیاہے۔اس کتاب میں ہدایات موجود ہیں کہ اصولوں اور سنگھ کے انتظامی قوانین کو کیسے نافذ العمل بنانا ہے اس کے لیے اس میں عدالت کا نفاذ اور اچھے علم رکھنے والے ججوں کا انتخاب کرنے کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں۔کہ جس کی روشنی میں سنگھ کے جھگڑوں اور دوسرے معاملات کے کے حوالے سے کوئی حل نکالا جاسکے۔

(ii) ست یا سُتّنتَ پِٹک[Sutta/Suttanta Piṭaka]

"ستّ" کا لفظی معنی دھاگہ ہے لیکن یہاں تعلیمات اور احکامات مراد ہے۔ جس طرح حبل من اللہ [اللہ کی رسی] سے اللہ کے احکامات یا قرآن مجید [جو اللہ کے احکامات کا مجموعہ ہے] مراد ہے۔ سنسکرت میں سُتر کہتے ہیں جو آج بھی اردو میں مستعمل ہے۔ ست پٹک مطلب بدھ کی تعلیمات کی وہ ٹوکری جس ٹوکری میں گوتم بدھ کے خطبات اور مکالمات جمع کئے گئے ہیں۔ مزید یہ کہ اس میں کچھ خطبات گوتم کے شاگردوں کے بھی شامل ہیں مثلا ساری پُتّ Saariputta، آنندَ Aananda، اور مہا مگّلانَ Maha Moggallaana وغیرہ کے کچھ خطبات بھی اس میں موجود ہیں۔ بدھ کی تعلیمات کی یہ ٹوکری پانچ حصوں یا پانچ نِکایَوں [Nikaayaas] پر مشتمل ہے؛

i. دِیگھَ نِکایَ/dīgha nikāya [لمبے یا بڑے مکالمات/Long discources یا مکالمات کا بڑا مجموعہ]
ii. مجِھمّ نِکایَ/majjhima nikāya [درمیانہ مکالمات]
iii. سمیوتّ نِکایَ/saṃyutta nikāya [آپس میں جڑے ہوئے مکالمات]
iv. انگتّر نِکایَ/aṅguttara nikāya [عددی مکالمات]
v. خُدّکَ نِکایَ/khuddaka nikāya [مختصر مکالمات/چھوٹے مکالمات]

(iii) ابھی دھمّ پِٹکَ abhidhamma piṭaka [اعلی تعلیمات کی ٹوکری]

تعلیمات کی یہ ٹوکری بدھ مت کی تعلیمات کی تیسری اور آخری ٹوکری ہے۔ اس میں بدھ مت کے عقائد اور تعلیمات کے بارے میں فلسفیانہ بحثیں ہیں جو بعد میں آنے والے علماء کے نظریات، عقائد اور اخلاقیات پر مبنی تحریروں پر مشتمل ہے۔ ابھی دھما پٹیکا کو راہب خاص طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس کو پھر سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ابھی دھم پٹک میں ہر چیز کو پانچ مرکبات [Five Khandhas] کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اسی طرح اس میں ایک لازوال روح کا انکار قانون تغیر کی روشنی میں واضح کرتے ہیں، بدھ مت کی تعلیمات کی اس ٹوکری میں تقریبا بدھ مت کی تمام نظریات پر بحث کی گئی ہے۔ مثلا

- پانچ مرکبات [Khandhas]
- اندرونی اور بیرونی حواس ستہ [Aayatanas]
- قانون علت و معلول/Paticca-samuppada [Dependent Origination]
- ارتکاز اور فکری استغراق/Jhaana [Deep concentration]

- راستہ /Maggaیعنی ہشگانہ راہ
- اخلاقی قوانین /Sikkhaapada
- عظیم سچائی /Sacca[چار عظیم سچائیاں وغیرہ۔

مذکورہ بالا تین پٹک یا بدھ قانوں کے علاوہ وہ کتابیں ہیں جو تفاسیر کی حیثیت سے وجود میں آئیں اور ان کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی اسی وہ جو بدھ مت کے تاریخی ورثہ کے طور پر مشہور ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ جاتک /Jatakas کہانیاں، جس میں بدھ مت کے پیروکاروں کے لیے اخلاقی کہانیاں گوتم بدھ کی زندگی کے حوالے سے متعلق کہانیا، بدھ مت کی مذہبی ثقافت وغیرہ سے متعلق تفصیل موجود ہے۔

۲۔ دیپ ومسَ/ Dipavamsaجو تین سے چار صدی عیسوی کے درمیان لکھی گئی جس کا مطب ہے جزیرہ کی تاریخ۔ یہ سری لنکا کا سب سے قدیم تاریخی ریکارڈ ہے۔

۳۔ مہاومس /Maha Vamsa

یہ بھی سری لنکا کا دیپ ومس کے بعد دوسرا قدیم تاریخی ریکارڈ ہے جو بدھ مت کے لیے تاریخ کے ساتھ ساتھ سیاسی حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ پانچ صدی عیسوی میں لکھی گئی ہے جس میں ہندوستان میں بدھ مت کی تاریخ کا ذکر ہے، بدھ کی موت سے لے کر تیسری بدھ کونسل تک کی تاریخی تفصیل موجود ہے۔

b. مہایان بدھ مت کی مذہبی کتابیں

مہایان بدھ مت کو سنسکرت بدھرم بھی کہا جاتا ہے کہ اس جماعت کی مذہبی کتابوں کی بنیادی زبان پالی نہیں بلکہ سنسکرت ہے۔ انکا مذہبی ادب سوتروں[Sutras]، شاستروں یا ونایَ[Vinaya/Sastras]اور تنتروں یا ابھی دھرمَ /Abbhidharma]کی صورت میں ہے:

۱۔ سوترا[Sutras]سب سے زیادہ مستند ہیں اور بڑے پیمانے پر نظریے کے طور پر قبول کیے گئے ہیں۔ سوتروں کا ایک وسیع مجموعہ موجود ہے جن کی تعداد چھ سو تک بتائی جاتی ہے جن میں سے بعض کو مہایانا بدھ مت کی بعض برادریوں میں بدھ وچنا[بدھ کا لفظ] کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ یہ صحیفے زیادہ تر سنسکرت کے مخطوطات میں محفوظ ہیں، جن کے تراجم کر کے تبتی بدھ مت کے قانون اور چینی بدھ مت کے قانون بنائے گئے ہیں۔ کئی سو مہایان سوتر سنسکرت میں، یا چینی اور تبتی تراجم میں موجود ہیں۔

مہایان بدھ مت کے اہم ستروں میں سے کچھ مشہور یہ ہیں:

a) لوٹس ستر ا/Lotus Sutra

لوٹس ستر اکو بڑے پیمانے پر بدھ مت کے سب سے اہم اور بااثر ستر ا، یا مقدس ترین صحیفوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ یہ بودھی ستوا[Bodhisattva] اور بدھ فطرت[buddha-nature] وغیرہ پر بحث کرتا ہے۔ اس ستر اکا کلیدی پیغام یہ ہے کہ بدھ ہڈ[Buddhahood] یا بدھ فطرت[Buddha Nature] یعنی زندگی کی اعلیٰ ترین حالت جس میں بے پناہ ہمدردی، حکمت اور ہمت ہے، یہ جنس، نسل، سماجی حیثیت یا فکری صلاحیت کے امتیاز کے بغیر ہر فرد کے اندر موجود ہے۔

b) پرجناپارامت ّسوتر/Prajnaparamita [حکمت اور دانائی کا کمال/perfection of wisdom]

پراجناپرامت ّستر مہایان سوتروں میں سے قدیم ترین ہیں اور مہایان بدھ فلسفے کے لیے اس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کی عبارتیں بدھ مت کے صحیفوں کے چینی قانون اور تبتی قانون دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس سوتر میں مہایان کے عقیدہ شُنیَتَ /Shunyata[Emptiness] کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

c) لنکَوتاراسوترا/Lankavatara Sutra

اس میں مختلف موضوعات کے حوالے سے تعلیمات شامل ہیں: کچھ اہم موضوعات بدھی ستوا، بدھی ستوا کا راستہ شُنیَتShunyata، بدھا کی تعلیم کا طریقہ ،وغیرہ شامل ہیں۔

d) تتھاگھتَ گربھَ سوترا/Tathāghatagarbha Sutra

تتھاگتا گربھ ستر ا، دھرم کے پہیے کے تیسرے موڑ کے بنیادی بدھ سوتروں میں سے ایک ہے جہاں مہاتما بدھ نے تتھاگت گربھ یا بدھ فطرت کے بنیادی اصول کی وضاحت کی ہے۔ یہ تبتی بدھ مت کے پیروکاروں میں اہمیت کا حامل ہے۔

مہایان فرقے کے سوتر کب وجود میں آئے یا کب مدون ہوئے؟ اس حوالے سے بدھ مت کے علوم کے جدید اسکالرز کا عام طور پر خیال ہے کہ یہ سوترSutras اگرچہ بدھ سنگھ کی تقسیم کے بعد مہا سنگھیکوں نے مرتب کرنا شروع کئے تھے مگر یہ پہلی صدی قبل مسیح اور پہلی صدی عیسوی کے درمیان ظاہر ہونا شروع ہوئے تھے۔ قدیم ہندوستان میں بدھ مت کے زوال تک ان کی تالیف اور تدوین جاری رہی۔

پہلی اور دوسری صدی عیسوی میں چائنیز زبان میں ان کا ترجمہ مختلف بھکشوئوں کی کوششوں سے ہوا۔اسی طرح بدھ تعلیمات کی سنسکرت اور پراکرت متون کو دوسری صدی میں چین سے شروع کر کے ساتویں صدی میں تبت لایا گیا، اور دونوں خطوں نے ترجمے کے جامع منصوبے بنائے۔ چوتھویں صدی عیسوی کے آخر میں چینی اسکالر راہب ڈاؤان نے کئی سو بدھ مت کی کتابوں کا پہلا جامع فہرست [کیٹلاگ] مرتب کیا جو چین میں لائے گئے تھے۔ کیٹلوگ جس نے معیار قائم کیا وہ 730 عیسوی میں زیشینگ نے مرتب کیا تھا، جس میں ایک ہزار چھہتر کاموں[کتابوں] کی فہرست دی گئی تھی، جس میں آگماسAgamas(جو پالی نکایوں کی طرح ہیں)شامل ہیں۔ اس مدت کے بعد بھی متون ہندوستان سے لائے جاتے رہیں اور ترجمہ کیا جاتا رہا، لیکن دسویں صدی عیسوی میں شائع ہونے کے بعد اس میں اور متون شامل کرنا بند کر دیا گیا۔[19]

تبت میں، اسکالرز کو متن کی اسی طرح کی حیران کن کثرت کا سامنا کرنا پڑا اور شاید چینی نقطہ نظر سے متاثر ہو کر راہبوں نے متن کو دو حصوں میں تقسیم کیا: کنگیور [Kangjur] جسے گوتم بدھ کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ اور تنگیور [Tengjur] جس میں تفسیریں، متعلقہ مقالے، اور ذیلی ادب شامل ہیں۔ یہ لکڑی کے بلاکس پر چھاپے گئے تھے یہ بنیادی طور پر چودھویں صدی میں طے کیے گئے تھے۔

ساستروںSastras اور تنترک دستاویزات کو زیادہ مقبولیت حاصل نہیں اور عام طور پر یہ ایک خاص اسکول سے منسلک ہوتے ہیں. اس کے علاوہ کچھ اہم مجموعوں کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

e) جاتک /Jatakas:

مہایان بدھ مت کے مقدس ادب میں بھی ایک مجموعہ جاتکوں کا ہے۔ اس میں گوتم بدھ کے حالات زندگی اور اس کے پہلے جنموں کے بارے میں تفصیل موجود ہے۔

Lalitavistara / للیتاوستارا

یہ بھی بدھ مت کی ایک مقدس کتاب اور گوتم بدھ کی بائیوگرافی ہے۔ اس کتاب میں گوتم بدھ کی پیدائش سے لے کر حقیقت سے آگاہ ہونے تک کے حالات موجود ہیں۔

f) **بدھ چریت[Buddha Charita]**

یہ گوتم بدھ کی زندگی اور تعلیمات پر سنسکرت میں ایک نظم ہے۔ جو ایک مشہور بدھ عالم اِشوگوسَ[150-80] نے لکھا ہے۔

---

[19]https://www.oxfordbibliographies.com/display/document/obo-9780195393521/obo-9780195393521-0036.xml approached on 18th July 18, 2024, 6:34 pm.

خودآزمائی

1. گوتم بدھ کے نظریہ خدا کے بارے میں مختلف علماء کا نقطۂ نظر بیان کریں۔
2. روح اور نفس کے بارے میں گوتم بدھ کی تعلیمات کیا ہیں؟
3. بدھ مت کا نظریہ اعمال کے بارے میں لکھیں۔
4. بدھ مت کا نظریہ علت و معلول بتائیں۔
5. چار عظیم سچائیاں کیا ہیں؟ وضاحت کریں۔
6. بدھ مت کے آٹھ جزوی راستہ کے بارے میں بتائیں۔
7. بدھ مت کے عقیدہ نروان کے بارے میں لکھیں۔
8. پالی بدھ مت کی مقدس کتابوں کے بارے میں بتائیں۔
9. ونائ پٹک کے چند موضوعات کے بارے میں لکھیں۔
10. سنسکرت بدھ مت کی مذہبی کتابوں کے بارے میں لکھیں۔
11. ست پٹک کے بارے میں مختصر بتائیں۔
12. ابھی دھم پٹک کے حوالے سے بتائیں۔

جوابات

تمام سوالوں کے جواب متعلقہ یونٹ سے تلاش کریں۔

یونٹ نمبر 8

بدھ مت کے مختلف فرقے

تالیف: عبدالمتین کاکڑ

نظر ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

ڈاکٹر حسن بیگ

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف .....

یونٹ کے مقاصد .....

1. بدھ سنگھ کی تقسیم کا پس منظر .....

2. ہینایان بدھ مت [ستھاویرواد، تھیراوادبدھ مت] .....

i. عقائد و نظریات .....

ii. مشہور ذیل فرقے .....

a. سرواستی وادَ [Sarvastivada] .....

b. ویبھشھِکَ Vaibhashika .....

c. سوتنتریکَ [Sautrantika] .....

d. دھرماگپتکَ [Dharmaguptaka] .....

3. مہاسنگھیک اور مہایان بدھ مت .....

i. تری کایَ کا عقیدہ .....

ii. بدھی ستوا .....

iii. بھکتی کا رجحان .....

iv. دوسرے عقائد اور نظریات .....

v. مشہور ذیلی فرقے .....

vi. چیتیاوادَ .....

vii. مہایان کے فعال اور موجودہ ذیلی فرقے .....

a. مدھیَمکّ .....

b. یوگاچارَ .....

4. وجریانَ بدھ متِ .....

5. چھان یا زین بدھ مت [Ch'an and Zen Buddhism] .....

6. تبیچیرن بدھ مت .....

خود آزمائی .....

جوابات .....

یونٹ کا تعارف

بدھ مت بنیادی طور پر دو مکاتب فکر ہنایان یان اور مہایان میں تقسیم ہے۔ ہنایان بدھ مت اور مہایان بدھ مت۔ آگے جا کر مہایان بدھ مت سے ایک اور مکتبہ فکر نے جنم لیا جو آج بدھ مت کے تیسرے مکتبہ فکر کے طور پر وجریانَ بدھ مت کے نام سے مشہور ہے۔

بدھ مت میں باقاعدہ طور پر تقسیم گوتم بدھ کے پری نروان [موت] کے تقریباً سو سال بعد واقع ہوئی جسے مستشرقین کے ہاں بڑی تقسیم [The Great Schism] کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور بدھسٹ سکالرز اس تقسیم کو سنگھ َبھیدَ (saṁghabheda) یعنی "سنگھ کی تقسیم" سے یاد کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں بدھ مت دو بڑے مکاتب فکر میں بٹ گیا، ایک مکتبہ فکر کو گوتم بدھ کی تعلیمات کے حوالے سے قدامت پرست سمجھا جاتا ہے جو آج ہنایان یا تھیراواد [بزرگوں کی روایات] کے نام سے مشہور ہے، اس کے مشہور اور ابتدائی نام ستھاویرواد اور شرَوکایانَ بھی ہے ۔مذاہب کے ماہرین اس قدامت پرست بدھ مت کو پالی بدھ مت بھی کہتے ہیں کہ اس بدھ مت کی مقدس اور مذہبی کتابوں کی زبان پالی ہے۔ تھروادبدھ مت کے پیروکار کا آئیڈیل اور منزل مقصود ارہت [Arahat] بننا ہے۔ ان کے ہاں ارہت وہ کامل انسان ہوتا ہے جس نے حقیقت کی نوعیت کی صحیح بصیرت حاصل کر کے لالچ، نفرت اور جہالت کی تین آگ کو بجھانے میں کامیاب ہو کر نروان پالیا ہو۔ نتیجتاً، وہ سمسار کے ذریعے دوبارہ جنم نہیں لے گا۔

دوسرا مکتبہ فکر آزاد خیال اور جدت پسند سمجھا جاتا ہے جو آج مہایان بدھ مت کے روپ میں وجود رکھتا ہے۔ یہ ایک آزاد خیال اور جدت پسند مکتبہ فکر ہے جو دوسری بدھ کونسل میں اپنے اس جدت پسندی کی وجہ سے بزرگوں کی جماعت یعنی ستھاویراوادَ سے الگ ہو گئے تھے۔ اس کا ابتدائی مشہور نام مہا سنگھیکَ [بڑی جماعت] ہے۔ مہایان بدھ مت کا مقصد اور آئیڈیل بودھی ستوا بننا ہے۔ مہایان بدھ مت میں دوسروں کے ساتھ ہمدردی کی بہت اہمیت ہے۔ اسی ہمدردی کی وجہ سے بودھی ستوا نروان حاصل کرنے کی بجائے سمسار کے چکر میں رہنے کا انتخاب کرتے ہیں تاکہ وہ نروان حاصل کرنے میں دوسروں کی مدد کر سکیں۔

تھیرواد اور مہایانَ بدھ مت کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ جہاں تھیرواد بدھسٹ ارہت بننے اور سمسار کے چکر سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہیں مہایانا بدھ مت کے پیروکار دوسروں کے لیے ہمدردی کے باعث سمسار کے چکر میں رہنے کا انتخاب کرتے ہیں۔

بدھ مت کا مشہور تیسرا مکتبہ فکر جو دراصل مہایان بدھ مت کا ذیلی مکتبہ فکر ہے وہ وجرایان بدھ مت ہے۔ اس کے دوسرے مشہور ناموں میں تنترایانَ، منترایانَ اور تبتی بدھ مت وغیرہ شامل ہیں۔ وجرایان پانچویں صدی عیسوی کے آس پاس مہایان بدھ مت کی نئی تشریح اور توسیع کے طور پر وجود میں آیا اور تبتی بدھ مت نے ساتویں صدی عیسوی کے آس پاس اسی وجریان اسکول سے جنم لیا۔

وجرایانَ بدھ مت اپنے مہایان اسکول کے ساتھ بہت سی تعلیمات میں یکسانیت بھی رکھتا ہے البتہ بہت سی تعلیمات اور عقائد میں اختلاف بھی ہے، ایک تمیازی فرق یہ ہے کہ وجریانا بدھ مت سکھاتا ہے کہ ایک ہی جنم میں نروان تک پہنچنا ممکن ہے۔ روحانی آلات کا استعمال جیسا کہ تصور، منتر، وغیرہ کی مشقیں نروان حاصل کرنے کے اس تیز رفتار سفر میں مدد گار ثابت ہوتی ہیں۔ لازمی نہیں کہ اس کے لیے بہت سی اخلاقی تعلیمات پر عمل کیا جائے، یا دوسرے روایتی مذہبی رسومات سرانجام دیے جائیں۔ وجریان بدھ مت کے پیروکار خود کو نروان حاصل کرنے کے تیز ترین راستے پر سمجھتے ہیں۔

یونٹ کے مقاصد

1. طلباء، بدھ مت کی ابتدائی تقسیم کے پس منظر سے واقف ہو سکیں گے۔
2. ہنایانَ بدھ مت کے بارے میں جان سکیں گے۔
3. ہنایان بدھ مت کی تعلیمات کے حوالے سے آگاہی حاصل کر سکیں گے۔
4. طلباء کو سروستی وادَ مکتبہ فکر کی پہچان ہو گی۔
5. ویبھشِک مکتبہ فکر کے حوالے سے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
6. سوتنتریک مکتبہ فکر کے بارے میں جان سکیں گے۔
7. دھرما گپتَ کے حوالے آگاہی حاصل کر سکیں گے۔
8. طلباء مہا سنگھیکَ اور مہایانَ بدھ مت کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔
9. تری کایَ[Trikaaya] کے مشہور عقیدے کے بارے میں جان سکیں گے۔
10. طلباء کو مہایان بدھ مت کے بودھی ستوا کے عقیدے کا علم ہو گا۔
11. مہایانَ بدھ مت کے عقائد اور نظریات سے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
12. چیتیا وادَ اور سائلہ مکاتب فکر کے بارے میں جان سکیں گے۔
13. مدیَ مکّ[Madhya makka] مکتبہ فکر سے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
14. یوگاچار مکتبہ فکر کے حوالے سے جان سکیں گے۔
15. نیچیرن بدھ مت کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں گے۔
16. چھان / زین بدھ مت کے بارے میں جان سکیں گے۔
17. وجریانَ بدھ مت کے حوالے سے جان سکیں گے۔

1- بدھ سنگھ کی تقسیم کا پس منظر

بدھ مت بنیادی طور پر کے دو بڑے مکاتب فکر میں تقسیم ہوا تھا:

1. ستھاویرواد/Sthaviravada [پالی: تھیرواد]بدھ مت یعنی بزرگوں اور سینئر بھکشوئوں کی جماعت۔جو ہنایانَ اور شرَوکایانَ سے بھی مشہور ہے۔
2. مہاسنگھیکَ/Mahasanghika:بڑی جماعت۔جو آج مہایان کی صورت میں موجود ہے۔

مہایانَ بدھ مت[Mahāyāna] نے آگے جا کر وجرَیان[Vajrayāna] کو جنم دیا۔جو آج ایک الگ اور بدھ مت کے تیسرے بڑے مکتبہ فکر کے طور پر مشہور ہے۔

ان سب کے ہاں گوتم بدھ کی بنیادی تعلیمات پر زیادہ اختلاف نہیں ہے مثلا چار عظیم سچائیاں، ہشتگانہ راہ، روح یا ذات کا عدم وجود وغیرہ۔ البتہ بدھ کی ذات کے حوالے سے عقائد اور نجات پانے کی حالت اور مذہبی رسومات وغیرہ میں اختلافات ہیں۔ وجرایان اگرچہ عمومی طور پر ایک الگ مکتبہ فکر کے طور پر مشہور ہے در حقیقت یہ مہایانَ بدھ مت کا ایک ذیلی مکتبہ فکر ہے کچھ نئ اور الگ خصوصیات کے ساتھ ایک الگ فرقہ کے طور پر جانا جاتا ہے۔

بدھ کی پری نروان[parinirvana]یعنی موت کے وقت گوتم بدھ نے نہ اپنے کسی شاگرد کو اور نہ کسی اور پیروکار کو اپنے مذہب کی سپریم اتھارٹی دی۔یعنی انہوں نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا بلکہ اس حوالے سے ایک دفعہ انہوں نے اپنے شاگرد آنند سے کہا تھا کہ میرے بعد سپریم اتھارٹی میر تعلیمات یعنی "دھمّ" اور "ونایَ قوانین" ہوں گے۔

گویا ایک توشرمن روایات[Sharamans] اور برہمنوں کے وسط میں اس نئے دھرم میں ایک نامزد کردہ مرکزی پیشوا کا فقدان تھا دوسری طرف گوتم بدھ کی تعلیمات ایک وسیع علاقے میں پھیل جانے سے بہت سے موضوعات پر گوتم کی تعلیمات کی تشریحات اور تعبیرات میں بھی فرق کا آنا ایک فطری عمل تھا۔اس کے علاوہ کچھ ایسے واقعات بھی پیش آئے جس کے بعد اس نئے دھرم کا دو بڑے حصوں میں بٹ جانا لازمی تھا۔

اس حوالے سے جو ایک مشہور اور اہم واقعہ ہے وہ مغربی اور مشرقی بھکشووں میں ایک تنازعہ ہے جس سے سنگھَ دو حصوں میں مہاسنگھیکا اور ستھاویرَوادَ میں بٹ گیا، جو آج تھیراوادَ اور مہایانَ کی صورت میں وجود رکھتے ہیں۔اس

تنازع اور اس تقسیم کی اصل وجہ یا وجوہات کے بارے میں پالی بدھ مت اور سنسکرت بدھ مت اپنے الگ الگ نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔

ا۔ پالی بدھ مت کی روایات [دیپ و مسَ، مہاو مس اور پالی ادب] کے مطابق بدھ خانقاہی اسٹیبلشمنٹ کی تقسیم کی اصل وجہ وہ دس نئے خانقاہی ضابطے بنے جو ویشالی کے راہبوں نے اپنائے تھے۔

پالی روایات کے مطابق یہ اختلاف اور یہ تقسیم گوتم کے انتقال کے تقریباً سو سال بعد ہوئی، جو دوسری بدھسٹ کونسل کا زمانہ بنتا ہے یا کونسل سے ذرا پہلے کا۔ اس مسئلے کی جائے پیدائش اور اس تقسیم کا مقام ویشالی ہے، بدھ مت کے حوالے سے ویشالی کی اہمیت ہے، ویشالی کے لوگوں کو پالی ادب میں وجی [Vajjis] کے نام سے جانا جاتا ہے۔

وجی قبیلہ ایک خاص مقام کے مستحق تھے، اور وہاں بھکھوں کا ایک گروپ بھی تھا، جو عام طور پر ویشالی میں وجی بھکھوں کے نام سے جانے جاتے تھے۔ وجی قبیلے والے اس وقت بااثر تھے اور لگتا ایسا ہے کہ ان کے بھکھو / Bhikkhu بھی بااثر تھے۔ یہ نہ صرف سماجی مسائل میں بلکہ مذہبی معاملات میں بھی ترقی پسند تھے۔ مشہور ہندو فلاسفر رادا کرشنن [S. Radhakrishnan] شاید اسی بنیاد پر کہتے ہیں کہ گوتم بدھ کی زندگی ہی میں تقسیم کی طرف میلان پایا جاتا تھا۔[1]

غرضیکہ وجیوں کا وہاں ویشالی میں دس نکات جو اپنائے تھے وہ یہ ہیں:

1. جانوروں کے سینگ میں نمک لے جانا اور جمع کرنا [خوراک کو ذخیرہ کرنے کے اصول کی خلاف ورزی تھی]
2. دوپہر کے وقت جب سایہ دو انگلی کے برابر ہو کھانا کھالینا [اس سے دوپہر کے بعد نہ کھانے کے قاعدہ کی خلاف ورزی تھی]
3. کھانے کے بعد، اسی دن دوسرا کھانا کھانے کے لیے دوسرے گاؤں کا سفر کرنا۔ [زیادہ کھانے کے خلاف قاعدہ کی خلاف ورزی تھی]
4. ایک ہی حدود میں پندرہ روزہ کئی اسمبلیوں کا انعقاد [(سیما[2] کی طریقہ کار) کی خلاف ورزی جس میں سیما کے اندر تمام راہبوں کو ایک ہی پندرہویں اسمبلی میں شرکت ضروری ہوتی ہے]

---

[1] S. Radhakrishnan, *Indian Philosophy*, vol. 1, New York, Macmillan, 1923, p. 581

[2] یعنی حد یا حدود [پندرہ روزہ اسمبلی کے انعقاد کا علاقہ اور ایریا]

5. ایک نامکمل اسمبلی میں خانقاہی ایکٹ کی تصدیق اور منظوری حاصل کرنا[خانقاہی اجلاسوں میں طریقہ کار کے قواعد کی خلاف ورزی تھی]
6. خانقاہی طریقہ کار کی خلاف ورزیوں کی اتھارٹی کے طور پر عادت کا حوالہ دینا۔[خانقاہی اجلاسوں میں طریقہ کار کے قواعد کی خلاف ورزی تھی]
7. کھانے کے بعد دودھ وغیرہ پینا۔[اس کی اجازت صرف بیمار کو تھی]
8. نشہ آور مشروبات پینا۔
9. کناروں کے ساتھ چٹائی کا استعمال۔ قالین کی پیمائش سے متعلق اصول کی خلاف ورزی کی۔
10. سونا اور چاندی قبول کرنا۔[راہبوں کو سونا اور چاندی لینے سے منع کرنے والے اصول کی خلاف ورزی تھی]

ان نکات کی مشق کا علم ایک بزرگ بھکھو "یاسا" کو ہوا جو گوتم بدھ کے مشہور شاگرد آنند کا شاگرد تھا اور ویشالی آیا ہوا تھا تو انہوں نے اس طرف اشارہ کیا کہ ایسا کرنا بدھ مت کے قوانین میں منع ہے۔ "یاسا" نے علاقے کے اور باہر کے دیگر بزرگوں کو ویشالی کے بھکھوں کے اس طرح کے نکات اور طریقوں سے آگاہ کیا۔ ویشالی کے بھکھوں کے اس گروہ نے یاسا کی اس بات پر مذمت کی۔ اور یاسا کو وہاں سے نکال دیا۔ نتیجتا یہ لڑائی عوام تک پہنچ گئی اور ایک لمبا جھگڑا، الزام تراشی اور جوابی الزام ایک دوسرے پر چلتے رہے۔

بدھ مت کی روایات کے مطابق یاسا نے مدد حاصل کرنے کے لیے کوسلہ کے مغربی حصے کا سفر کیا اور وہاں کے بزرگ بھکھوں سے مدد کی اپیل کی۔ کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ مشرقی حصے یعنی مگدھ اور ویسالی کے بھی کچھ قدامت پسند بھکھو یاسا کے مددگار اور ہم نوا تھے۔[3] طویل جھگڑے اور الزام تراشیوں کے بعد بدھ مت کے پیروکاروں کے دو نوں گروپوں میں آخر کار اس تنازعہ کو حل کرنے کا فیصلہ ہوا اور بھکھوں کی ویشالی میں ایک کونسل بلائی گئی۔ قریب اور بیرون ملک کے گوتم بدھ کے مشہور شاگردوں آنند، مہاکسیاپا اور انورودھا کے شاگردوں میں سے جو حیات تھے ان کو اس کونسل میں بلایا جس کی تعداد سات بتائی جاتی ہے۔ اور اس وقت کے بادشاہ "کالاشوکا" یا "مہاپدمانندا" کی توجہ اس طرف دلائی گئی کہ اس لڑائی میں مداخلت کر کے معاملے کو کسی طرح حل کی طرف لے جائے۔

[3] *Buddhist Sects and Sectarian, 7*

الغرض، ویشالی میں کونسل بلائی گئی، کونسل میں، ریوَتا[Revata] نے صدارت کی جو مغربی حصے کے بھکھوں میں سے ایک سینئر بھکھو تھا[4]۔ اس کونسل کی کاروائی میں سات سو بھکھوں نے حصہ لیا۔ کونسل کے اختتام پر تمام دس نکات غیر روایتی قرار دے کر مسترد کر دیے گئے۔ دس نکات کے مسترد ہونے پر وجیان بھکشو، ناراض ہو کر کونسل چھوڑ گئے، اور کونسل کے اس فیصلے کو غیر تسلی بخش قرار دے کر ایک الگ فرقہ [Nikāya] تشکیل دیا۔ چونکہ وہ تعداد میں زیادہ تھے اس لیے مہاسنگھیک [Mahasanghikas] معنی "بڑا سنگھ رکھنے والے یا سنگھ کی بڑی جماعت" کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ پہلا تفرقہ بدھ خانقاہی نظام میں ہوا، اور پالی بدھ مت کی روایات کے مطابق مہاسنگھیک پہلا فرقہ ہے جس نے بدھ دھرم میں تفرقہ ڈالا۔ اسی فرقہ نے آگے جاکر سنسکرت بدھ مت یا مہایان بدھ مت کو جنم دیا۔ اس کے علاوہ جن کے حق میں فیصلہ ہوا وہ ستھاویرَوادَ [Sthaviravada] کہلایا جو آگے جو ہنایان سے بھی مشہور ہوا۔

بھکھوں کی مہاسنگھیک مکتبہ فکر جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ آزاد خیال اور بدھ مت کے سنگھ کے قوانین میں نرمی چاہتی تھے اور وہ دوسری جماعت کو قدامت پسند قرار دیتے تھے۔ اس لیے یہ لڑائی عام طور پر قدامت پسندوں اور آزاد خیال بدھ پیروکاروں کی لڑائی کے طور پر مشہور ہے۔

تبتی اور چینی تراجم بالکل مختلف اکاؤنٹ فراہم کرتے ہیں، ان کے مطابق کونسل میں مہادیو [ایک بھکشو] کی طرف سے پیش کردہ 5 تعلیمات بدھ بھکشوؤں کے درمیان اختلاف رائے کی وجہ بن گئی تھی۔ بدھ مت کی روایات میں مہادیو کی ایک لمبی کہانی بتائی گئی ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ مہادیو ماتھورا کے ایک تاجر کا بیٹا تھا اور بہت خوبصورت تھا اس کا والد ایک دفعہ علاقہ سے باہر گیا اور کافی عرصے تک واپس نہیں آیا۔ اس دوران میں، چھوٹا مہادیو بڑا ہو کر ایک خوبصورت نوجوان بن گیا، اور اپنی ماں کے ساتھ اس کے غلط تعلقات بن گئے . بعد میں جب اس کے والد گھر واپس آئے، اس نے اپنے والد کو اس لیے قتل کیا، کہ اس کو اس معاملے کا پتہ نہ چلے۔ اس کے بعد مہادیو اپنی ماں کے ساتھ وہاں سے پاٹلی پتر پہنچے جو اس وقت کی مگدھ کی حکومت کا حصہ تھا، وہاں پاٹلی پتر میں، اس کی ملاقات ایک اراہت سے ہوئی، اس ارہت کو مہادیو کا اپنی ماں کے ساتھ غلط تعلقات کا علم ہوا، مہادیو نے اس ڈر سے کہ پاٹلی پُتر میں اس کا یہ جرم مشہور ہو جائے گا، اس ارہت کو مار ڈالا۔ اس دوران میں اس کی ماں کے ساتھ ایک دوسرے آدمی کے تعلقات بن گئے

[4] *Ibid*, 7

. مہادیو کو اس بارے میں معلوم ہوا تو اس نے ماں کو بھی قتل کر دیا۔ مہادیو کو آخر کار احساس ہوا کہ اس نے سنگین جرائم کیے ہیں، اپنے ان غلط کاموں پر ذہنی دباؤ میں رہا اور چاہتا تھا کہ کوئی ایسا شخص اس کو ملے جو اس کو اس تکلیف سے نجات دے۔ پھر اس نے ایک بدھ بھکشو کے بارے میں سنا جو پاٹلی پتر میں کٹارامانامی مندر میں رہتا تھا۔ جب وہ اس راہب سے ملنے گیا۔ تو اس کی ملاقات مندر کے دروازے کے باہر ایک اور راہب سے ہوا اور اسے متاثر ہو کر بدھ مت قبول کیا۔

بعد میں وہ ایک راہب بن گیا۔ اپنی ذہانت کی وجہ سے اس نے بہت جلد تری پٹک کا مطالعہ مکمل کیا۔ تری پٹک اور دوسرے بدھ سوتروں میں مہارت کی وجہ سے وہ بڑا مشہور ہوا، اب لوگ اس سے دھم کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آخر کار اس مہادیو نے خود کو اراہت قرار دیا۔ اس کے بعد کچھ واقعات کا سلسلہ ان کی ذاتی زندگی میں آیا، شاگردوں نے اس کی وجہ پوچھی، اس پر مہادیو نے اپنے شاگردوں کو جو جوابات دیے وہ بعد میں مشہور پانچ نکات (پنچا وتھو) بن گئے۔[5] بدھ مت کی تاریخ میں وہ پانچ نکات یہ محفوظ ہوئے ہیں:

۱۔ ارہت کو سوتے وقت انزال ہو سکتا ہے۔

۲۔ ارہت بعض قسم کی جہالت کے تابع رہ سکتا ہے۔

۳۔ ارہت کو شک بھی ہو سکتا ہے۔

۴۔ ارہت بغیر کسی استاد کے نہیں بن سکتا ہے۔

۵۔ ارہت نروان حاصل کرنے کے وقت زور سے پکار اٹھتا ہے۔

سنسکرت روایات کے نقطۂ نظر کے مطابق یہ وہ پانچ نکات یا تعلیمات ہیں جو تقسیم کا سبب بنیں۔

ان نکات میں دراصل ارہت [ہنایان جماعت کے نروان حاصل کرنے والے] کی حیثیت اور مقام کی تنقیص تھی۔

ان دونوں روایات سے ایک بات کا پتہ چلتا ہے کہ اصل سبب نظریاتی اور اعتقادی اختلافات تھے جو بہت گہرے ہو گئے تھے۔ یہ واقعات وقتی اور ظاہر محرک تھے جن کے ساتھ ان کے اختلافات کھل کر سامنے آئے۔

[5] Lokānanda C. Bhikkhu, Saṁghabheda And Nikāyabheda: *A Critical Study Of The Schism, Origin And Formation Of Sects And Sectarianism In Early Buddhism*, 2016, 62-63.

پہلا نقطۂ نظر یعنی پالی روایات کا نقطۂ نظر زیادہ مستند لگتا ہے کہ بدھ مت کے موجودہ فرقوں کا وجود بھی ایک قرینہ ہے کیونکہ مہایان جو مہا سنگھیک کا جانشین فرقہ سمجھا جاتا ہے وہ آج بھی جدت اور آزاد خیالی سے مشہور ہے جبکہ تھیراواد جو ستھاویرواد کا جانشین سمجھا جاتا ہے وہ قدامت پسند سمجھا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ بدھ مت کے بڑے ماہرین اور علماء نے بھی اسی پالی بدھ مت کی روایت کو اپنایا ہے مثلا رائس ڈیوڈز [Rhys Devids]اور ویلہیلم گیگر[Wilhelm Geiger]وغیرہ۔

دوسری صدی کی مہا سنگھیک کی روایات نے ستھاویرواد کو ہنایانَ[چھوٹی گاڑی]اور اپنے آپ کو مہایانَ[بڑی گاڑی]کے نام سے یاد کیا۔جب سے یہ ہنایانَ اور مہایانَ کی اصطلاح ان دونوں کے لیے مستعمل رہی ہے۔

2- ہینایان بدھ مت[ستھاویرواد، تھیراواد بدھ مت]

"ہین" پالی زبان میں کم اور چھوٹے کو کہتے ہیں جبکہ سنسکرت میں "ہینَ" روٹ "ہا" سے بنا ہے جس کا معنی ہے چھوڑ دینا۔"یانَ"[Yaana]کا معنی ہے "گاڑی" اور بنیادی طور پر یہ "Ya" سے ہے جس کا معنی ہے جانا،اسی سے جین بھکشوؤں کے نام "یاتی[Yatii]"[یعنی گھر سے گیا ہوا/گھومنے پھرنے والا سنیاسی]ہے۔

اس طرح ہنایان کا معنی ہے "صراط صغیر" اور نجات کا کم تر راستہ۔ہنایان یعنی "چھوٹی گاڑی" کا نام فرقہ مہایان کی روایات میں ستھاویراواد جماعت کے لیے دوسری صدی عیسوی میں سامنے آتا ہے۔کیونکہ وہ اس جماعت کو چھوٹی جماعت اور اس کے راستے کو حصول مقصد کے لیے ایک چھوٹا اور تنگ راستہ قرار دیتے تھے۔اس کے علاوہ مہایان کے مطابق ہنایان کا مقصد چھوٹا ہے یعنی صرف اپنی نجات کا تصور ہے دوسری مخلوق کی نجات کے لیے اپنی نروان کے حصول کو موخر کرنے کا تصور نہیں،اس لیے ان کو چھوٹی گاڑی یعنی اپنے آپ کا بوجھ اٹھانے والی گاڑی کہتے ہیں۔جبکہ مہایان میں بدھی ستوا کا نروان کے مقام پر پہنچ کر اس کے بعد باقیوں کی نجات کے لیے اپنی نجات یا نروان کو موخر کرنے کا تصور ہے اس لیے بڑی گاڑی کہتے ہیں۔بعد ازاں یہ دونوں فرقے انہی ناموں سے مشہور ہوئے ہیں۔

مستشرقین کی رائے یہ ہے اور یہی رائے درست لگتا ہے کہ فرقہ ہنایان کی تعلیمات اور ان کی نظریات گوتم بدھ کی حقیقی تعلیمات اور نظریات کے قریب ترین ہیں،یہ فرقہ روایت پرستوں کا نمائندہ ہے،اس فرقہ کی خصوصیت سادگی ہے، ان کی خانقاہیں سادہ اور معمولی ہوتی ہیں۔[اگرچہ آج کل ان کی اکثریت بھی سادگی کو خیرباد کہہ چکی ہے]ہنایان فرقہ

کی مذہبی کتب پالی زبان میں ہیں، اس فرقہ کو راجہ اشوک کے دور حکومت میں ہندوستان میں فروغ ملا، اس فرقے کے لوگ سری لنکا، برما، جاپان، تھائی لینڈ، ویت نام اور کمبوڈیا وغیرہ میں آباد ہیں۔

i. عقائد و نظریات

1. ہنایان فرقہ گوتم بدھ کے انسانی کردار کو تسلیم کرتا ہے، اور اس کو الوہیت کے مقام پر فائز نہیں سمجھتے ہیں، البتہ اس کو کچھ اعلیٰ صفات کے مالک مانتے ہیں، کہ انہوں نے سخت مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد مراقبہ کے ذریعے نروان حاصل کیا، اس لیے ان سے عقیدت اور احترام کا رشتہ ہونا چاہیئے۔
2. خدا اور آخرت کا انسانی نجات سے کوئی تعلق نہیں اس لیے، ان سب کے بارے میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔
3. کوئی دیوی یا دیوتا "بدھ" کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا یہ صرف انسان ہی کی جنم میں اپنی جدوجہد اور صبر واستقلال سے یعنی گوتم بدھ کی تعلیمات پر عمل کرکے گوتم بدھ کا مقام / نجات پا سکتا ہے۔
4. کوئی انسان یا دیوتا ایسا نہیں جو حصول نجات کے عمل میں کسی کی راہنمائی یا معاونت کا فریضہ سر انجام دے۔ کیونکہ نجات اپنی طلب اور کوشش سے حاصل ہوتی ہے، ہر شخص کو نروان حاصل کرنے کے لیے خود جدوجہد کرنی چاہیئے۔ گوتم بدھ کا نظریہ تھا کہ اپنے علاوہ کسی اور سے پناہ طلب نہ کرو۔
5. ترک دنیا اور رہبانیت سے نروان کی منزل قریب آجاتی ہے۔
6. خانقاہی نظام کی ترقی و ترویج ہی سے بدھ مت کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلایا جا سکتا ہے۔
7. دیویوں اور دیوتاؤں میں تمام بشری کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور ان پر بڑھاپا اور موت طاری ہو سکتی ہے۔
8. جو شخص نروان حاصل کر لیتا ہے اس کی روح کو مکمل سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ سنسکار کی چکر سے غائب ہو جاتا ہے۔
9. جو شخص نروان حاصل نہیں کرتا اس کی روح کرم کے قانون تناسخ کے تحت ہمیشہ بھٹکتی رہتی ہے۔
10. گوتم بدھ نے جو اخلاقی نظام دیا ہے اس پر عمل کرکے جو شخص "سنگھ" کا رکن بنتا ہے، اسے چاہیئے کہ وہ ہمہ وقت حصول نجات کے لیے کوشش اور مراقبہ کے عمل میں مگن رہے۔

11. جو شخص اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر پاکیزگی حاصل کر لیتا ہے، وہ حصول عرفان میں بھی کامیاب و کامران ٹھہرتا ہے۔، پھر اس کی اگلی منزل نروان یا دائمی نجات ہے۔

12. ان کے ہاں نجات کی کوشش کا راستہ مہایان کے مقابلے میں آسان ہے کہ اچھائیوں کو حاصل کرنے کی کوشش کریں دماغ، اعمال اور اقوال کو ہر قسم کی برائیوں سے پاک رکھیں۔ یہ چیزیں شیلا، سمادھی اور پرجنا کہلانے والے اعمال یا کوششوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

(a) سِلَ/ شیلَ[Sila] یا حسن اخلاق انسانی زندگی میں تمام تر ترقی کی بنیاد ہے۔ ایک عام گھر والے کو قتل، چوری، جھوٹ، غلط جنسی رویے اور تمام نشہ آور مشروبات سے پرہیز کرنا چاہیے، اگر وہ راہب بن جاتا ہے تو اسے بدھ کے وِنایَ /Vinaya قوانین کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے، اپنے آپ کو سجانے سے پرہیز کرنا چاہیے، اسے نرم نشستوں اور بستروں سے پرہیز کرنا چاہیے، سونے یا چاندی کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، نہ ہی رقص دیکھنا چاہیے، نہ ہی محافل موسیقی یا دوسری نامناسب محفلوں میں شرکت کرنی چاہیے، نہ ہی دوپہر کے بعد کھانا لینا چاہیئے۔ بعض اوقات اچھے اخلاق کو زندگی کے برے طریقوں سے پرہیز کرنے کے طور پر بھی بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً یعنی قتل، چوری اور جنسی بدسلوکی؛ جھوٹ، بہتان، سخت الفاظ اور بیہودہ بات چیت، لالچ، بدنیتی اور غلط فلسفیانہ خیالات سے اپنے آپ کو پاک کرنا سیلَ اور نیکی ہے۔

(b) سمادھی[مراقبہ]۔ مراقبہ کا مقصد اپنے ذہن کو بالکل متوازن رکھنا ہے، اس کے لیے کوئی چالیس اعمال ہیں مراقبہ کے۔

(c) پنّا/Panna [سنسکرت پرجنا/ prajna]یعنی چیزوں کی اصل حقیقت کے بارے میں صحیح علم اور بصیرت۔ اس کی کو ترقی دینے سے چار عظیم سچائیوں اور علت و معلول کا قانوں سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ وغیرہ

13. کائنات اور موجودات کے بارے اس سکول کا فلسفہ بھی بہت سادہ ہے۔ تمام دنیوی مظاہر تین خصوصیات کے تابع ہیں:

۱۔ انیچّ[Anicca]

۲۔ دکھ[Dukkha]

۳۔ انَتّ[Anatta]

ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے اپنا کہا جا سکے، کچھ بھی ٹھوس یا مستقل نہیں۔ تمام مرکب چیزیں پانچ عناصر سے مل کر بنی ہیں جن کا ذکر پہلے گوتم بدھ کی تعلیمات اور نظریات کے باب میں گزر چکا ہے۔

14. اس طرح بدھ روایات کے مطابق ہنایان فرقے کے پیرکار دو انتہاؤں سے بچ کر درمیانی راستے کو اپنانے کے ماننے والے ہیں یعنی وہ حواس کی لذتوں اور سخت جسمانی ریاضتوں دونوں سے اجتناب کرتے ہوئے گوتم بدھ کے درمیانی راستے [Madhyama-pratipat] کی پیروی کرنے کے پابند ہیں، اور اپنی زندگی کو نوبل ایٹ فولڈ پاتھ [ہشتنگانہ راہ] کے مطابق ڈھالنے کے پابند ہیں۔

ہنایان مکتبہ فکر کے مطابق تمام دنیاوی مصائب خواہش اور لالچ (tanha /trsna] کی وجہ سے ہیں اور یہ کہ اس کے لیے ہشتنگانہ راہ پر چل کر ان دکھوں اور مصائب کا خاتمہ ممکن ہے۔

15۔ تھیروادیا ہنایان میں عرفان اور روشنی حاصل کرنے یعنی نروان حاصل کرنے کے لیے ترقی کے چار مراحل ہیں جو مکمل عرفان (بودھی) حاصل کرنے یعنی اراہت[Arahat] پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔

یہ چار مراحل ہیں:

1. سوتاپننا[Sotāpanna]، جس کا لفظی معنی ہے (نہر یا دریا میں داخل ہونے والا-stream /enterer، مطلب بودھ اور روشنی حاصل کرنے کے راستے [کے پہلے درجے میں] داخل ہونے والا۔
2. سکدا گامی[Sakadāgāmi] (ایک بار واپس آنے والا /once-returner)
3. انا گامی[Anāgāmi] (واپس نہ آنے والا /non-returner) اور
4. اراہنت۔[نروان حاصل کرنے والا]۔

16۔ ارہت / ارہنت[Arahat] اس ہنایان مکتبہ فکر کا آئیڈل ہے زندگی کا مقصد اور نروان حاصل کرنے پر ایک شخص ارہت بن جاتا ہے اور پھر پری نروان یعنی موت پر وہ سنسکار / سمسکار کی سائیکل سے غائب ہو جاتا ہے، یعنی مستقبل کی جنموں اور پیدائشوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

قدیم ترین بدھ متون میں ان چار مراحل کے لوگوں کو عظیم لوگ (آریہ پگلا) اور ایسے افراد کی برادری اور کمیونٹی کو نوبل سنگھ (آریہ-سنگھ) کہا گیا ہے۔

ii. ہنایان یا ستھاویرواد کے مشہور ذیلی فرقے

مہا سنگھیک اور ستھاویرواد فرقوں کے بعد میں ذیلی فرقے بنے ستھاویرواد کے ذیلی فرقوں کی تعداد گیارہ تک بتائی جاتی ہے جبکہ مہا سنگھیک کے ذیلی فرقوں کی تعداد سات بتائی جاتی ہے۔[6] ان میں کچھ براہ راست ذیلی فرقے تھے اور کچھ ان ذیلی مکاتب فکر کی ذیلی شاخین تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ اکثر زوال پذیر ہوئے۔ ستھاویرواد کے جو براہ راست یا بالواسطہ ذیلی فرقے مشہور ہوئے وہ مندرجہ ذیل ہے:

a) سرواستی وادَ[Sarvastivada]

b) ویبھشھِکَ Vaibhashika

c) سوتنتریکَ[Sautrantika]

d) دھرماگپتکَ[Dharmaguptaka]

a) سرواستی وادَ[Sarvastivada]

بدھ مت کے سرواستی واد اسکول کا ایک الگ گروہ کے طور پر ظہور دوسری صدی قبل مسیح کا ہے۔ بدھ مت کے تاریخی لٹریچر کے مطابق، سرواستیوادین پاٹلی پترا (موجودہ پٹنہ) میں منعقدہ ایک مجلس میں ستھاویر اواد سکول سے الگ ہوگئے تھے۔ "سرواستی واد" نام سے پتہ چلتا ہے کہ ستھاویر اوادیوں کے ساتھ اختلاف نظریاتی نقطہ نظر کا معاملہ تھا: "سرواستی واد" سنسکرت سروام استی سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب بنیادی طور پر "ہر چیز موجود ہے / سب کچھ ہے"۔ "سرو"[Sarv] کا معنی ہے "سب" اور "استی" کا معنی ہے "موجود ہے"۔

دھرموں [وجود کے عناصر] صرف حال میں موجود ہیں یا وہ ماضی اور مستقبل میں بھی اسی طرح موجود ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، کہ کیا ماضی حال میں ظاہر ہوتا ہے، اور کیا مستقبل حال میں پہلے سے ہی پوشیدہ ہے۔ سروستی واد سکول علت اور معلول کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سب دھرم [وجود کے عناصر] تمام زمانوں

[6] P.V. Bapat, *2500 years of Buddhism*, 100.

میں وجود رکھتی ہیں[7]۔ دوسرے الفاظ میں سرواستواد اسکول کے مطابق دھرم، یاوجود کے عناصر، حقیقی ہیں اور ان کا اپنا ایک مستقل وجود ہے۔

اس مکتبہ فکر کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتی ہیں۔ البتہ کشمیر میں بادشاہ کنیشک (دوسری صدی عیسوی) کے دور میں ایک مشہور بدھ مت کونسل کا انعقاد ہوتا ہے۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کونسل سرواستواد کے ایک ذیل گروپ ویبھاسک کو ساتھ ملانے کے لیے بلائی گئی تھی۔

سروستی واد اسکول شرَوَکایان (ہنایان) بدھ مت کی ترقی کے ساتھ ساتھ مہایان کی ابتدا کے لیے بھی بہت اہمیت کا حامل رہا ہے۔

انہوں نے پالی کے بجائے سنسکرت کو اپنے ادبی روایات کے لیے اپنایا۔

b) ویبھشِکَ Vaibhashika

ویبھاشھک اسکول سرواستی واد اسکول کا ایک بااثر ذیلی گروپ تھا، جس کا شمالی ہند بالخصوص کشمیر میں بہت اثر تھا۔

بدھ مت کے اس مکتبہ فکر کو راجہ کنشک کی طرف سے اچھی طرح سے حمایت حاصل تھی، اور بعد میں شمالی ہندوستان اور وسطی ایشیا میں پھیل گیا.

اس مکتبہ فکر نے سنسکرت میں صحیفوں کا اپنا قانون ترتیب دیا تھا، جس میں سات حصوں پر مشتمل ابھید ھرما پٹکا مجموعہ شامل تھا۔ پہلی صدی عیسوی سے لے کر ساتویں صدی تک ویبھاسکا شمال مغربی ہندوستان میں سب سے زیادہ بااثر بدھ اسکول رہا۔

c) سوترنتیکَ [Sautrantika]

سوترنتیک ایک ابتدائی بدھ اسکول تھا جس کی شناخت عام طور پر سرواستی واد مکتبہ فکر کی ایک شاخ کے طور پر کی جاتی ہے۔

اس کے نام کا لفظی مطلب ہے "وہ لوگ جو ستروں پر بھروسہ کرتے ہیں"، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ستروں کو بدھ کے لفظ (بدھ وچن)، کے طور پر قبول کیا تھا لیکن وہ ابھی دھرم کو بدھ کا لفظ نہیں مانتے تھے۔

[7] Nalinaksha Dutt, Buddhist Sects in India, 176

انہوں نے سرواستی وادین کے اس نظریے کو مسترد کر دیا کہ کہ دھرماز[عناصر] تمام وقتوں میں وجود رکھتی ہیں۔[8] ان کے مطابق یہ اسکول transmigration یعنی کسی مادے کی ایک زندگی سے دوسری زندگی میں منتقلی پر یقین رکھتا ہے۔ اس کے پیروکاروں کے مطابق، ایک فرد کے پانچ سکندھوں میں سے، صرف ایک لطیف سکندھا یعنی شعور ہے جو منتقل ہوتا ہے۔[9]

d) دھرم گوپتَ[Dharmaguptikas]

دھرما گوپتَ سکول قدیم ہندوستان کے ہنایان مکتبہ فکر کے ذیلی مکاتب فکر میں سے ایک ہے۔ یہ پہلی یا دوسری صدی قبل مسیح مہیشاسک اسکول سے نکلا تھا، جو سرواستی واد اسکول کا ایک ذیلی مکتبہ فکر تھا۔ اس غیر مشہور ذیلی فرقے کے ساتھ دھرم گُپت بدھ یا سنگھ کو تحفے دینے سے متعلق نکات پر اختلاف رکھتے تھے۔ یہ فرقہ بدھ کو تحفے پیش کرتے تھے اور بدھ کے اسٹوپوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ یعنی یہ اسکول بدھ مت کے حکم کے بجائے بدھ کو نذرانے پیش کرنے کو زیادہ اہمیت دیتا تھا۔ اس نے زور دے کر کہا کہ سٹوپا کی تعمیر کے نتیجے میں بہت زیادہ اجر ملتا ہے۔

اگرچہ یہ مکتبہ فکر ستھاویراواد (پالی تھیراواد) اسکول کے ذیلی مکاتب فکر میں ہے، لیکن اس کے خیالات زیادہ ترقی پسند اور لچکدار اور مہاسنگھیک اسکول اور اس کی شاخوں سے ملتے جلتے ہیں۔ یہ اسکول وسطی ایشیا اور چین میں مقبول تھا، اور اس کا اپنا ستترا، ونایا اور ابھیدھرم ادب تھا۔ چین کی خانقاہوں میں اس کے مخصوص Pratimoksa کے اصولوں پر عمل کیا جاتا تھا/ ہے۔

3- مہاسنگھیکَ اور مہایان

یہ عام طور پر مانا جاتا ہے کہ مہاسنگھیک سب سے ابتدائی الگ ہونے والے تھے اور مہایان بدھ مت کے پیش رو تھے۔ ان کی علیحدگی کا اصل سبب [جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے] ان کی آزاد فکری اور بدھ تعلیمات کی نئی تشریحات اور بدعات تھیں جنہیں جب دوسری بدھ کونسل میں غیر قانونی اور بدھ مت کی تعلیمات کے منافی قرار دی گئیں تو ان روشن خیال بدھ راہبوں کی ایک بڑی جماعت نے ناراض ہو کر اپنی جماعت کو ایک الگ شناخت کے طور پر پروان چڑھایا، ابتدائی دور میں آرتوڈوکس[orthodox] تھیراوادوں کی شدید مخالفت کی وجہ سے انہیں مگدھ میں اپنے آپ

[8] Nalinaksha Dutt, Buddhist Sects in India, 176.
[9] Ibid, 176

کو مضبوط کرنے کے لیے سخت جدوجہد کرنی پڑی، جس کے نتیجے میں پاٹلی پترا اور ویشالی میں ان کے مراکز قائم ہوئے اور بہت جلد ان کا نیٹ ورک شمال اور جنوب تک پھیل گیا۔ تاہم، جنوب میں انہوں نے زیادہ اثر ورسوخ حاصل کیا، اس طرح ان مہاسنگھیکوں نے اپنی جماعت کو مضبوط اور عوام میں مقبول بنایا۔

مہاسنگھیک اور مہایان مکتبہ فکر نے ونایَ کے اصولوں کو اپنے نظریے کے مطابق ڈھال لیا۔ ان کے لیے بدھ مت کی تعلیمات کی بجائے بدھ کی ذات نے مرکزی اور توحیدی حیثیت حاصل کی۔ انہوں نے دنیا کی سب چیزوں کے وجود کے لیے بدھ کی فطرت کو بنیاد قرار دیا، ان کے مطابق دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ ایک حقیقت سے پھوٹے ہیں اس حقیقت کی نوعیت بیان سے باہر ہے۔ اس لیے چیزوں کو ان کی بنیادی نوعیت میں نہ کوئی نام دیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی کوئی مکمل وضاحت کی جاسکتی ہے۔ وہ تصور کی حد سے باہر ہیں، اور ان کی کوئی امتیازی خصوصیات نہیں ہیں۔[10]

اسی طرح کسی بھی اضافیت کو مطلق سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم یہ خود موجود ہے اور سب کا سرچشمہ ہے۔ یہ (کائنات) کی آفاقی روشنی، اپنی فطرت میں خالص اور صاف، ابدی، بابرکت، خود کو منظم کرنے والا اور خالص، ناقابل تغیر اور آزاد ہے۔[11]

i. تری کایَ [گوتم بدھ کے تین روپ] کا عقیدہ

ہنایان نے ابتدائی بدھ مت کی نہج پر مذہب میں اخلاقیات کو مرکزی جگہ دے رکھی تھی۔ مہایان نے گوتم بدھ کی شخصیت کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور اسکے بارے میں یہ عقیدہ پیش کیا کہ یہ کپل وستو والا بدھ پہلا بدھ نہیں بلکہ اس سے پہلے بہت اور بدھ ہو گزرے ہیں، نیز ان کے علاوہ متعدد بدھ اور ان سے متعلق مذہبی ہستیاں ملکوتی دنیائوں میں بھی موجود ہیں۔ یہ عقیدہ اپنے ارتقا کے کچھ مدارج طے کر لینے کے بعد تری کایا [Trikaya] یعنی بدھ کے تین روپ کی صورت میں اپنی معراج کو پہنچ گیا۔ یعنی اس تصور کے مطابق بدھ کے تین روپ ہیں۔

a. دھرم کایَ/Dharmakaaya

بدھ کی پہلی اور بنیادی روپ "روح بدھ" [دھرم کایَ] کی ہے اس حیثیت میں وہ حقیقت اعلی کے مترادف اور جوہر ہے مختلف صورتوں میں تمام بدھ اسی "جوہر بدھ" کے مختلف ظہور ہیں۔ اس صورت میں بدھ سے کوئی

[10] S. Radakrishnan, *Indian Philosophy*, London George Allen & Unwin Ltd, New York the Machmillan Company 1929, p. 593.
[11] Ibid, p.96.

شخصیت نہیں بلکہ خصوصیت بدھ مراد ہے اور اس کی حیثیت قریب قریب وہی ہے جو خدا پرست مذاہب میں الوہیت یا حقیقت خداوندی کی ہے۔

b. سمبھوگ کائ/saṃbhogakāya

بدھ کا دوسرا روپ سمبھوگ کائ ہے اس میں "روح بدھ" ملکوتی دنیا کی ہدایت کے لئے مخصوص نورانی بدھوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جو مختلف جنتوں میں آسمانی ہستیوں کی ہدایت کے لئے براجمان رہتے ہیں۔ مہایان بدھ مت کی اصل دلچسپی درحقیقت انہی آسمانی اور نورانی بدھوں اور ان سے متعلق مقدس ہستیوں سے ہے، اور انہی کی پوجا مہایان میں عام طور سے رائج ہے۔

c. نرمان کائ/nirmāṇakāya

بدھ کا تیسرا روپ نرمان کائ/nirmāṇakāya کا ہے۔ جس کا مطلب آسمانی ونورانی بدھوں[سمبھوگ کائ] کا اس مادی دنیا میں ظہور ہے۔ جو بظاہر ایک مادی جسم [نرمان کائ] یعنی "transformation body" کی صورت میں ہوتا ہے جیسے کہ شاکیہ منی گوتم بدھ اور ان جیسے اور دنیاوی بدھ جو گوتم سے پہلے ادوار میں گزرے ہیں، لیکن درحقیقت یہ بھی محض دنیاوالوں کے لئے ٹھوس جسمانی صورت میں نظر آتے ہیں ورنہ ان کا یہ ظہور بھی نورانی جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔

مہایان کے اس عقیدہ اور نظریہ کے نتیجے میں گوتم بدھ کی تاریخی شخصیت بہت معمولی اہمیت کی حامل رہ گئی اس کی ملکوتی یا مابعد الطبیعاتی حیثیت کو مرکزیت حاصل ہوگئی۔ ہنایان اور ابتدائی بدھ مت کے ایک انسانی بدھ کی جگہ مہایان فرقہ میں بدھ ایک مقدس اور ملکوتی ہستی بن گیا، جو کہ عقیدت اور پرستش پر مبنی مذہب کے لئے تاریخی گوتم بدھ سے زیادہ موزوں اور دلکش لگتا ہے۔

عقائد اور نظریات کے ایسے نئے زاویے قائم کرنے کے لیے مہا سنگھیکوں نے سُتروں اور ونایا متون کی ترتیب اور تشریح میں تبدیلیاں کیں۔ انہوں نے کئی دوسرے سوتروں کی بھی تصدیق کی، بہت سے سوتروں کے بارے میں انہوں نے بدھ کے اقوال ہونے کا دعویٰ کیا۔ انہوں نے ونائ کے اصول کے کچھ حصوں کو مسترد بھی کیا۔ آج مہایان کی مختلف صورتوں میں اس مکتبہ فکر کے پیروکار چین، کوریا، جاپان، تائیوان، سنگاپور، ویت نام، فلپائن، انڈونیشیا اور ملائشیا میں موجود ہیں۔

ii. بودھی ستوا کا عقیدہ

"بودھی ستوا" بدھ مت کا ایک اہم عقیدہ ہے۔ یہ لفظ سنسکرت لفظ بودھی[बोधि] سے بنا ہے، جس کا مطلب ہے "بیداری" یا "روشن خیالی" اور "ستوا" جس کا مطلب ہے "ہونا"۔ اس لفظ کا بنیادی مطلب ہے "ایک ایسا وجود جو نروان کے راستے پر ہو"

بدھ مت کے دو بڑے مکاتب فکر ہنایان اور مہایان نے بدھی ستوا کو مختلف طریقے سے سمجھا اور ایک دوسرے سے مختلف تصور پیش کیا ہے۔ تھیرواد بدھ مت میں، جو جنوب مشرقی ایشیا میں سب سے زیادہ رائج ہے، یہ اصطلاح خصوصی طور پر سدھارتھ گوتم کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اسی طرح اس مکتبہ فکر میں لفظ بودھی ستوا گوتم کے سابقہ جنموں میں سے کسی ایک کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مہایان بدھ مت میں، جو مشرقی اور وسطی ایشیا میں بڑے پیمانے پر رائج ہے، بودھی ستوا کا ایک الگ اور بہت زیادہ وسیع معنی و مفہوم ہے۔ ان کے ہاں اگرچہ یہ اصطلاح گوتم بدھ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس مکتبہ فکر کے مطابق گوتم بدھ کے علاوہ اور بھی بہت بدھی ستوا موجود ہوتے ہیں جن میں سے کچھ انتہائی اعلی درجے کے بودھی ستوا ہیں جو اتنی ساری زندگیوں سے بدھ مت پر عمل کرتے چلے آئے ہیں کہ وہ مافوق الفطرت الہی مخلوق بن گئے ہیں۔ ان بودھی ستوا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بے پناہ خوبیاں اور طاقتیں حاصل کی ہیں۔ تاہم انہوں نے جان بوجھ کر بدھ بننے میں تاخیر کا انتخاب کیا ہے تاکہ ہمدردی کے ساتھ دوسروں کی مدد کرنے کے لیے خود کو وقف کر سکیں۔ عماد الحسن آزاد فاروقی لکھتے ہیں۔

"یہ [بودھی ستوا] وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کر لیے ہیں اور نروان حاصل کرنے کے پوری طرح مستحق ہو چکے ہیں لیکن مخلوقات سے اپنی پناہ ہمدردی اور خدمت خلق کے جذبے کے تحت وہ یہ عہد کر چکے ہیں کہ جب تک تمام مخلوقات کو نروان حاصل نہیں ہو گا وہ خود بھی نروان حاصل کر کے مکمل بدھ نہیں بنیں گے بلکہ مستقل مخلوقات کی رہنمائی اور اعانت میں سرگرداں رہیں گے۔ ایسی ہستیاں مہایان بدھ مت میں بودھی ستوا کے نام سے یاد کی جاتی ہیں اور اپنے اعلیٰ روحانی مقام کے باعث ملکوتی حیثیت کی مالک ہوتی ہیں۔ مختلف آسمانی بدھاؤں کے ساتھ ان ملکوتی بودھی ستوائوں کی پرستش بھی مہایان میں بہت مقبول ہے"[12]

---

[12] عماد الحسن فاروقی، دنیا کے بڑے مذاہب، مکتبہ جدید پریس لاہور، ۲۰۱۳، ص: ۱۶۴۔

کچھ مشہور بودھی ستوائوں جیسے اولو کیتیشور، منجوشری، وغیرہ کو باقاعدگی سے دعا کی جاتی ہے اور نذریں اور تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ ان سے منسلک متون اور منتر دنیا بھر کے مندروں میں باقاعدگی سے پڑھے جاتے ہیں۔ عقیدت مندوں کو امید ہوتی ہے کہ بودھی ستوا، اپنی لامحدود شفقت سے، ان کی دعائوں کو سنتے ہیں اور صحت، خوش قسمتی اور خوشی کی نعمتیں بھیج کر جواب دیتے ہیں۔

مہایان بدھ مت کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ آسمانی بودھی ستوا جنتوں میں رہتے ہیں جنہیں خالص زمین[Pure Land] کہا جاتا ہے جو کائنات کے دور دراز طول و عرض میں واقع ہیں۔ مثال کے طور پر، بودھی ستوا میتریہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ فی الحال توستا جنت[Tusita Heaven] میں رہتے ہیں، جہاں وہ ہماری دنیا کے اگلے بدھ کے طور پر دوبارہ جنم لینے کا انتظار کر رہے ہیں۔

موجودہ مہایان بدھ مت میں[جس میں زین، چان، اور تبتی بدھ مت شامل ہیں] میں بودھی ستوا بنیادی طور پر اسے کہا جاتا ہے جو تمام باشعور مخلوقات کے دکھوں کو دور کرنے کے لیے بدھی ستوا بننے کا عہد کرتا ہے۔ اس تعریف میں بودھی ستوا کی کئی قسمیں شامل ہیں، جن میں عام لوگوں سے لے کر آسمانی بودھی ستوا تک شامل ہیں۔ آسمانی بدھی ستوا کی مثال ہمدردی کا بودھی ستوا ہے (جس کا نام سنسکرت میں اوَلوکتشورا / Avalokiteshvara، تبتی میں Chenrezig اور چینی زبان میں Kwan Yin ہے)، جو بہت سے مہایان مکاتب فکر میں قابل احترام ہے اور بدھ وہاروں اور بدھ مندروں میں ان گنت بدھ مجسموں اور تصاویر میں بنایا اور پیش کیا جاتا ہے۔ ہمدردی کا بودھی ستوا نر اور مادہ دونوں شکلیں اختیار کرتا ہے۔ تبتی بدھ مت کے سپریم مذہبی رہنما دلائی لامہ کو بھی ان کے پیروکار اوَلوکتشورا کے مجسم تصور کے طور پر دیکھتے ہیں۔

iii. بھگتی کا رجحان

بھگتی کا معنی ہے عقیدت، عقیدت اور محبت پر مبنی پرستش، یعنی کسی کو معبود کا درجہ دے کر محبت اور عقیدت سے اس کی پوجا کرنا۔ فرقہ مہایان نے یہ نظریہ پیش کیا کہ گوتم بدھ ہی واحد نجات دہندہ نہیں بلکہ ان سے پہلے بھی متعدد بدھ اس دنیا میں آچکے ہیں۔ ان مقدس ہستیوں کی پرستش کے ذریعے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

ہنایان مکتبہ فکر نے ابتدائی بدھ مت کی روایتی روپ کو بڑی حد تک وفاداری کے ساتھ زندہ رکھا اگرچہ بسا اوقات یہ وفاداری محض قوانین کی لفظی پابندی اور مذہب کی ظاہری صورتوں کے اہتمام تک محدود ہو کر رہ گئی پھر بھی

انہوں نے اس روایت سے بہر صورت اپنا رشتہ قائم رکھا۔ لیکن مہایان نے روایتی مذہبی وفاداری کی بجائے بدھ مت کو عوام میں مقبولیت دلانے کے جذبے سے اس کی تعلیمات کی ایسی تعبیرات و تشریحات کا دروازہ کھولا جس میں فلسفیانہ عناصر کے ساتھ ساتھ مذہبی جذبے کی تسکین کا سامان بھی موجود تھا، مہایان بدھ مت کی اس ابتدائی نشوونما میں کچھ تو مہاسنگھیکوں کی آزادی فکر اور روشن خیالی کارفرما ثابت ہو سکتی ہے اس کے ساتھ ساتھ شرمن اور بھکتی جیسی تحریکوں کے رسومات اور اعتقادات کے اثرات نے بھی ضرور متاثر کیا ہو گا کہ انہوں نے اپنی نشونما کے ابتدائی دور میں گوتم بدھ کو ایک استاد اور گرو کے درجہ سے بڑھا کر ایک دیوتا کے رتبہ تک پہنچا دیا اور ان کی پرستش کو بدھ مت کا ایک اہم جز بنا دیا۔

کہا جاتا ہے کہ دوسری صدی قبل مسیح تک مہایان کی تعلیمات میں گوتم بدھ اور ان سے پہلے ظہور میں آئی ہوئی مقدس بدھ ہستیوں کی پرستش کو ذریعہ نجات سمجھا جانے لگا تھا۔ عقیدت اور محبت پر مبنی اس جذباتی انداز کی مذہبیت نے جو ابتدائی بدھ مت میں بالکل موجود نہیں تھا، بہت جلد گوتم بدھ اور دوسری مذہبی ہستیوں کے مجسموں اور مورتیوں سے بدھ مت کے تمام مقدس مقامات، خانقاہوں اور عوام کے گھروں کو بھر دیا اس طرح اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے ان مجسموں کے سامنے پوجا کی تمام رسومات، مثلاً مورتیوں کو سجانا، ان کے سامنے اظہار عبودیت کے لئے ہاتھ جوڑ کر ماتھا ٹیکنا اور ان سے اپنی مرادیں مانگنا وغیرہ رائج ہو گئیں۔

iv. دوسرے بنیادی عقائد اور خصوصیات

1. مہاسنگھیکوں یا مہایان کے مطابق بدھ لوکوتاریعنی مافوق الطبیعات (Super mundane) ہیں۔ ان میں ناپاک اور آلودہ عناصر[defiled elements] نہیں ہیں۔ ان کے جسم[تمام دھرموں/عناصر]، ان کی زندگی اور ان کی طاقتیں لامحدود ہیں۔ وہ سوتے نہیں ہے وہ خود مختار ہیں اور ہمیشہ سمادھی (مراقبہ) کی حالت میں ہیں۔ وہ ایک لمحے میں سب کچھ سمجھ جاتے ہیں۔
2. مہایان بدھسٹ تجربے کی دنیا کو یعنی دنیاوی چیزوں کو غیر حقیقی سمجھتے ہیں۔ وہ اسے مایا، سراب، بجلی کی چمک یا جھاگ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ان کے مطابق تمام موجودات کے تین پہلو ہوتے ہیں: (1) جوہر، (2) صفات اور (3) سرگرمیاں۔ اس کو ایک سادہ مرتبان سے واضح کیا جا سکتا ہے، اس کی جوہر زمین ہے، اس کی صفت گھڑے

کی شکل ہے، اور اس کا کام پانی رکھنا ہے۔ وصف اور سرگرمی فطرتاً تغیر پذیر ہیں، پیدائش اور موت کے قانون کے تابع ہیں۔ دوسری طرف جوہر نا قابل تقسیم ہے۔

3. جہالت یا اودیا[Avidya] کو دنیا کے وجود کا سبب کہا جاتا ہے۔[13]

4. دکھ کو علم[Panna] سنسکرت پرجنا کے ذریعے ختم کر کے نروان حاصل کیا جاسکتا ہے۔[14]

5. پوری کائنات کا اپنا ایک غیر تبدیل شدہ پہلو ہے اور ساتھ ہی اس کا بدلنے والا پہلو بھی ہے۔ حتمی کائناتی اصول یا کائنات کے غیر تبدیل شدہ پہلو کے نام کے لیے جو اصطلاح اکثر استعمال ہوتی ہے وہ ہے بھوتتَ تھتا [Bhutatathata] ہے یعنی وجود کی اصلی حالت یا کیفیت۔ یہ آفاقی مطلق اور تمام پیشین گوئیوں سے بالاتر ہے۔ اس کا اظہار صوفیانہ اور عارفانہ انداز سے کیا جاسکتا ہے، یعنی، نفی کے ذریعے، کہ یہ نہ تو وہ ہے جو وجود ہے، نہ وہ ہے جو کثرت ہے، اور نہ ہی وہ جو ایک ہی وقت میں وحدت اور کثرت ہے۔[15]

6. نئی تشریحات و تعبیرات: اس فرقہ کے رہنمائوں نے گوتم بدھ کے بنیادی افکار اور تعلیمات کے بہت سے نئے زادیوں سے تشریحات و تعبیرات پیش کیں۔ یہ مکتب فکر فلسفیانہ اور مذہبی ارتقائی عمل پر کسی طرح کی پابندی قبول نہیں کرتا۔ فرقہ ہنایان کے عقائد بہت حد تک قدامت پرستانہ اور جامد تھے لیکن مہایان فرقہ کے علماء نے گوتم بدھ کے وضع کردہ اصول وضوابط میں زمانہ کے ساتھ ساتھ نئی نئی تعبیرات اور تشریحات پیش کیں۔ یوں انہوں نے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو متاثر کیا۔

7. مہایان بدھ مت میں راہبانہ زندگی اور ترک دنیا کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔ ہنایان مکتبہ فکر نجات کے لیے ترک دنیا کی اہمیت کا قائل تھا اور ہے جبکہ مہایان بدھ مت میں نجات کے لیے ترک دنیا اور راہبانہ زندگی ضروری نہیں۔ یوں اس مکتبہ فکر نے عام لوگوں کے لیے بدھ مت کی تعلیمات پر عمل درآمد کرنے کے حوالے سے آسانیاں پیدا کر دی ہیں، اسی طرح عام لوگوں اور بھکشوؤں کی زندگی میں جو فرق تھا اس کو بہت کم کر دیا۔ اس مکتبہ فکر میں رسمی اعمال کی جگہ محض بدھوں پر ایمان اور اعتقاد کے سہارے نجات کے تصورات

---

[13] *Indian Philosophy*, p. 594:
[14] V.P Bapat, 11.
[15] J. B. Pratt, *The Pilgrimage of Buddhism* (New York: Macmillan, 1928), pp. 249–250, quoting Suzuki's translation of *The Awakening of Faith*, p. 59:

خوب پھلے پھولے۔ ریاضت اور روحانی ترقی کے لیے راہبانہ زندگی کے غیر ضروری ہو جانے سے راہبانہ زندگی کی اہمیت کم ہو گئی۔ چنانچہ مہایان فرقہ میں نہ تو بھکشوئوں کی وہ اہمیت ہے جو ہنایان کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ ہی اس فرقہ کے بھکشو ہنایان کے بھکشوئوں کی طرح مجرد اور عام آدمیوں سے یکسر مختلف زندگی گزارتے ہیں۔

نوٹ: نظریاتی اور اعتقادی نقطہ نظر سے مہایان مذہب میں تنوع اور اختلاف ہے۔ یہ فرقہ آگے جاکر کئی ذیل فرقوں میں بٹ گیا اس تقسیم اور مہان بدھ مت کی آزاد خیالی و جدت پسندی نے ان مکاتب فکر کی نظریات اور عقائد میں اور تنوع پیدا کی۔ مہایان بدھ مت میں نظریاتی اتحاد کی اس کمی کو اس کی حیرت انگیز رواداری کی وجہ سے منسوب کیا جاتا ہے، جو کہ ہنایان بدھ مت میں واضح طور پر غائب ہے۔

v. مشہور ذیلی فرقے

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ ستھاویر وادَ کی طرح مہاسنگھیکَ کے بھی براہ راست اور بالواسطہ جو ذیلی فرقے بنے جن کی تعداد سات بتائی جاتی ہے۔[16] مولَ مہاسنگھیک[Mulamahasanghikas]، ایک ویاوہاریک [Ekavyavaharikas]، بہوسروتیاس [Bahusrutiyas] چیتیا وادَ[Chaityavada]، لوکوترَوادَ [Lokottarvada]، پرجناپری وادَ[Prajnaparivadins] اور سائلہ [Saila]۔[17] ان میں چیتیا وادَ اور سائلہ مکاتب فکر نمایاں تھے اور جنوب میں ان کا بہت اثر تھا۔ ان دونوں نے مہایان ازم کو جنم دینے اور اس کی ترقی کی راہ ہموار کی۔ باقی مکاتب فکر وقت کے گزرنے کے ساتھ زوال پذیر ہوئے۔

vi. چیتیاواد[Caityavada]

چیتیاوادَ اسکول کا آغاز مہادیو کے ساتھ بدھ کے پری نروان کے دوسری صدی میں ہوا۔ یہ وہ مہادیو نہیں جنہوں نے ارہت کے بارے میں پانچ نکات پیش کیے تھے۔ یہ ایک پڑھا لکھا اور محنتی سنیاسی تھا جنہوں نے مہاسنگیکَ سنگھ میں شہرت حاصل کی۔ یہ جس پہاڑ پر رہتا تھا وہاں ایک چیتیا یعنی مزار[Shrine] تھا، اس لیے اس کے پیروکاروں کو چیتیا کا کا نام دیا گیا۔ یعنی مزارات والا فرقہ۔

---

[16] P.V. Bapat, *2500 years of Buddhism*, 100.

[17] E. Lamotte, History of Indian Buddhism: from Origin to the Saka Era, Trans from Frech by Sara Web Boin, Peeter Press Louvain Peris, 1976, 535.

بنیادی طور پر، چیتیا کوں نے اصل مہا سنگھیکوں کے بنیادی عقائد کو اپنایا تھا، البتہ کچھ عقائد میں ان سے اختلاف رکھتے تھے۔ چیتیا کا مکتب سے خصوصی طور پر منسوب عقائد درج ذیل ہیں۔

a) کوئی شخص تخلیق، سجاوٹ اور caityas یعنی مزاروں کی عبادت سے میرٹ حاصل کر سکتا ہے یہاں تک کہ caityas کا طواف بھی میرٹ کو جنم دیتا ہے۔[میرٹ سے یہاں مراد عمل کا وہ نتیجہ جس سے ایک شخص نجات کے قریب ہو جاتا ہو]

b) چیتیوں کو پھولوں، ہاروں اور خوشبوؤں کا نذرانہ بھی میرٹ کو جنم دیتا ہے۔

c) تحائف دے کر بھی میرٹ حاصل کیا جاسکتا ہے، اور کوئی اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو ان کی خوشی کے لیے میرٹ منتقل بھی کر سکتا ہے۔ یہ تصور قدیم بدھ مت میں بالکل نامعلوم لیکن مہایان بدھ مت میں عام ہے۔ میرٹ اور میرٹ کے منتقلی کے عقیدے نے اس بدھ مت کو عام لوگوں میں مقبول بنایا۔

d) بدھَ، لگاؤ یا بندھن[Attachment]، بدخواہی یا بری خواہش[ill-will] اور فریب یا دھوکہ [Delusion] سے پاک ہیں۔ اسی طرح وہ حسین عناصر سے مالامال ہیں۔ اس کا درجہ ارہت سے بالا ہے۔

e) نروان مثبت اور بے عیب حالت / امَتَ دھاتو[amatadhatu] ہے۔

f) یہ بدھ اور بودھی ستوا کو معبود کے درجے پر فائز کرنے والے پہلا فرقہ تھا، جو بالآخر مہایان میں بدھ اور بودھی ستوا کی مکمل معبودیت کا باعث بنا، اور اس کے نتیجے میں عوام میں مذہب کی مقبولیت ہوئی۔ ان کے بدھَ کے اس دقیق اور لامحدود تصور نے بدھا کے بارے میں تری کایَ[Trikaya] نظریہ کو جنم دیا جو مہایان کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک ہے۔ اس لیے مہا سنگھیکوں کو مہایان تحریک کا پیش خیمہ کہا جاسکتا ہے، جس نے بدھ مت کی طرف زیادہ لوگوں کو متوجہ کیا۔

شائلہ مکاتب فکر[Shaila Schools]

اکثر بنیادی ذرائع نے شائلہ مکاتب فکر کو چیتیا وادَ کے ذیلی مکاتب فکر کے طور پر ذکر کیا ہے ان ذرائع کے مطابق چیتیا وادَ سے بہت جلد مشرقی اور مغربی شائلہ مکاتب فکر نے جنم لیا تھا۔ ان شائلہ مکاتب فکر نے اپنا نام ان پہاڑوں کی مناسبت سے رکھا تھا جو ان کے مراکز کے اردگرد تھے۔ سری لنکا کی تاریخی روایات میں ان کو اندھ کَ [Andhakas] کے نام سے یاد کیا ہے۔

ان کے امتیازی عقائد میں سے دو عقائد مشہور ہیں:

i. ایک یہ کہ بودھی ستوا ایک متوسط وجود رکھتے ہیں جو وجود کی نچلی حالتوں میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

ii. مزارات پر نذریں چھڑانے سے بڑی میرٹ حاصل نہیں ہوتی ہے۔[18]

یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ چیتیا اور شائلہ مکاتب فکر کو مہایان بدھ مت کے لیے ماخذ کے طور پر یاد کئے جاتے ہیں کہ انہی مکاتب فکر سے مہایان بدھ مت نے جنم لیا تھا۔ اور یہی مکاتب فکر بدھ اور بودھی ستوا کو دیوتا بنانے والے پہلے اسکول تھے جو بالآخر مہایان بدھ مت میں یہی بدھ اور بودھی ستوا معبودیت کے درجے تک پہنچے۔ آج بھی تبتی بدھ مت انہی شائلہ مکاتب فکر کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔[19]

vii. مہایان کے مکاتب فکر[مہایان بدھ مت کے موجودہ مکاتب فکر]

مہایان بدھ مت دراصل دو فرقوں میں تقسیم ہے: مدھی مکا[Madhyamaka] اور یوگاچارا[Yogacara]۔

a) مدھیَ مَکَ یا مادھی مک[Madhyamaka]

مدھیَ مَکَ[Madhyamaka] کا معنی ہے درمیانی راستہ۔ مدھیَ مَکَ ہندوستانی مہایان بدھ مت کے دو بنیادی مکاتب فکر میں سے ایک ہے۔ اس کا بانی ایک مشہور بدھ متی فلسفی ناگارجُنَ[Nāgārjuna] ہے جس کا زمانہ دوسری صدی کے آخری نصف اور تیسری صدی عیسوی کا پہلا نصف بتایا جاتا ہے۔

مدھیَ مَکَ کو تیسری صدی عیسوی سے لے کر بارویں صدی عیسوی یعنی برصغیر سے بدھ مت کے زوال تک پروان چڑھا۔ چوتھی صدی کے آغاز میں یہ مشرقی ایشیا تک پھیل گیا، جہاں یہ ایک آزاد مکتبہ فکر کی بنیاد بن گیا اور دوسرے بڑے چینی بدھ مکاتب فکر کو متاثر کیا۔ اس نے 7ویں صدی کے آغاز میں تبت میں جڑ پکڑی۔

مدھی مک کو مدھی مک اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے گوتم بدھ کے درمیانی راستے کی پیروی کرتے ہوئے موجودات کے بارے میں ایک درمیانی نقطہ نظر / مدھیم پرتیپت[madhyama-pratipat] پر زور دیا تھا۔ وہ یہ کہ انہوں نے وجود اور عدم، ازل اور غیر ازل، جیسی نظریات کو مسترد کر کے ان دونوں کے درمیان کا راستہ یا نظریہ

[18] Buddhist Sects in India, 115.
[19] Buddhist Sects and secterianism, 464

اپنایا، یہ مکتبہ فکر نہ موجودات کے حقیقی ہونے کے نظریہ کی حمایت کرتا ہے اور نہ ہی غیر حقیقی ہونے کی۔ ان کے نزدیک چیزوں کا معلق اور منحصر وجود تو ہے مگر ذاتی اور غیر منحصر وجود نہیں۔

یہاں گوتم بدھ اور مدھی مک کے درمیانی راستوں کے حوالے سے ایک بات قابل ذکر ہے کہ گوتم بدھ کا درمیانی راستہ ایک اخلاقی پہلو رکھتا ہے کہ نہ تو سخت ریاضتی اور سنیاسی کی زندگی اپنانی چاہیئے اور نہ ہی مادیت پرستی اور عیاشی کی زندگی اپنانی چاہیئے۔ جبکہ مدھی مکّا کا درمیانی راستہ ایک فلسفیانہ تصور ہے جو کائنات کے وجود سے متعلق ہے۔ مدھی مکا کی بنیاد شُنیَت[Emptiness] "خالی پن" کے نظریے پر قائم ہے۔ جو وہ حقیقی وجودیت[Eternalism] اور عدمیت[Nihilism] کے دونوں انتہائیوں[Extremes] کے درمیان کا راستہ اور نظریہ قرار دیتے ہیں۔ مدھی مکا کے اس فلسفے کے مطابق، تمام موجودات بشمول عناصر[Dharmas]، تصورات[Concepts]، جوہر یا نفس[Self] اور حتی کہ نروان یہ سب اسباب اور حالات پر منحصر ہوتے ہیں اس لیے وہ اپنے ایک مستقل اور آزاد وجود سے خالی ہیں، کہ وہ ایک دوسرے پر منحصر اور ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اگر وہ خود اپنے آپ میں وجود رکھتے ہوتے تو وہ ناقابل تغیر، ناقابل فنا، غیر پیدائشی اور مختلف حالتوں کا سامنا نہ کرتے۔

اس لیے حتمی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو انحصار سے پیدا ہونے والی چیزیں حقیقی اور غیر حقیقی ہونے سے متصف نہیں ہوسکتے ہیں، بشمول ذات[Self] وغیرہ کے۔ یہ نقطہ نظر وہ درمیانی راستہ ہے جہاں کوئی نئی چیز پیدا یا ختم نہیں ہوتی لیکن چیزیں آہستہ آہستہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، تمام مظاہر، بشمول تصورات، آزاد ذاتی وجود اور ذاتی حقیقت سے خالی ہیں۔ ہر چیز موجود ہے جو دوسرے عوامل پر منحصر ہے اور ایک مستقل، غیر متغیر جوہر سے خالی ہے۔

شنیتَ نظریے کے کلیدی پہلوئوں کو دراصل چیزوں کے بارے میں بدھ مت کی بنیادی تعلیمات سے کچھ ایسے ہی جوڑا جاسکتا ہے:

1. ذاتی اور مستقل وجود کی نفی[svabhava] یعنی چیزوں کا کوئی ذاتی اور آزاد وجود نہیں ہوتا۔ جس کو بدھ مت کی بنیادی تعلیمات میں انت[Anatta] کہتے ہیں۔
2. منحصر اور معلق وجود (پراتیتا سموتپاد / (pratityasamutpada) یعنی "Dependent origination " کہ ہر چیز دوسرے عوامل پر منحصر ہے۔

3. عدم استحکام اور مستقل تغیر[انِچّ/Anicca]، مطلب تمام مظاہر مسلسل بدل رہے ہیں۔

مدھی مک کی ابتدا اگرچہ ہندوستان میں ہوئی، لیکن اس نے تمام مکاتب فکر کے درمیان تبتی بدھ مت کے نظریے میں ایک اہم مقام حاصل کیا۔ آج تک اس فلسفہ فکر کو وہاں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

b) یوگاچارَ[Yogaacaara]

یوگاچارا(یوگا کی مشق کرنے والے) اسکول، جسے چِتّ ماترا[citta-mātra]"صرف دماغ" یا وجنان واد [vijñānavāda]"شعور کا اسکول" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، ہندوستانی مہایان بدھ مت کے دو بڑے اسکولوں میں سے ایک ہے، جو ہندوستان میں تیسری اور چوتھی صدی عیسوی سے لے کر نویں صدی عیسوی تک پروان چڑھا۔ یہ معاصر مہایان بدھ مت کے تمام پہلوؤں کی ترکیب اور ترقی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے اندر اور باہر بدھ مت کی بعد کی شکلوں پر اس کے تاریخی اثر ورسوخ کی وجہ سے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔

یوگاچارا کی بنیاد میتریہ[Maitreya]نے رکھی تھی جس کا زمانہ 300 عیسوی کے آس پاس تھا[20]۔اس کے بعد اس کی نسبت دو بھائیوں، آسنگا اور واسوبندھو سے منسوب ہے۔

اس فرقے کے مطابق، حواس کی بیرونی دنیا دماغ سے آزاد نہیں ہے اور یہ کہ تمام مظاہر محض شعور کے تخمینے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ مکتبہ فکر اس بات پر زور دیتا ہے کہ بیرونی دنیا کی اشیاء جن کے ساتھ ہم تعامل کرتے ہیں وہ دراصل ذہنی تخلیق کردہ صورتیں / تصورات ہیں جو ان اشیاء کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ ان تصورات کا کردار ہماری اپنی کرما کی حالتوں کے ذریعہ پہلے سے طے شدہ ہے۔ اس وجہ سے اس اسکول کو بعض اوقات چت ماترا [cittamātra]"صرف دماغ" مکتبہ فکر بھی کہا جاتا ہے۔

سنسکرت کے ذرائع میں اس نظریہ کو صرف وجناپتی ماترا[vijñaptimātra]"شعور" کے طور پر بیان کرنا زیادہ عام ہے۔ مغربی دانشوروں نے اس فلسفے کو آئیڈیلزم کی ایک شکل سے جوڑ دیا ہے۔

یوگاچارَ اور مدھی مکَ کے فلسفیانہ منصوبے درحقیقت متضاد طور پر مخالف معلوم ہوتے ہیں: یوگاچارَ دونوں اعتبار سے یعنی وجودیاتی اور علمی اعتبار سے بنیاد پرست ہے۔ مدھی مک دونوں معنوں میں بنیاد پرستی کے خلاف ہے۔

---

[20]Fernando Tola, *Carmen Dragonetti, Philosophy of mind in the Yogacara Buddhist idealistic school*, History of Psychiatry, 16(4), 453–465 Sage Publications London,: 2005, 455.

یوگاچارَ حقیقت کی حتمی نوعیت کا ایک نظریہ پیش کرتا ہے۔ جبکہ مدھی مکا ایسے کسی نظریہ کے امکان کو مسترد کرتا ہے۔ یوگاچار دماغ کی حتمی حقیقت اور بیرونی دنیا کے عدم وجود کو برقرار رکھتا ہے۔ مدھی ماک دونوں کے روایتی وجود کو قبول کرتا ہے۔

4. وجرایانَ[Vajrayana]

وجرایان، جسے تنترایانا یا منترایانا بھی کہا جاتا ہے یہ دراصل مہایان بدھ مت کی ایک شاخ ہے۔ جو 5ویں صدی عیسوی کے آس پاس شمالی ہندوستان میں شروع ہوئی، 7ویں اور 8ویں صدی میں تبت میں جڑ پکڑی۔ یہ بڑے پیمانے پر تبتی بدھ مت کے نام سے بھی جانا جاتا ہے اگرچہ یہ تبت سے باہر اور ملکوں میں بھی موجود ہے جیسے جاپان وغیرہ میں۔

وجرایان کا نام وجرا سے لیا گیا ہے، جس کا معنی "ہیرا" یا "تھنڈر بولٹ" ہے۔ اس نام سے ان کے طریقوں کی طاقت اور نجات حاصل کرنے کے حوالے سے تیز رفتاری کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ کیونکہ وجرایان مکتبہ فکر اپنے راستہ اور طریقہ کو نجات حاصل کرنے کا تیز ترین راستہ سمجھتے ہیں۔

وجرایان کا نظریہ پراسرار اور باطنی ہے اور اس کے رسومات غیر روایتی ہیں۔ اس کے باوجود اس مکتبہ فکر کو ہندوستان، چین، تبت اور جاپان میں اہمیت حاصل رہی ہے۔

پیروکاروں کو نروان حاصل کرنے سے پہلے یوگا کے متعدد مراحل کا تجربہ کرنا چاہیے۔ ان کے رسومات تین ایم گروپوں میں تقسیم ہیں:

1. مُدرا[Mudra]یعنی ہاتھوں اور انگلیوں کے ذریعہ بنائے گئے مختلف علامتی اشارے۔
2. منترا[Mantra]یعنی آواز کی خفیہ طاقت کے سائنسی علم پر مبنی ایک باطنی نوعیت کے فارمولے۔
3. منڈلا[Mandala]"Visual aids" جسے آپ بصری امداد کہہ سکتے ہیں، جیسے تصویری چارٹ، خاکے، اور جادوئی حلقے، جو عقیدت مند کو مخصوص بودھی ستوا کے ساتھ صوفیانہ اتحاد حاصل کرنے میں مدد کرنے کے لیے ڈیزائن کیے گئے ہوتے ہیں۔[21]

[21] Mantras (incantations like Om mani padme hum), mudras (gestures of worship) and mandalas (graphic aids to meditation) constitute the main elements of

وجریان کی سب سے اہم تکنیکیوں یعنی مراقبہ کے اسلوب اور طریقہ کار میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے آپ کو ایک خاص بدھ کے طور پر اور اپنے ماحول کو اس مخصوص بدھ کا خالص ماحول تصور کرنا ہے۔ اس طرح تصور / تصورات سے اپنی منفی تصویر کو بدھا کی شکل میں تبدیل کرتے ہیں، اس طرح اپنے ذہن میں بدھ کی مثبت خصوصیات کو پروان چڑھاتے ہیں۔

تنترک تصورات اور طریقوں کی ابتدا دراصل ہندوستان میں ہوئی وہاں ان تصورات کا تعلق شیومت فرقے سے ہے شیوا کو یوگیوں کا دیوتا سمجھا جاتا ہے۔ اس حوالے سے کچھ ہندوستانی ذرائع یہ بتاتے ہیں کہ یہ رسومات مہایان کے اس مکتبہ فکر نے شیومت سے لیے ہیں۔

وجرایان کے ہاں نروان تب حاصل ہوتا ہے جب کسی کو علمی طور پر نہیں بلکہ تجرباتی طور پر یہ احساس ہوتا ہے کہ بظاہر متضاد حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، تنترایان کے مطابق تمام چیزیں حقیقت میں ایک ہی نوعیت کی ہیں وہ نوعیت سنیتا (Emptyness) ہے، اس لیے جسمانی اور ذہنی عمل نروان حاصل کرنے کے لیے یکساں ذرائع ہیں۔

اگرچہ وجریان، مہایان بودھی ستوا کے آئیڈیل کو برقرار رکھتا ہے، لیکن اس کے دیوتاؤں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

اس فرقے کی مذہبی کتابیں متنوں پر مشتمل ہے جو کانگیور (سوتر اور تنتر جو بدھ کے الفاظ سمجھے جاتے ہیں) اور تینگیور (تبصرے) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

وجریانا یا تنترائن بدھ مت میں صوفیانہ تصورات اور طرز عمل شامل ہیں، جن میں سے کچھ مرکزی بدھ مت کے اصولوں سے تیزی سے ہٹتے دکھائی دیتے ہیں۔

تبتی بدھ مت کے چار اہم اسکول ہیں نینگما، کاگیو، ساکیا اور گیلوگ۔

نینگما (8ویں صدی میں قائم ہوا)

کاگیو (11ویں صدی کے اوائل میں قائم ہوا)

ساکیا (1073 میں قائم کیا گیا)

---

worship. Om Mani Padme Hum is a well-loved Buddhist mantra commonly translated as, "The jewel is in the lotus."

گیلوگ (1409 میں قائم کیا گیا)

گیلوگ، وجریانا کے بڑے اسکولوں میں سب سے نیا، ایک خانقاہی فرقہ ہے جو پہلے کے اسکولوں کے عناصر کو شامل کرتا ہے۔ اس کے سب سے قابل ذکر رہنما دلائی لامہ ہیں۔

5. چھان یا زین بدھ مت[Ch'an and Zen Buddhism]

لفظ چھان پالی لفظ جھانَ [Jhana] کی بگڑی ہوئی شکل یا آدا ہے جس کا مطلب ہے [Meditation] یعنی مراقبہ اور غور و فکر۔ انڈیا سے چین جا کر "جھانَ" چھن یا چھان بن گیا اور وہاں سے جب جاپان پہنچتا ہے تو یہ چینی لفظ "زَین" [Zen] بن جاتا ہے۔ اسی طرح ویتنام میں تھین [Thien] کو بھی اس فرقے کے بہت قریب سمجھا جاتا ہے۔ کچھ علاقائی رسوم و رواج کی تبدیلی کے ساتھ ان سب کو ایک دوسرے کے بہت قریب سمجھے جاتے ہیں۔

بودھی دھرم [Bodhidharma] کو چھان اور زین بدھ مت کا پیشرو کہا جاتا ہے۔ بودھی دھرمَ ایک ہندوستانی راہب تھے جو تقریباً 470 عیسوی میں چین پہنچا اور وہاں اس نے بدھ مت کی باطنی مکاتب فکر [esoteric schools] کی بنیاد رکھی۔ بدھ مت کی ان باطنی مکاتب فکر کو آج سنسکرت میں دھیان /Dhyana [جو اردو میں بھی اسی سوچ یا غور و فکر کے معنی میں مستعمل ہے] چین میں چھان [ch'an] اور جاپان میں زین [Zen] کہا جاتا ہے۔ چین میں اس نے نو سال تک مشہور مونسٹری [Monastry] "Shao-lin-ssu" "شولن سو" کی دیوار کے ساتھ مراقبہ کیا تھا۔ ان کے پیروکاروں کے بارے میں ہے کہ وہ اتنے سرگرم تھے کہ وہ مقامی مذاہب پر مکمل طور پر فتح یاب ہوئے تھے۔ حتی کہ اس کے نتیجے میں ان کی تعلیمات جاپان تک پہنچ گئے تھے۔ اس مکتبہ فکر کے آگے چل کر اور ذیلی فرقے بنے۔

بودھی دھرمَ [Bodhidharma] نے اپنا ایک نظریہ قائم کیا تھا جس کے مطابق انسان صرف معلق اور مطلق دونوں حقیقتوں کی شناخت کے شعور کے ذریعے ہی بدھ کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔[22]

روایتی زین بدھ مت کی تعلیمات خالی پن [Emptiness] اور بدھ فطرت [Buddha Nature] جیسے عقائد پر مبنی ہیں یہ مکتبہ فکر مہایانا سوتروں اور تفسیروں کے علاوہ ماضی کے عظیم زین ماسٹروں کی تحریروں پر بھی بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں۔

بہت سے روایتی زین بدھ مت کے ماننے والے، اپنے طرزِ زندگی کے لحاظ سے، سولہ اصولوں کو اپناتے ہیں:

[22] 2500 years of Buddhism, 115

(1) بدھ میں پناہ لینا(2) دھرم میں پناہ لینا(3) سنگھ میں پناہ لینا(4) کوئی برائی نہ کرنا،(5) نیکی کرنا(6) دوسروں کے لیے اچھا کرنا(7) قتل نہ کرنا،(8) چوری نہ کرنا،(9) جنسی بدکاری میں ملوث نہ ہونا،(10) جھوٹ نہ بولنا،(11) نشہ نہ کرنا(12) دوسروں کے عیب نہ بولنا یعنی غیبت نہ کرنا(13) تکبر نہ کرنا(14) دوسروں کے لیے فیاض ہونا(15) غصہ نہ کرنا(16) بدھ، دھرم، یا سنگھ کی توہین نہ کرنا۔

زین کے دو اہم اسکول سوٹو[Soto] اور رنزائی[Rinzai] ہیں۔ سوٹو زین روایت میں، بنیادی مشق "صرف بیٹھنا" ہے ایک مکمل کمل[پھول] کی وضع پر توجہ کے ساتھ اور سانس پر توجہ دینا، اکثر سانسوں کو گنتے ہوئے اپنی توجہ برقرار رکھتے ہیں۔ آنکھیں کھلی رکھی جاتی ہیں لیکن نیچے کی طرف کی جاتی ہیں۔ یہاں بنیادی اصول یہ ہے کہ ذہن اپنی فطرت سے خالص ہے، درحقیقت یہ ایک مہاتما بدھ کی عرفان یعنی روشنی کے سوا کچھ نہیں۔ اور مراقبہ سے یہ اپنے آپ پر منکشف کرنا ہے۔

رنزئی اسکول بھی ایک مختلف قسم کے مراقبہ پر زور دیتے ہیں، اس میں زین روایت کی روح کو پہنچانے کے لیے، زین ماسٹرز کی کہانیاں یا تبصرے اسی طرح پر مغز اور اکثر متضاد سوالات ہوتے ہیں۔ جو مراقبے کے دوران سوچے جاتے ہیں ۔ یہ سوالات تجربے کی عادتی تصوراتی ساخت کو بیدار کرنے، اسے بکھرنے، اور اس طرح کینشو[23][Kensho] حاصل کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں جس میں کسی کو اپنے بدھ فطرت کا احساس ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ان باطنی مکاتب فکر میں وجدان پر زور دیا جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس نظام نے اپنے وجدان کے فلسفے کو اس حد تک ترقی دی کہ یہ آج تک اس کو ایک انفرادی حیثیت حاصل ہے۔

6. نیچیرین بدھ مت[Nichiren Buddhism]

نیچیرین بدھ مت بھی دراصل مہایان بدھ مت کی ایک شاخ ہے جو 13 ویں صدی میں قرون وسطیٰ کے جاپان میں شروع ہوئی تھی اور اس کے بعد سے دنیا بھر میں لاکھوں کی تعداد میں اس کے پیروکار ہیں۔ اس فرقے کا نام جاپانی بدھ مت کے پادری نیچیرن (1222–1282) کے نام پر رکھا گیا ہے، جن کی تعلیمات اس اسکول کے ذیلی اداروں میں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس فرقے کے ہاں لوٹس سترا[Lotus Suttra] کی بہت اہمیت ہے حتی کہ ان کی عبادت یا مراقبہ کا مرکزی عمل ایک منترا ہے جسے ڈائمو کو[Daimoco] کہتے ہیں۔ وہ منترا یہ ہے "نمو میو ہورینگے کیو[Namu Myōhō renge kyō]" میں لوٹس سترا کے حیرت انگیز قانون میں پناہ لیتا ہوں" اس منتر کو پڑھتے ہیں۔ جس میں یہ تصور موجود ہے کہ ہر شخص اپنی زندگی میں پیش آنے والی کسی بھی پریشانی سے نمٹنے اور اس پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس تصور کا مطلب یہ ہے کہ بحیثیت انسان ہر شخص کسی بھی دکھ کو عدم دکھ میں بدلنے کی

[23] ۔ کینشو اپنے آپ کو سمجھنے کی اپنی حقیقی فطرت کے لیے بیدار ہونے کا زین کا تجربہ ہے جو کہ تمام وجود پر محیط بدھ فطرت سے مختلف نہیں ہے۔

صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ تمام نیچرین بدھ مت کے ماننے والوں کا بنیادی عمل ہے۔ اس منتر کو پڑھ کر نیچیرن بدھ مت کے پیروکار کامیابی یا خوشی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے اپنے کرما کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس منتر امیں بدھ فطرت[Buddha nature]کا احساس دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

نیچیرن کا خیال تھا کہ لوٹس ستر امیں دیگر تمام بدھ تعلیمات شامل ہیں ساتھ اس کا یہ بھی ماننا تھا کہ اس لوٹس ستر اکا جاپانی نام میوہو رینگے کیو[Nam Myoho Renge Kyo] کی تلاوت کی مشق کے ذریعے بدھیت یعنی بدھ فطرت حاصل کرنا ممکن ہے۔ نیچیرین بدھ مت کے پیروکار روزانہ دوبار گونگیو[جاپانی نیچیرن کی نماز کی عبادت] کی رسم کے حصے کے طور پر دیگر تلاوتوں اور دعاؤں کے ساتھ اس منتر اکی تلاوت کرتے ہیں۔

نیچیرن کے مطابق، جاپان میں موجود دیگر فرقوں نے بدھ مت اور بدھ کی حقیقت کو غلط سمجھا۔ لہذا انہوں نے اپنے دور کے ان فرقوں اور ان کی حمایت کرنے والی حکومت کی شدید مذمت کی۔ اس نے اس دور کی سماجی بدامنی کا الزام قوم کے غلط مذہبی عقائد پر لگایا اور اعلان کیا کہ جاپانی قوم کی نجات لوٹس ستر امیں موجود سچائی کی عقیدت پر منحصر ہے۔ نیچیرن اپنے آپ کو بدھی ستوا کہتے تھے۔

نیچیرن نے سکھایا کہ تاریخی بدھا اصل، ابدی بدھ سے یکساں تھا اور یہ کہ، جیسا کہ تمام انسان بدھ فطرت کا حصہ ہیں اور تمام انسان ابدی بدھ کے مظہر ہیں۔

نیچیرن کی موت کے بعد، اس کا مکتبہ فکر مختلف ذیلی فرقوں میں تقسیم ہو گیا، خاص طور پر نیچیرن شو[Nichiren-shō] اور نیچیرن شوشیو [Nichiren-shō-shū]، جس کی غیر معمولی ترقی اس جماعت کی بنیادی تنظیم سوکَ گّی[Sōka-gakkai] سے ہوئی تھی۔

نیچیرن شوشیو [Nichiren-shō-shū] اپنی جانشینی کی نسبت نیچیرن بدھ مت کے بانی نیچیرن کے چھ شاگردوں میں سے ایک نِکو[Nikkō] تک پہنچاتا ہے، جو کہ فرقے کے پاس موجود دستاویزات کے مطابق نیچیرن کا منتخب کردہ جانشین تھا۔ اس نے 1290 عیسوی میں فُوجی[Fuji] پہاڑ اور ڈائیسیکی جی[Daiseki-ji] پہاڑ کے دامن میں جو مندر قائم کیا تھا، وہ اب بھی فرقے کا صدر مقام ہے۔

نیچیرن شوشیو کی ترقی اور اس کے اثر ورسوخ بڑھانے میں اس کی ذیلی تنظیم سوک گّائی لے [Sōka-gakkai lay] نے بہت بڑا کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں آج جاپانی سیاست میں ایک اہم حیثیت کے ساتھ ساتھ اس فرقے نے جاپان سے باہر اپنی شاخیں قائم کر رکھی ہیں۔

خودآزمائی

1. بدھ مت کی تقسیم کا سبب / اسباب کے بارے میں بتائیں۔
2. ستھاویر وادَ اور مہا سنگھیکَ بدھ مت کا ایک تقابلی جائزہ پیش کریں۔
3. مہا سنگھیکَ مکتبہ فکر کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔
4. گوتم بدھ کے حوالے سے تھیر وادَ بدھ مت اور مہایانَ بدھ مت کے عقائد کیا ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔
5. موجودات کے بارے میں سروستی وادَ مکتبہ فکر کا عقیدہ وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔
6. تھیراوادَ بدھ مت کے بنیادی عقائد بیان کریں۔
7. مہایان مکتبہ فکر کا بدھ کے حوالے سے "تری کایَ" عقیدہ کیا ہے؟
8. بدھی ستوا کے بارے میں بتائیں۔
9. چیتیاوادَ اور شائلہ مکاتب فکر کے بارے میں لکھیں۔
10. وجرایان بدھ مت کی خصوصیات بیان کریں۔
11. زین بدھ مت کے بارے میں لکھیں۔
12. یوگاچارَ اور مدھیامکّ مکاتب فکر کے بارے میں بتائیں۔
13. نیچیرن بدھ مت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جوابات

تمام سوالوں کے جواب متعلقہ یونٹ سے تلاش کریں۔

یونٹ نمبر9

دور جدید میں بدھ مت

تالیف: عبدالمتین کاکڑ

نظر ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

ڈاکٹر حسن بیگ

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف .....

یونٹ کے مقاصد .....

1. موجودہ ہندوستان میں بدھ مت کی احیاء اور نویان[Navayana] .....

2. سری لنکا اور جدید بدھ مت[نسل پرستی اور سیاسی بدھ مت کو فروغ] .....

3. جدید میانمار میں بدھ مت[قومی اور متشدد رویے کو فروغ] .....

4. موجودہ جاپان میں بدھ مت اور اس کی جدید صورتیں.....

   a. ہوسوشو[Hosso-shu].....

   b. ٹینڈائی/Tendai .....

   c. امیدابدھ مت/**Amida Buddhism** .....

   d. شنگن/**Shingon** .....

   e. زین سکول .....

5. جدید تھائی لینڈ میں بدھ مت[مادیت، عیش پرستی اور سیاسی بدھ مت کو فروغ] .....

   a. دھم یُتّیک نِکائَ[Dhammyuttika Nikaaya]یا تھمیوت روایت .....

   b. مہانکائَ[Maha Nikaaya].....

      i. دھمّ کائَ تحریک[Dhammakaya Movement] .....

      ii. سانتی اسوک تحریک[Santi Asoke Movement].....

6. عوامی جمہوریہ چین اور بدھ مت[بدھ مت مذہبی تکثیریت کا امتزاج] .....

7. مغرب میں بدھ مت[ایک سرسری نظر] .....

8. خلاصہ بحث .....

خود آزمائی .....

جوابات .....

یونٹ کا تعارف

موجودہ دنیا میں پیروکاروں کے اعتبار سے بدھ مت دنیا کے چار بڑے مذاہب میں چوتھویں نمبر پر ہے جس کے پیروکاروں کی تعداد تقریبا پانچ سو ملین کے آس پاس ہے، جو دنیا کی آبادی کا تقریبا چھ سے سات فیصد تک بنتا ہے۔ جن میں آدھے صرف چین میں ہیں جو تقریبا دو سو پچاس[250] ملین ہیں۔ باقی دوسو پچاس ملین دنیا کے دوسرے ممالک میں بکھرے ہوئے ہیں۔

ممالک کی آبادی کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو کمبوڈیا، تھائی لینڈ، میانمار، بھوٹان، سری لنکا، لاؤس، منگولیا، جاپان، سنگاپور اور تائیوان بدھ مت کی آبادی کے فیصد کے لحاظ سے سرفہرست ممالک ہیں۔ کمبوڈیا میں 96.8 فیصد آبادی بدھ مت کی پیروی کرتی ہے۔ تھائی لینڈ 92.6 فیصد کی نمایاں بدھ آبادی کے ساتھ دوسرے نمبر پر ہے۔ میانمار تیسرے نمبر پر ہے جس کی 79.8 فیصد آبادی بدھ مت کی پیروی کرتی ہے، اس کے بعد بھوٹان 74.7 فیصد ہے۔ سری لنکا میں 68.6 فیصد کے ساتھ بدھ مت کی نمایاں اکثریت ہے۔ لاؤس میں بدھ مت کے پیروکاروں کی تعداد 64 فیصد ہے، اس کے بعد منگولیا 54.4 فیصد ہے۔ جاپان کی 33.2 فیصد آبادی بدھ مت کی پیروی کرتی ہے۔ سنگاپور اور تائیوان میں بھی بدھ مت کی کافی آبادی ہے، بالترتیب 32.2 فیصد اور 21.2 فیصد ہے وغیرہ۔ اس کے علاوہ کوریا، ویت نام، فلپائن، انڈونیشیا اور ملائشیا میں مہایان بدھ مت کے مختلف مکاتب فکر کے پیروکار کثیر تعداد میں موجود ہیں۔[1]

بدھ مت کے دو بڑے مکاتب فکر ہنایان یعنی تھیرواد اور مہایان کے پیروکاروں کی تعدار بالترتیب تقریبا 1.3 اور 3.7 کے تناسب سے ہیں مہایان مکتبہ فکر کے زیادہ تر پیروکار چین، کوریا، جاپان، تائیوان، سنگاپور، ویت نام، فلپائن، انڈونیشیا اور ملائشیا میں مختلف ذیلی فرقوں کی صورت میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ تبت، منگولیا، بھوٹان اور دیگر ہمالیائی علاقوں میں بھی مہایان تنترک کی مختلف شکلوں میں موجود ہے۔ تبت پر چینی قبضے کی وجہ سے، تبتی بدھ مت کو بین الاقوامی ماہرین، خاص طور پر مغربی باشندوں نے مختلف ممالک میں اپنایا ہوا ہے۔

اسی طرح تھیرواد بدھ مت[Theravāda] سری لنکا، میانمار، اور کمبوڈیا کا سرکاری مذہب ہے۔ لاؤس اور تھائی لینڈ میں غالب اکثریت میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ بھارت، بنگلہ دیش، چین، نیپال، شمالی کوریا، ویت نام، فلپائن

[1] https://www.datapandas.org/ranking/buddhist-countries#full-data, Approached: 13th August, 2024, 8:35 pm

اور تائیوان میں اقلیت میں اپنے پیروکار رکھتا ہے۔ نیز دنیا بھر میں مذہب تبدیل کرنے والے، تھیرواد بدھ مت کو بھی قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

مشرقی ایشیا کے ممالک میں بدھ مت کے ماننے والے، مہایان بدھ مت پر عمل کرتے ہیں، چینی بدھ قانون میں محفوظ مہایانا ستروں کا مطالعہ کرتے ہیں اور بودھی ستووں[Buddhisattvas] کی پوجا کرتے ہیں۔ چھن، سون، زین یا تھین میں مراقبہ کے فارمولے جیسے "نمو اماتا فو" اور "نمو امیدا بدسو" یا پیور لینڈ بدھ مت میں "نمو امیتافت" اور نچیرین بدھ مت میں "نمو میورنگے کیو" نے انہیں قابل شناخت گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

تبت اور منگولیا میں وجرایان روایت کی پیروی کی جاتی ہے جس میں منتر[اوم منی پدمے ہم]عبادت کے اشارے[مدرا]اور مراقبہ کے لیے گرافک امداد[منڈال]عبادت کے اہم عناصر کی تشکیل کرتے ہیں۔

جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک نے ابتدائی بدھ مت کی ایک شکل پالی میں اپنے صحیفوں کے ساتھ محفوظ کر رکھی ہے جو تھیرواد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں بنیادی طور پر سنگھا کے لیے الگ اور سخت احکامات ہیں اور اور عام لوگوں کے کچھ نرم احکامات کے ساتھ دانا یعنی سنگھا کے لیے سخاوت اور مالی امداد ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ اسی طرح فکری مطالعہ اور دھرم کی وعظ و نصیحت پر زور دیا گیا ہے۔

اسی طرح بدھ مت کی ہر روایت، مکتبہ فکر یا فرقے کا اپنا اپنا سنگھَ[Sangha] ہے جن میں بدھ مت کے پیروکاروں کی عبادت اور مراقبہ وغیرہ کے طریقے مختلف اور الگ الگ ہیں۔ ان کے مندر اور مزارات تعمیراتی ڈیزائن میں مختلف ہوتے ہیں اور ہر ایک میں پگوڈا، چورٹینز[Chortens]اور سٹوپا کے طور پر خصوصی مزارات ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ بدھ کو ہر نسلی گروہ کے لیے مخصوص جسمانی خصوصیات میں پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بودھی ستواس [Buddhisattvas] مخصوص تصویری خصوصیات کے ساتھ ساتھ الگ الگ نظر آتے ہیں اور تمام روایات میں امیتابھ بدھ، میڈیسن بدھ، دھیانی بدھ، اولو کیتیشورا، میتریہ وغیرہ جیسی شبیہوں کو یکساں اہمیت حاصل نہیں رہتی ہے۔ ہر ایک کے لیے مختلف رسومات اور عبادت کی شکلیں الگ الگ ہیں۔

بدھ مت کے اس تنوع کو دنیا کی بدھ آبادیوں نے مشکل سے جانا یا پہچانا کیونکہ وہ تنہائی میں اور آپس میں کسی تعامل کے بغیر ترقی کرتے رہے۔ دور جدید میں مستشرقین کی بدھ مت میں زیادہ دلچسپی سے یہ تنوع زیادہ واضح ہو کر سامنے آیا ہے۔

دور جدید میں بدھ مت کی اس تنوع، احیاء اور جدید ارتقا کے حوالے سے اس یونٹ میں کچھ مرکزی بدھ ممالک پر ایک سرسری نظر ڈالی گئی ہے ساتھ جدید تحریکوں کو مختصراً زیر بحث لائی گئی ہیں، علاقائی اور ملکی سطح پر بدھ مت کی جدید امتیازات اور خصوصیات واضح کی گئی ہیں۔ وغیرہ

یونٹ کے مقاصد

1. طلباء موجودہ دنیا میں بدھ ممالک، بدھ مت کی آبادی وغیرہ کے حوالے سے ایک جامع خاکہ ذہین نشین کر سکیں گے۔
2. طلباء بدھ مت کے آبائی وطن ہندوستان میں بدھ کی دوبارہ احیاء اور جدید ارتقاء کے بارے میں جان سکیں گے۔
3. دَلِت بدھسٹ تحریک نَویانَ[Neo Buddhism] کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں گے۔
4. سری لنکا میں جدید بدھ مت کے حوالے سے واقف ہو سکیں گے۔
5. طلباء کو میانمار میں موجودہ بدھ مت کے حوالے سے پہنچان ہو سکے۔
6. جاپان میں بدھ مت کی مختلف مکاتب فکر کے بارے میں جان سکیں گے۔
7. تھائی لینڈ میں بدھ مت کو مادیت سے متاثر اور سیاسی طور پر ایک طاقتور ستون[Power Sector] کے طور پر سمجھ سکیں گے۔
8. دھم یُتّیک نِکایَ[Dhammyuttika Nikaaya] کے بارے میں جان سکیں گے۔
9. مہانکایَ[Maha Nikaaya] کے بارے میں جان سکیں گے۔
10. تھائی لینڈ میں دو نئی بدھسٹ تحریکوں کے بارے میں جان سکیں گے۔
11. مغرب میں بدھ مت کے حوالے سے آگاہی حاصل کر سکیں گے۔

دوسرے بڑے عالمی مذاہب کی طرح، بدھ مت کی بھی ابتدائی دور سے ہی روایتی نظریات اور طریقوں کو برقرار رکھنے کی کوششوں اور بدلتے ہوئے سماجی اور ثقافتی حالات کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت کے درمیان تناواور کشمش رہی ہے۔ تاہم دور جدید میں بدھ مت میں یہ ارتقائی پیشرفت باطنی رسومات کی آمیزش، عقیدت پرستی، بدھ بھکشوئوں کا سماجی سرگرمیوں میں مداخلت اور شرکت، نسل پرستی اور پر تشدد رویوں وغیرہ کی صورت میں تیز اور نسبتازیادہ رہی ہے جو روایتی مذہبی ڈھانچے پر بڑے پیمانے پر سماجی اور ثقافتی تبدیلیوں کے اثرات کو ظاہر کرتا ہے۔اسی طرح نئی تشریحات کے ذریعے ایک روایتی مذہبی فلسفہ کوایک یونیورسل فطرت اور حقیقت کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہاں اس یونٹ میں بدھ مت کے اس جدید ارتقائی پیشرفت کے حوالے سے کچھ مرکزی بدھ ممالک اور بدھ مت کی احیاء اور جدید ارتقاء میں سرگرم مرکزی کرداروں کا ذکر کیاگیاہے جس سے موجودہ دور کی بدھ مت او راس کی جدید صورتوں کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

1. موجودہ ہندوستان میں بدھ مت کی احیاء اور نوَیانَ بدھ مت[Navayaana] کا ظہور

ہندوستان میں بدھ مت نے ساتویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں اپنا اثر کھونا شروع کر دیا، اور بارویں صدی میں شمالی ہمالیائی علاقوں کے علاوہ تقریباہر جگہ سے بدھ مت غائب ہو گیا۔

a) انیسویں صدی عیسویں کے آخر میں ہندوستان میں بدھ مت کا احیاء شروع ہوا جب سری لنکا کے بدھ رہنما انَ گاریکَدَھرمَ پالَ[Anagārika Dharma pāla] نے کچھ برطانوی اسکالرز کی مدد سے مہابودھی سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ ان کا بنیادی مقصد ہندوستان میں بدھ مت کے زیارت گاہوں کو بحال کرنا تھا، اور وہ اس حوالے سے تمام بدھ مقامات پر مندر بنانے میں بہت کامیاب رہیں۔

b) اس کے بعد بیسویں صدی میں 1950 کی دہائی میں ڈاکٹر امبیدکر نے اچھوت[Untouchables] ذاتوں کے درمیان ایک نو بدھ مت کی تحریک شروع کی، جس کے تحت ذات پات کے نظام سے تنگ لاکھوں دلت یعنی اچھوت نے بدھ مت اختیار کیا۔ اس وقت، اس نئے بدھ مت کے ماننے والوں کی تعداد تین سے چار ملین تک بتایاجاتاہے۔

بی آر امبیدکر ایک ہندوستانی وکیل، سیاست دان، اور بدھ مت کے اسکالر، اور ہندوستان کے آئین کا مسودہ تیار کرنے والے پہلے وزیر قانون تھے، وہ ہندوستان کے نو آبادیاتی دور میں ایک دلت (اچھوت) خاندان میں پیدا ہوئے، بیرون ملک تعلیم حاصل کی اور ایک بڑے دلت رہنما بنے۔

انہوں نے بطور وکیل اور ہندوستانی پارلیمنٹ کے رکن کے طور پر سماجی اصلاح کے لیے ایک مہم چلائی تھی، 1940 کی دہائی کے آخر اور 1950 کی دہائی کے اوائل میں ہندوستانی پارلیمنٹ میں "ہندو کوڈ" بل پیش کیا، جس میں خواتین کو جائیداد میں حصہ دینے کے ساتھ ان کے اور بھی بہت سے معاشرتی حقوق شامل تھے، پارلیمنٹ سے اس مسودہ کے مسترد ہونے پر انہوں پارلیمنٹ سے استعفی دیا اور اپنے لیے ایک متبادل مذہب تلاش کرنے کی کوششیں تیز کرنے لگا اور بالآخر 14 اکتوبر 1956 کو انہوں نے ناگپور میں ایک تاریخی تقریب میں بدھ مت قبول کیا۔ڈاکٹر امبیدکر کے ساتھ ان کے اپنے تقریباساڑھے تین سے چار لاکھ ساتھیوں اور پیروکاروں نے بھی بدھ مت مذہب اختیار کیا۔

- نیو بدھ مت[Neo-Buddhism]یانویان /Navayāna

نوَیانَ بدھ مت [Navayāna Buddhism] "نئ گاڑی" سے مراد بدھ مت کی جدید تشریح ہے جسے ہندوستانی سماجی مصلح، اور اسکالر بی آر امبیدکر نے پیش کیا۔اس کو ڈاکٹر امبیدکر کی بدھ مت یا دلت بدھ متی تحریک بھی کہتے ہیں۔

دراصل ڈاکٹر امبیدکر بدھ مت کے بہت سے بنیادی روایتی عقائد کے مخالف بھی تھے خصوصاکرما اور ریبرتھ [Rebirth]عقائد جو برھمن دھرم کے عقائد سے مماثلت رکھتے تھے اور جن سے دلت یعنی اچھوت [Untouchables] معاشرتی مساوات اور انصاف سے محروم رہتے تھے۔وہ کرما کے بارے میں اپنی کتاب "*The Buddha and his Dhamma*" میں لکھتے ہیں:

The Law of Kamma has to do only with the question of general moral order. It has nothing to do with the fortunes or misfortunes of an individual.[2]

"کرما کے قانون کا تعلق صرف عمومی اخلاقی نظام سے ہے اس کا کسی انسان کی خوش قسمت ہونے یا بد قسمتی سے کوئی سروکار نہیں ہے"

[2] *The Buddha and his Dhamma*, 1957, pp. 245.

اس کے ساتھ ساتھ بی ایم امبید کر اپنے معاشرتی حقوق سے محروم دلت پیروکاروں کے لیے مذہبی سے زیادہ ایک سماجی اور سیاسی مقام دلوانے کے لیے کوشان تھے۔ وہ بدھ مت اختیار کرنے سے پہلے ایک آزاد، انصاف اور اخوت پر مبنی معاشرے کی وکالت کرتے چلے آئے تھے لہذا ڈاکٹر امبید کر کی نظر معاشرے کے محروم اور ایک قسم کے غلام طبقے کے معاشرتی حقوق اور ترقی پر زیادہ مرکوز تھی۔ چنانچہ انہوں نے بدھ مت کے بہت سے اصولوں کی، جدیدیت کی روشنی میں تشریح کی جو نیو بدھزم یا نویان [نئی گاڑی] کے نام مشہور ہوا۔

امبید کر جدید علوم سے آراستہ اور دور جدید کے تقاضوں سے واقف تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے پیروکار کسی بیساکھی یا کوئی جھوٹی امید کی پیروی کریں، وہ ایک خیالی مستقبل پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی اس دنیا کی زندگی بہتر بنانے کے لیے خوب کوشش کریں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نیو بدھ مت دراصل ایک ایسی تحریک کے طور پر تجویز کی گئی تھی جو اچھوتوں کو حکمران برہمنی اشرافیہ سے اپنے حقوق لینے کے لیے ایک مضبوط کمیونٹی میں متحرک کرے گی اور ان کی عزت نفس اور ایک برابر معاشرتی مقام دلانے میں مدد کرے گی۔ اسی طرح نظریاتی طور پر، نیو بدھ مت کی تحریک کو حکمران اشرافیہ کے غالب سماجی اور سیاسی نظریات کے لیے ایک نظریاتی اور فکری چیلنج کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے۔

نو بدھ مت کے نظریے نے دلت تحریک کو مہاراشٹر میں ایک خود مختار سیاسی قوت کے طور پر تشکیل دیا کہ ان بدھسٹوں کی بہت بڑی اکثریت تقریباً 80 فیصد مہاراشٹر میں رہتی ہے۔

c) جدید دور میں تبتی بدھ مت بھی ہندوستان میں پروان چڑھا ہے، جس کی بنیادی وجہ دلائی لامہ اور تبتی باشندوں کی وہاں ہجرت ہے۔ 1959 میں ہزاروں تبتی پناہ گزینوں کے ساتھ چودھویں دلائی لامہ کی آمد نے ہندوستان میں بدھ مت کے احیاء پر اہم اثر ڈالا ہے۔ تبتیوں کی بڑی تعداد دھرم شالہ، ہماچل پردیش اور کرناٹکا وغیرہ میں آباد ہے۔

اس کے علاوہ تبتی پناہ گزینوں نے ہمالیائی علاقوں میں بدھ مت کی روایات کے احیاء میں بھی اپنا حصہ ڈالا ہے۔ ساتھ ساتھ تبتی بدھسٹوں نے ہندوستان کے بدھ مقامات اور کھنڈرات میں مندروں اور اداروں کی تعمیر میں بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔

d) ویپسّنا[Vipassana] تحریک بدھ مت کے مراقبہ کی ایک جدید روایت ہے۔ ہندوستان میں، سب سے زیادہ بااثر ویپسنا تنظیم ویپسنا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہے جس کی بنیاد ایس این گوینکا[S.N.Goenka] نے رکھی ہے جس کی تاریخ پیدائش 1924 اور تاریخ وفات 2013ء ہے۔ جس نے بدھ مت ویپسنا مراقبہ کو جدید اور غیر فرقہ وارانہ انداز میں فروغ دیا ہے۔ یہ تحریک یورپ، امریکہ اور ایشیا کے کئی دوسرے ممالک تک پھیل چکی ہے۔ امریکہ میں اس کا نام بصیرت مراقبہ کی تحریک[The Insight Meditation Movement] اور امریکن ویپاسنا تحریک بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل جدید برمی تھیرواد بدھ مت کی ایک شاخ ہے جو بصیرت کو فروغ دیتی ہے جس نے 1950 کی دہائی سے بڑے پیمانے پر مقبولیت حاصل کی۔ برمی ویپاسنا تحریک کی جڑیں انیسویں صدی میں ہیں، جب تھیرواد بدھ مت مغربی جدیدیت سے متاثر ہوا اور کچھ راہبوں نے بدھ مت کے مراقبہ کے عمل کو بحال کرنے کی کوشش کی اور پھر بیسویں صدی میں روایتی تھیرواد ممالک میں مہاسی سیاداو[Mahasi Sayadaw] نے اس تحریک کو بہت مقبول بنایا۔ اس تحریک نے مغرب میں بھی ان مغربی لوگوں کی وجہ سے ایک بڑی پیروی حاصل کی جنہوں نے مہاسی سیاداو اور ایس این گوئنکا اور دیگر برمی اساتذہ سے ویپسنا سیکھا۔

الغرض جدید ہندوستان میں 2011 کے مردم شماری کے مطابق بدھ پیروکاروں کی تعداد تقریباً 8.5 ملین ہے جو کل آبادی کا تقریباً 0.7 فیصد ہے۔ بدھ مت بطور مذہب بنیادی طور پر ہمالیہ کے دامن میں رائج ہے اور سکم، اروناچل پردیش، لداخ، مغربی بنگال، اور ہماچل پردیش میں ایک اہم مذہب ہے، اس کے علاوہ مہاراشٹر میں بدھ مت کے ماننے والوں کی ایک خاصی تعداد آباد ہے جو نوایان بدھ مت کے پیروکار ہیں۔

2. سری لنکا اور جدید بدھ مت[نسل پرست اور سیاسی بدھ مت کو فروغ]

سری لنکا ایک قدیم اور مسلسل بدھ مت مذہب کا ملک رہا ہے، تھیرواد بدھ مت اس جزیرے کا سب سے بڑا مذہب رہا ہے۔ جس کو تیسری صدی قبل مسیح میں ہندوستانی شہنشاہ اشوک کے بیٹے مہندرا نے متعارف کرایا تھا۔

مہندرا کے بعد اشوکا کی بیٹی راہبہ سنگھمیتا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بودھی درخت[جس کے سائے میں گوتم بدھ نے نروان حاصل کیا تھا] کی جنوبی شاخ لے کر آئی تھیں اور جس کو انورادھاپورہ میں لگایا گیا تھا۔ اس دن سے لے کر آج تک بدھ مت کے پیروکار بودھی درخت کی اس شاخ سے انتہائی عقیدت رکھتے چلے آئے ہیں۔

اسی طرح یہ ملک بدھ مت کے حوالے سے بھرپور تاریخی ورثے کا بھی حامل ملک رہا ہے حتی کہ پالی تری پِٹک سری لنکا میں ہی پہلی دفعہ ضبط تحریر میں لایا گیا۔ بادشاہ وٹا گامنی کے دور حکومت میں پہلی صدی قبل مسیح کو بدھ بھکشو الوک وِہار [Aloka Vihara] **بدھسٹ مونسٹری** میں جمع ہوئے اور تری پیٹک کو قلم بند کیا۔ اس ملک کی قدیم تاریخی ورثے دیپ وَمس اور مہاوَمس کو تھیراوادبدھ مت کے مذہبی کتابوں کا درجہ ملا ہوا ہے بعض اوقات تو یہ تری پیٹک میں ابھی دھم پیٹک کے حصے کے طور پر دکھائے گئے ہیں۔

اس ملک کو پہلے یعنی سولہویں صدی میں پرتگالیوں نے نو آبادیاتی بنا کر بدھ مت کو کمزور کرنے کی کوشش کی، بدھ مت کے پیروکاروں کو وحشیانہ طور پر ستایا ، بدھ مندروں کی زمینوں پر کھلے عام قبضہ کر کے چرچ کو دے دیے گئے[3]۔ اس کے بعد ولندیزیوں [Dutch] نے اس کو نو آبادیاتی بنا کر ان پر مظالم ڈھائے اور بدھ مت کا تعاقب کیا ۔ انہوں سرکاری عہدہ حاصل کرنے کے لیے پروٹسٹنٹ چرچ کا رکن بننے کی شرائط لگا رکھے تھے۔ اس کے علاوہ بدھ مت چھوڑ کر پروٹسٹنٹ چرچ کا حصہ بننے پر زمینیں دینے کا انعام یا بدلہ بھی رکھا گیا تھا۔[4]

انیسویں صدی کے آغاز میں جب انگریزوں نے کنٹرول حاصل کیا تو بدھ مت زوال کی طرف گامزن تھا جس نے انگریزی تبلیغی مشنریوں کی حوصلہ افزائی کی اور وہ بڑی تعداد میں سری لنکا آنے لگے۔ لیکن چونکہ بدھ مت کے خلاف گزشتہ مظالم نے اس دیرینہ بدھ معاشرے میں رد عمل کے لیے راستہ ہموار کیا تھا جو برطانوی نو آبادیت کے دور میں انیسویں صدی کے وسط سے نمودار ہونا شروع ہوا۔ یہ رد عمل آہستہ آہستہ ایک ایسی تحریک کی صورت اختیار کر گئی جو بڑھتی ہوئی قوم پرستی کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی جو نتیجتا قوم پرست اور وطن پرست بدھ مت کے طور پر پروان چڑھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جدیدیت نے دنیا کے تمام بڑے مذاہب کو متاثر کیا جن میں سے بدھ مت بھی ہے لیکن سری لنکا میں تھیرواد بدھ مت کے معاملے میں، جدیدیت کے ساتھ ساتھ ایک سیاق وسباق نو آبادیاتی نظام اور ان کا ظلم بھی تھا۔ جہاں حکمرانی کرنے والی نو آبادیاتی طاقتوں، خاص طور پر انگریزوں نے، سیاسی، اقتصادی، سماجی، تعلیمی، اور مذہبی سمیت تمام شعبوں میں تبدیلیاں لا کر ہر حوالے سے ایک نیا ڈھانچہ تشکیل دیا۔ اگرچہ ان تبدیلیوں کا فوری اثر

---

[3] George D, Bond, *The Buddhist Revival in Sri Lanka:Religious Tradition, Reinterpretation and Response*, University of South Carolina Press, 1988, pp.19.
[4] Ibid, 21

بدھ مت کو دبانے کی صورت میں نظر آرہا تھا لیکن طویل مدتی اثر بدھ مت کے پیروکاروں کو اپنی روایت کی دوبارہ تشریح کر کے جواب دینے پر مجبور کرنے کی شکل میں دیکھا گیا۔[5] اس لیے زیادہ تر علماء تھیرواد بدھ مت کی احیاء اور اس کی تازہ ترین تشریح اور تجدید کو سری لنکا کی نو آبادیت اور جدیدیت کے انقلاب کے لیے بدھ مت کے رد عمل کے طور پر دیکھتے ہیں۔

اس احیاء اور جدید ارتقاء میں مقامی اور مغربی دونوں ذرائع نے کردار آدا کیا۔ یعنی عوام اور تعلیم یافتہ شہری بدھ ھسٹ پیروکاروں کے ساتھ ساتھ سری لنکن سکالرز۔ تھیوسوفسٹس برطانوی اسکالرز نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا۔

a) تھیوسوفسٹ کرنل ہنری اسٹیل اولکاٹ (2 اگست 1832-17 فروری 1907) جو ایک امریکی فوجی افسر، صحافی، وکیل اور تھیوسوفیکل سوسائٹی کے شریک بانی اور پہلے صدر تھے۔ وہ یورپی نسل کا پہلا معروف امریکی تھا جس نے رسمی طور پر بدھ مت اختیار کیا۔ اولکاٹ کو بدھ مت کی یوروپی طرز کے ذریعے تشریح کرنے کی کوششوں کے لیے بدھ مت کا جدید ماہر سمجھا جاتا ہے۔ وہ سری لنکا میں بدھ مت کے ایک بڑے احیاء پسند تھے۔ وہ اور میڈم بلاوٹسکی 1880ء میں سیلون [سری لنکا] آئے اور بدھ مت مذہب قبول کیا۔ اور وہاں خود کو بدھ مت کی تعلیم کے لیے وقف کر دیا، سینکڑوں بدھ سکول قائم کیے، جن میں سے کچھ سکول آج بھی موجود ہیں۔

تھیوسوفسٹوں کی آمد نہ صرف اس وجہ سے اہم ہے کہ وہ ایک مغربی تنظیم تھی جو عیسائی مشنریوں اور استعمار کے نظریے پر سوال اٹھانے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ بلکہ بدھسٹ تھیوسوفسٹ سوسائٹی اور اس کی نیٹ ورک دراصل بدھ مت کی جدید تعلیمی تحریک کا آغاز بھی تھا۔ عیسائی مشنریوں کو اب ایک بہتر منظم مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور بدھ سنگھَ بھی اس تعلیمی تحریک میں سرگرم حصہ دار تھا۔

سری لنکا کے نو آبادیاتی دور میں مغربی مشنری اسکولوں میں بچوں کو سکھایا جاتا تھا کہ بدھ مت ایک تاریک توہم پرستی ہے۔ بعض جگہوں پر تو تمام طلباء کو عیسائی ہدایات پر عمل کرنے پر مجبور کیا گیا۔

تھیوسوفسٹس نے سنگھَ کی فعال شراکت کے ساتھ نئے اسکولوں کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے کی مہمات شروع کیے اس طرح انہوں نے ایک جاندار اور بھرپور طریقے سے بدھ کی احیاء اور ارتقاء میں اپنا اہم کردار آدا کیا۔ اس

[5] *The Buddhist Revival in Sri Lanka: Religious Tradition, Reinterpretation and Response*,3-4.

کے علاوہ تھیوسوفسٹ سنہالی بودھوں کے لیے سنہالی سماج کے مختلف حصوں میں امن اور تعاون کو فروغ دینے کے طریقوں میں کارآمد تھے، خاص طور پر ان کا عالمگیر بھائی چارے کا تصور بدھسٹوں کے لیے پرکشش تھا۔

سری لنکا میں اولکاٹ نے جو وقت گزارا اس دوران اس نے خطے میں بدھ مت کو زندہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور ساتھ مغرب میں بدھ کی تعلیمات عام کرنے کی کوشش بھی کرتے رہے اس سلسلے میں مغربیوں کی تعلیم کے لیے بدھ مت کے اصولوں کو مرتب کیا۔ اسی دور میں انہوں نے بدھ مت کا ایک بااثر تعارف لکھا جسے بدھسٹ کیٹیکزم (1881) کہا جاتا ہے، جو انتہائی مقبول ثابت ہوا جو آج بھی مشہور ہے۔ اسی طرح انہوں نے مختلف ممالک کے بدھ پیروکاروں کو ایک فلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے چودہ نکات پیش کیے۔

اولکاٹ کا بدھ مت لبرل پروٹسٹنٹ ازم کے ساتھ ساتھ تھیوسوفیکل نظریات سے بھی متاثر لگتا ہے۔

اولکاٹ کو ان کی ان کوششوں وجہ سے سری لنکا میں اب بھی اعزازات سے نوازا جاتا ہے اور ہر سال 17 فروری کو اس کی برسی کے موقع پر ان کی یاد میں پیتل کے چراغ جلائے جاتے ہیں اسی طرح بخور جلائے جاتے ہیں۔ تھیراواد مندروں میں زعفرانی ملبوس راہب اس کی تصویر کے سامنے جھکتے ہیں، اور ملک بھر کے اسکولوں میں لڑکے اور لڑکیاں اس کی یاد میں تحائف پیش کرتے ہیں، ساتھ جو مراقبہ کرتے ہیں ان سب کا ثواب اولکاٹ کو سکون اور خوشی حاصل کرنے کی نیت سے بخش دیتے ہیں۔[6]

b) اس کے علاوہ انگاریکَ دھرمَپالَ/Anagārika Dharmapāla [1864-1933] پہلا عالمی بدھ متی مشنری تھا جو سنہالی بدھ قوم پرستی کے بانی شراکت داروں میں سے ایک تھا جو برطانوی حکومت کے خلاف سری لنکا کی آزادی کی تحریک میں ایک سرکردہ شخصیت تھی۔ دھرم پالَ ہندوستان میں بدھ مت کی احیاء میں بھی پیش پیش تھے۔ دھرم پال کا اصل نقطہ نظر یہ تھا کہ بدھ راہبوں کو سنہالا معاشرے میں فعال طور پر شامل ہونا چاہیے اور ان کو تمام شہریوں کی اخلاقیات کو بہتر بنانا چاہیے اور ایک متحرک اور آزاد قومی ریاست کی بنیاد رکھنے کے

6 https://www.theosophical.org/component/content/article?id=1819:olcott-and-buddhism

لیے ثقافتی احیاء میں کردار ادا کرنا چاہیے۔ ان کی نظر میں بدھ کا دھرم انفرادی آسائشوں اور لوگوں کی اجتماعی بہبود کی نمائندگی کرتا ہے۔[7]

c) اسی طرح بدھ مت کا مشہور اسکالر اور راہب والپولَ راہولَ / Walpola Rahula[1997-1907] نے 1946 میں بھکشوا گے اروما یا[Bhiksuvage Urumaya] (بھیکھوں کا ورثہ) کے عنوان سے ایک کتاب میں سیاسی بدھ مت کی بنیادوں کو آسان انداز میں بیان کیا، جس میں یہ دلیل دی گئی کہ سماجی خدمت انجام دینا بھکشوئوں کے مینڈیٹ میں شامل ہے اور یہ کہ بھکشو سیاست میں حصہ لے سکتے ہیں اور یہ بدھ کے زمانے سے ہی ہوتا آرہا ہے۔ تاریخی طور پر راہب بادشاہوں کو مشورے دیتے تھے اس طرح ان کی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتے تھے۔[8]

d) ویلیم رائس ڈیوڈز اور ایڈون آرنلڈ وغیرہ جیسے مستشرقین کی تحریروں نے بیرون ملک اور جزیرے میں بدھ مت کے بارے میں لوگوں کے خیالات کو تشکیل دینے میں مدد کی۔ بدھ مت کے ادب اور فکر میں مغربی اسکالرز کی دلچسپی پورے نو آبادیاتی دور میں بڑھتی رہی۔

خلاصہ یہ کہ آج سری لنکا کے ستر فیصد سے زیادہ آبادی بدھ مت کے پیروکار ہیں، جن کی اکثریت تھیروادا روایت کی پیروی کرتی ہے۔ جو عام طور پر سنہالا بدھ مت کے نام سے پہچان رکھتی ہے، جس میں قوم پرستی اور نسلی مذہبی عناصر بہت واضح ہیں۔ گذشتہ دہائیوں میں سری لنکا میں قوم پرست بدھ مت میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے کچھ تنظیمیں جیسے بودو بالا سینا (بدھسٹ پاور فورس) مسلم مخالف فسادات اور اعتدال پسند بدھ رہنماؤں پر حملہ آور رہی ہیں وغیرہ۔ اس کے علاوہ سنہالی بدھ مت کو پروٹسٹنٹ بدھ مت اور جدید بدھ مت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

بدھ مت کی اصل تعلیمات رواداری اور امن پسندی کا درس دیتی ہیں۔ تاہم سنہالی بدھ مت کے پیروکاروں کی ایک بڑی اکثریت نے نسل پرستی اور عسکریت پسندی اور شدت پسندی کو پروان چڑھایا ہے۔ سیاست پر اثر انداز

[7] Devid L Mchmahan edits *Buddhism in the Modern World*, by Routledge London and New York, 2012, 38.

[8] Neil DeVotta ،*Sinhalese Buddhist Nationalist Ideology:* Implications for Politics and Conflict Resolution in Sri Lanka, East-West Center Washington, 2007, 2.

ہونے کے ساتھ ساتھ سنہالہ قوم پرستی کو فروغ دیا ہے، اسی طرح سنہالی بدھ مت کی بالادستی کو مراعات سے نوازا جاتا ہے، اقلیتوں کو محکوم بنانے کا جواز پیش کرتا ہے۔

ستمبر 1959 میں وزیر اعظم ایس ڈبلیو آر ڈی بندرانائیکے کو بدھ راہبوں نے سازش کر کے قتل کر دیا۔ اور تلدوے سومارامہ [Talduwe Somarama] نامی بدھ راہب کو بندرانائیکے کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور پھانسی دی گئی۔[9]

3. جدید میانمار میں بدھ مت [قومی پرستی اور متشدد رویے کو فروغ]

میانمار جنوب مشرقی ایشیا میں ایک اکثریتی بدھ ملک ہے جو 135 سے زیادہ مختلف نسلی گروہوں کا گھر ہے، جن میں برمن، شان، مون، پاو، کیرن، اراکانیز مشہور ہیں ہر ایک کی اپنی تاریخ، ثقافت اور زبان ہے۔ آج کی تاریخ میں برمی نسل یا برمی قوم اس ملک میں تقریبا دو تہائی اکثریت رکھتی ہے۔

برما [میانمار] میں بدھ مت کے متعارف ہونے سے بہت پہلے یہاں کے لوگ ایک ایسے مذہب پر عمل پیرا تھے جسے اینتھروپولوجسٹ اینیمزم [Animism] کہتے ہیں، جن میں مافوق الفطرت روحوں پر یقین شامل ہے۔ برمی مافوق الفطرت روحوں کو نات [Nat] کہتے ہیں۔ جو آج بھی برمی معاشرے اور برمی ثقافت کا حصہ ہے۔

جب ہم میانمار میں بدھ مت کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں برمی روایات ہی ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی مستند قول اس حوالے سے جدید ریسرچ اور تاریخ میں ہمیں نہیں ملتا ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے، برمی روایات بھی زیادہ تر زبانی کہانیوں پر مشتمل ہیں اس لیے ان کی استناد بھی یقینی نہیں ہے۔ یہ برمی روایات برما میں بدھ مت کو بدھ کے زمانے سے جوڑتی ہیں۔ برمی زبانی روایت کے مطابق مہاتما بدھ نے تھاٹون اور شویسیٹا [دو برمی علاقے] کا دورہ کیا تھا، اور اراکانیوں کا عقیدہ ہے کہ بدھ نے ان کے بادشاہ سے ملاقات کی تھی اور ان کے لیے اپنی ایک تصویر چھوڑی تھی۔

غیر برمی روایات یعنی مورخین میں کچھ اسکالرز کا خیال ہے کہ بدھ مت میانمار میں پہلی صدی عیسوی میں متعارف ہوا تھا۔[10] کچھ یہ تاریخ اس سے پہلے کا بتاتے ہیں۔ الغرض برما میں بدھ مت دسویں صدی تک پھلا پھولا۔

---

[9] *Sinhalese Buddhist Nationalist Ideology*: Implications for Politics and Conflict Resolution in Sri Lanka, vii

[10] Ko Ko Naing, *Historical Setting of Buddhism in Myanmar*, University of Mandalay, Research Journal, Vol.11, 2020, 212,

اور پہلی بار 11 ویں صدی کے اوائل میں برمی بادشاہ انورہتا (1044-1077) نے باقاعدہ طور پر تھیرواد بدھ مت سرکاری سطح پر متعارف کروایا تھا۔

آج میانمار میں تقریباً نوے فیصد لوگ بدھ مت کے پیروکار ہیں، اور عملی طور پر وہ تقریباً سبھی تھیرواد بدھ مت پر عمل پیرا ہیں۔ ینگون جیسے شہری مراکز میں چینی مہایانا برادریوں کی ایک چھوٹی سی تعداد پائی جاتی ہے۔

عام لوگ بدھ بھکشو برادری یا بدھ سنگھا کو نذرانہ پیش کر کے یا مندروں اور خانقاہوں کو عطیات کی شکل میں میرٹ [Merit] حاصل کر کے جمع کرتے ہیں تاکہ ان کا اگلا جنم بہتر ہو۔ اسی طرح دوسری طرف ہر صبح بدھ بھکشو اپنی خانقاہوں کو اپنے پیالوں کے ساتھ چھوڑ کر گاؤں اور قصبوں میں چہل قدمی کرتے ہیں اور اپنے روزمرہ کا کھانا اکٹھا کرتے ہیں۔ گویا یہ لوگوں کو کھانا عطیہ کرنے کی صورت میں میرٹ حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

برمی بدھ مت کا نوآبادیاتی دور سے سیاست، معاشرتی اور ملکی معاملات میں بڑا اہم کردار رہا ہے۔ یہاں تک کہ سنگھَ ریاستی طاقت کو جواز فراہم کرنے اور بعض اوقات ریاستی طاقت کی مخالفت کرنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔ خاص طور پر بدھ بھکشوؤں کا عطیات سے انکار کرنے کی صلاحیت انہیں ایک طاقتور علامتی ویٹو فراہم کرتی ہے دوسرے الفاظ میں یہ عام لوگوں کو میرٹ حاصل کرنے سے روکنے کی اور اگلے جنم پر اثر انداز ہونے کی طاقت ہے جسے انہوں نے برمی حکومت کے ساتھ اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔[11]

نوآبادیاتی حکمرانی کی آمد کے بعد سے بدھ مت نے جدید برمی ریاست اور سیکولر حکومت کے خلاف زبردست مزاحمت کی۔ 1920 اور 1930 کی دہائی کے آخری نوآبادیاتی دور کے دوران، سنگھا نے تاریخی اجتماعات میں برطانوی نوآبادیاتی نظام کا فعال طور پر مقابلہ کیا جس میں ایک روایتی بدھسٹ عالمی نظریہ نے ابتدائی قوم پرست تحریکوں کو متاثر کیا۔ ان راہبوں میں سے کچھ قومی ہیروز کے طور پر یاد کئے جاتے ہیں۔[12]

تھیرواد بدھ مت کا بطور برمی سماجی اور ثقافتی شناخت نے نوآبادیاتی دور کے اواخر سے قوم پرست کوششوں میں ایک اہم کردار آدا کیا ہے۔ "ہم برمی بدھسٹ ہیں" پہلی بار 1910 کی دہائی کی قوم پرست جدوجہد کے دوران ایک

---

[11] https://rpl.hds.harvard.edu/faq/buddhism-myanmar, Approached on 14th August: 10:14pm.

[12] Juliane Schober, *Modern Buddhist Conjucture in Myanmar*: cultural narratives, Colonial legacies, and civil society university of hawai'i press, 2011, 119.

ریلی کی آواز بنی۔ اس کے بعد سے یہ نعرہ بہت سے سیاست دانوں نے لگایا، بشمول برما کے پہلے جمہوری وزیر اعظم، یو نو کے۔[13]

اس کے علاوہ 1988 کی بغاوت کے دوران طلباء اور سرکاری ملازمین کے ملک گیر احتجاجی ریلیوں کو منظم کرنے کے لیے الائنس آف آل برما مانکس[Allaince of All Barma Monks] تشکیل دیا گیا تھا[14]۔ یہ الائنس ینگ مونکس آرگنائزیشن[Young Monks organization] اور آل مونکس یونین[All Monks Union] سمیت کئی خانقاہی گروہوں کے لیے ایک چھتری تنظیم تھی۔

1988 کی بغاوت کے بعد ستمبر 2007 میں برما میں سب سے بڑے مظاہرے ہوئے، دسیوں ہزار راہبوں نے برما کے قصبوں اور شہروں میں بڑے پیمانے پر مظاہروں کی قیادت کی، ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں برمی شہری فوجی حکمرانی کے خاتمے کے لیے احتجاج میں شامل ہوئے، یہ احتجاج حکومت کی جانب سے ایندھن کی قیمتوں میں اضافے کے بعد 19 اگست کو شروع ہوا جو زعفرانی انقلاب[Saffron revolution] سے مشہور ہوا۔

دراصل یہ سنگھا کا اپنے حق سے محروم عام لوگوں کی حالت زار کے ساتھ یکجہتی اور سماجی مصروفیت کی ایک شکل تھی۔ تاہم برما میں جمہوری اصلاحات کے لیے کچھ راہبوں کی وابستگی کو بنیادی طور پر سیاسی شمولیت کے طور پر نہیں سمجھا جاتا ہے، بلکہ موجودہ نظام کے تحت پسماندہ لوگوں کے حقوق کی وکالت کرنے اور قومی مفاہمت کے عمل کو فروغ دینے کی اخلاقی ذمہ داری کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران، مختلف قوم پرست گروہ ابھرے، جو بدھ مت کو زندہ کرنے اور اسلام کی مخالفت کرنے کی کوششوں میں مصروف رہیں۔ 969 گروپ [ایک متشدد بدھسٹ جماعت] کے بھکشو رہنما شین ویرا تھو نے خود کو "برمی بن لادن" کہا تھا اور مسلمانوں کی ملکیتی دکانوں کے بائیکاٹ کی تجویز پیش کی تھی۔ بدھ مت کی حفاظت کی آڑ میں مساجد اور مسلمانوں کے گھروں کے خلاف تشدد کے واقعات عام ہو چکے تھے۔

خلاصہ یہ کہ تھیرواد بدھ مت برمی معاشرے کے سماجی اور سیاسی معاملات میں مکمل طور پر شامل اور اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ مزاحمت اور تشدد جو کہ بدھ کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ بالکل تضاد رکھتے ہیں برمی بدھ مت کی خصوصیت بن گئی ہیں۔ موجودہ برما کی برمی بدھ مت کے حوالے سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ برما آبادی میں

---

[13] *Modern Buddhist Conjucture in Myanmar,2*
[14] Ibid 119.

راہبوں اور مذہب پر خرچ ہونے والی آمدنی کے تناسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ مذہبی بدھ ملک ہے۔ دوسرا یہ کہ یہاں بھی مختصر عرصے کے لیے لوگ مونک یعنی بھکشو بنتے ہیں۔

مذہبی رسوم کے فروغ میں میانمار میں بدھ مت کا ایک منفرد پہلو عام لوگوں میں مراقبہ کی تحریکوں کا پروان چھڑنا ہے۔ روایتی طور پر مراقبہ کی مشق خانقاہی اشرافیہ کے لیے مخصوص تھی۔ عام لوگوں کی مذہبی مشق زیادہ تر ان راہبوں کو خیرات اور تحفے پیش کرنے پر مشتمل تھی۔ تاہم، برطانوی نوآبادیاتی نظام کے تحت، پہلی بار بڑی تعداد میں لوگوں کو مراقبہ سکھایا گیا، یہ عمل آج تک جاری ہے۔[15]

4. موجودہ جاپان میں بدھ مت اور اس کی جدید صورتیں

بدھ مت کی تعلیمات چھٹی صدی عیسوی میں چین اور کوریا کے ذریعے جاپان پہنچیں سب سے پہلے چھٹی صدی کے وسط میں ایک کوریائی ریاست بلگجے [Baekje] کے بادشاہ نے جاپانی شہنشاہ کو بدھ مت کی تعلیمات کے کچھ متون اور تصاویر بھیجی تھیں۔

اس کے بعد ساتویں صدی میں پرنس شوتوکو اور بدھ مت کے حامی سوگا قبیلے کی حمایت سے بدھ مت کو تقویت ملی اور پھیلنا شروع ہوا۔ شہزادہ شوتوکو ساتویں صدی کے جاپان کے ایک بااثر رہنما تھے، جنہوں نے بدھ مت کے پھیلاؤ کی حوصلہ افزائی کرنے اور جاپان میں مندروں اور بدھ آرٹ کے حوالے سے مقبولیت حاصل کی۔ آٹھویں صدی میں نارا دور تک بدھ مت جاپانی ثقافت میں اپنی جگہ بنا چکا تھا۔

یہ مذہب ابتدائی طور پر اپنے پیچیدہ نظریات کی وجہ سے عام لوگوں میں نہیں پھیلا۔ مگر آہستہ آہستہ یہ آسان صورتوں میں یعنی مختلف فرقوں کی صورت میں عام لوگوں کے سامنے آموجود ہوا۔

بدھ مت کے ساتھ جاپان کے اپنے آبائی مذہب شنٹو کے کچھ ابتدائی تنازعات بھی رہے، لیکن آہستہ آہستہ دونوں مذاہب ایک دوسرے کے ساتھ رہنے بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرنے کا ذریعہ بنے۔ کچھ حکمرانوں کی طرف سے سولہویں اور انیسویں صدیں میں بدھ مت نے ظلم و ستم بھی دیکھا۔ اس کے باوجود جاپانی ثقافت میں بدھ مت نے

[15] https://rpl.hds.harvard.edu/faq/buddhism-myanmar, Approached on 16th August 2024, on 10:20pm.

اپنے لیے مضبوط جگہ بنائی اور مخصوص طور پر ارتقاء پذیر رہا۔ آج، تقریباً دو تہائی جاپانی خود کو بدھ مت کے پیرو کار مانتے ہیں۔

ابتدائی اور بنیادی طور پر روایتی بدھ مت کے تیرہ[13] مکاتب فکر جاپان میں فعال رہیں جو ساتویں اور تیرویں صدی کے درمیان ابھرے تھے بعد میں ان کے بہت سارے ذیلی فرقے بنے۔ ان میں سے موجودہ دور کے کچھ مشہور فرقے مندرجہ ذیل ہیں:

a) ہوسوشو[Hosso-shu]

ہوسو شو[Hosso-shu] (کے لیے سنسکرت میں یوگا چارا[Yogacara] لفظ ہے معنی یوگا کی مشق کرنے والے۔

اس کی تعلیمات ہندوستانی بودھ آئیڈیلسٹ اسکول وجنانَ واد (مہایان فلسفہ کے دو بڑے ہندوستانی اسکولوں میں سے ایک) کے نظریے پر مبنی ہیں، جس کی پہلی بار تفصیلی وضاحت چوتھی صدی میں واسو بندھو اور اسانگا کی طرف سے کی گئی تھی، جنہوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ حقیقت ذہنی تصور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لیے اس سکول کو وجنانواد کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

اس مکتب فکر کی تعلیمات پہلے ہندوستان سے چین پہنچیں ایک مشہور چینی راہب[Xuanzang Genjo] کے ذریعے، چین سے اسی راہب کے ایک شاگرد دوشو[Dosho] نے 662ء میں جاپان لایا تھا۔

دوسرے جاپانی بدھ اسکولوں کے برعکس، ہوسو اسکول اس بات کو برقرار رکھتا ہے کہ تمام مخلوقات بدھ کی فطرت کے مالک نہیں ہیں۔ بدھ ہڈ[Buddha-hood] صرف چند منتخب افراد ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس اسکول کا بنیادی صحیفہ "جوائیو ایشوکِرون/Joyuishikiron" ہے۔ جس کا انگریزی میں نام یا ترجمہ ہے۔

[The Treaties on the establishment of the doctrine of Consciousness only]

یعنی صرف شعور کے عقیدے اور نظریے کے نفاذ اور قیام پر معاہدات۔

b) تیندائی/Tendai

یہ دراصل مہایان بدھ مت کی ایک شاخ یا ذیل فرقہ ہے جو چینی تیانتائی[Tiantai]اسکول کی بنیادوں پر نویں صدی کے اوائل میں جاپانی راہب سائیچو/Saichō (مرنے کے بعد ڈینگی ڈیشی کے نام سے جانا جاتا ہے) نے قائم کیا تھا۔ دونوں روایات[ٹینڈائی اور تیانتائی]لوٹس ستر اکی اہمیت پر زور دیتی ہیں۔

تیندائی بارویں سے چودھویں صدی کے اوائل تک متعدد مندروں اور وسیع زمینی ملکیتوں کے ساتھ جاپانی بدھ مت کا ایک بہت بڑا حصہ بن چکا تھا۔ انہی صدیوں کے دوران، مختلف راہبوں نے اس فرقے کو بدعنوان سمجھ کر چھوڑ دیا۔اور انہوں نے اپنے نئے بدھ مکاتب فکر جیسے جودوشو[Jōdo-shū]جودوشنشو[Jōdo-Shinshū]نیچیرین شو[Nichiren-shū]اور سوتوزین[Sōtō-Zen]قائم کیے۔ جو آج بھی امیدابدھ مت، نیچیرین اور زین بدھ مت کی صورت میں جاپان میں موجود ہیں۔

c) امیدابدھ مت/Amida Buddhism

امیدابدھ مت جاپان میں جودوشو[Jōdo-shū]اور جودوشنشو[Jōdo Shinshū]کی صورت میں موجود ہے جسے بالترتیب پیور لینڈ بدھزم[Pure land Buddhism]اور ٹروپیور لینڈ بدھزم[True Pure Land Buddhism]کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ یہ فرقے امیدابدھ میں عقیدت اور ایمان پر توجہ مرکوز کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ عام لوگوں میں بڑے پیمانے پر مقبول ہیں۔

امیدا، دراصل سنسکرت ایتایوس[Amitāyus]اور ایتابھ[Amitābha]دونوں کے پہلے نصف کی جاپانی نقل ہے۔ یہ ایک ہی بدھ کے نام کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو سنسکرت کے متون میں نظر آتے ہیں جس کو بالترتیب لامحدود زندگی کا بدھ اور لامحدود روشنی کا بدھ کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ سنسکرت لفظ ایتا[amita]کا مطلب لامحدود اورآیوس[āyus]کا مطلب ہے زندگی۔ اسی طرح ایتابھ میں ایتالامحدود اور آبھ[ābha]کا مطلب ہے روشنی۔

امیدابدھ کا عقیدہ دراصل ہندوستان سے چین اور پھر چین سے جاپان منتقل ہوا۔

امید ابدھ عام لوگوں کے لیے نجات حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ پیش کرتا ہے اور مراقبہ کی باریکیوں ،طویل رسومات اور خانقاہی نظام وغیرہ کی پابندیوں سے آزادی دیتا ہے۔

امید ابدھ مت میں ضروری عمل ایتابھ بدھ کے نام کا مکمل ارتکاز کے ساتھ وظیفہ کرنا ہے، اس بات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ کوئی شخص خالص سرزمین یعنی پیور لینڈ میں دوبارہ جنم لے گا جو ایسی جگہ ہے جہاں کسی وجود یا شخص کے لیے نجات اور نروان حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ کہ یہ جگہ آزادی اور نجات کے لیے ایک سہارا فراہم کرتی ہے۔

امید ابدھ مت کی سب سے پہلے ایک تینڈائی راہب ہونین [Hōnen:1133-1212]نے جوڈو شو[Pure land Buddhism] کی صورت میں بنیاد رکھی۔ ہونین بدھ مت کو صرف راہبوں اور راہبائوں تک محدود نہیں رکھنا چاہتا تھا بلکہ تمام لوگوں تک پہنچانے کے لیے اس کو آسان بنانے کا حامی تھا۔پیور لینڈ بدھ مت میں "نموامیدابدھ سو"[Namu Amida Butsu]کا ورد یا وظیفہ ہے جس کا مطلب ہے" اپنے آپ کو لامحدود روشنی اور لامحدود زندگی کے بدھ کے سپرد کرتا ہوں"

امید ابدھ کی دوسری صورت جوڈو شنشو[jodo Shinshu] کی صورت میں جاپان میں موجود ہے جوڈو شنشو ایک جاپانی فقرہ ہے جس کا مطلب ہے"True Pure Land School"یعنی سچا خالص زمینی بدھ مت۔

جوڈو شنشو(مغرب میں شن بدھ مت کے نام سے بھی جانا جاتا ہے) کی بنیاد سابق ٹینڈائی جاپانی راہب شنران شونین(Shinran Shonin:1173-1263)نے رکھی تھی۔

یہ روایت نروان کے حصول کے لیے اپنی کوششوں پر انحصار کرنے کی بجائے صرف ایمان کے ذریعے نجات پر زور دیتی ہے۔

ٹرو پیور لینڈ یا شن بدھ مت ایک غیر خانقاہی روایت ہے۔ یہ روایتی پیور لینڈ اسکول کے خانقاہی اصولوں کو مسترد کرتا ہے، اس کے پادریوں کو گوشت کھانے، شادی کرنے اور عام آدمی کے طور پر رہنے کی اجازت ہے۔اس فرقے کا بانی شنران شونین جاپانی بدھ روایت کے پہلے راہبوں میں سے ایک تھے جنہوں نے شادی کی اور خاندان کی پرورش کی، اور اس نے اپنے آپ کو "نہ راہب اور نہ ہی عام آدمی" کہا۔ شن بدھ مت ایک خاندانی دوستانہ راستہ ہے جس میں تمام عمر کے لوگ ایک ساتھ حصہ لے سکتے ہیں۔ شن جاپان میں بدھ مت کی سب سے بڑی روایت ہے۔

d) شنگن/Shingon

شنگن ایک باطنی اسکول ہے جو روشن خیالی کے حصول کے لیے رسومات، منڈلوں اور منتروں کا استعمال کرتا ہے۔ شنگن بدھ مت نویں صدی میں کوکائی[Kûkai:774-835]جو"کوبو دائشی/Kôbô Daishi" کے نام سے مشہور ہے، نے قائم کیا۔ کوکائی جاپان کے دانشوروں خاص طور پر جاپان کے روایتی بدھ مت مفکروں میں سے ہے، وہ جاپان میں شنگن باطنی بدھ مت کے بانی ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ اس کی تعلیمات کو شنگن بدھ مت کے نام سے جانا جاتا ہے۔

بدھ مت کی اس شکل کو جاپانی زبان میں مِکّیو[Mikkyô] کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے "خفیہ تعلیمات"۔ دراصل یہ وجرایانہ بدھ مت کی ایک شکل ہے۔ جو جاپان میں آج بھی موجود ہے۔

شنگن کی تعلیمات مہاویروچنَ ستر[Mahâvairocana Sutra]اور وجر سیکھرَ ستر[Vajrasekhara sutra]پر مبنی ہیں جو شنگن کے بنیادی ستر ہیں۔ یہ ستر غالباً ساتویں صدی کے آخری نصف میں ہندوستان میں لکھے گئے تھے۔

e) نیچیرین بدھ مت

نیچیرین نامی راہب نے تیرویں صدی عیسوی میں قائم کیا تھا یہ اسکول لوٹس ستر اکو اعلیٰ تعلیم کے طور پر تعظیم دیتا ہے۔ یہ فرقہ آج بھی جاپان میں مختلف ذیلی فرقوں کی صورت میں موجود ہے۔[اس کی تفصیل بدھ مت کے فرقوں والے باب میں گزر چکا ہے]

f) زین سکول

اس مکتبہ فکر کے حوالے سے بنیادی ذکر یونٹ نمبر آٹھ میں گزر چکا ہے البتہ کچھ ذیلی شاخوں کی وجہ سے یہاں اس کا کچھ مزید تذکرہ ضروری ہے۔

زین بارویں صدی کے اواخر سے 13 ویں صدی کے اوائل میں متعارف کرایا گیا، جاپانی زین سے مراد زین بدھ مت کی جاپانی شکلیں ہیں، جو اصل میں چینی مہایانا بدھ مت کا ایک مکتب ہے جو دھیان[Meditation] پر زور دیتا ہے اور اس کی وہ زیادہ مشق کرتے ہیں ، دراصل یہ عمل، زین کے حامیوں کے مطابق، کسی کو حقیقی فطرت

[Emptiness] کی بصیرت فراہم کرتا ہے، جو آزادانہ زندگی گزارنے کا راستہ کھولتا ہے۔ زین مراقبہ، براہ راست تجربہ، اور استاد اور شاگرد کے تعلقات پر زور دیتا ہے۔ زین سکول کے دو ذیلی مکتبہ فکر Rinzai اور Sōtō فرقے زیادہ فعال ہیں۔

غرضیکہ موجودہ دور میں جاپان میں ہر اسکول نے جاپانی سیاق و سباق کے مطابق ڈھلتے ہوئے مخصوص بدھ ستروں اور عقائد پر مبنی اپنی تعلیمات، طرز عمل اور اداروں کا اپنا ڈھانچہ تیار کیا ہوا ہے۔

5. جدید تھائی لینڈ میں بدھ مت [مادیت، عیش پرستی اور سیاسی بدھ مت کو فروغ]

تھائی لینڈ میں بدھ مت زیادہ تر تھیرواد اسکول سے تعلق رکھتا ہے، جس کی پیروی تقریباً 94 فیصد آبادی کرتی ہے۔ تھائی لینڈ میں چین کے بعد بدھ مت کی دوسری سب سے بڑی آبادی ہے، جہاں تقریباً 64 ملین بدھ مت کے پیروکار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بدھ مت ہندوستانی شہنشاہ اشوک کے زمانے میں تیسری صدی قبل مسیح میں تھائی لینڈ پہنچا تھا۔ تب سے، بدھ مت نے تھائی ثقافت اور معاشرے میں اہم کردار ادا کرتا چلا آیا ہے۔

تھائی بدھ مت اور تھائی بادشاہت اکثر ایک دوسرے سے جڑے رہے ہیں، تھائی بادشاہوں کو تاریخی طور پر تھائی لینڈ میں بدھ مت کے اہم سرپرستوں کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ تھائی بدھ مت ہر تھائی آدمی کے لیے قلیل مدت کے لیے خانقاہی نظام کا حصہ بننے پر زور دینے اور تھائی ریاست اور تھائی ثقافت کے ساتھ اس کے قریبی تعلق کے لیے ممتاز ہے۔

تھائی لینڈ شاید دنیا کا واحد ملک ہے جہاں بادشاہ کو بدھ مذہب کا سرپرست قرار دیا گیا ہے۔، بدھ مت نے سلطنت کی تاریخ میں صدیوں سے ایک اہم کردار ادا کرتا چلا آیا ہے۔ یہاں پر موجودہ بدھ مت یعنی تھیرواد بدھ مت کو سری لنکا کے بدھ راہبوں نے آہستہ آہستہ متعارف کروایا تھا۔ تھیرواد روایت نے بعد میں بدھ مت کی سابقہ شکلوں پر غلبہ حاصل کیا اور تیرویں صدی عیسوی میں تھائی بادشاہت سوکوتھائی کے قیام کے ساتھ اسے سرکاری ریاستی مذہب بنا دیا گیا۔ مذہبی اقدار کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ، بدھ مت کی اقدار اور بدھ مت کے فنون جیسے بدھ کے مجسمے مختلف تھائی بادشاہوں کے دور حکومت میں پروان چڑھے۔[16]

[16] https://www.thai-buddhas.com/thai-buddha-statues/buddhism-in-thailand/ Approached on 17th August 2024, on 7:05 pm,

تیرہویں صدی کے ابتدائی ریکارڈ سے لے کر ۱۹۰۲ء تک مستقل طور پر، سیام [تھائی لینڈ] کے بادشاہوں اور اعلیٰ درجے کے راہبوں نے بدھ مت کے متون کو جمع کرنا اور ان میں ترمیم کرنا، بدھ مت کی تاریخ کو دوبارہ لکھنا، بدعنوان راہبوں سے سنگھا کی برادری کو پاک کرنا اپنا فرض سمجھا۔

۱۹۰۲ء میں بادشاہ چولالونگ کورن [Chulalongkorn] اور پرنس وچیریان [Wachirayan]، جو ایک باقاعدہ راہب تھے اور جو بعد میں پورے تھائی بدھسٹ سنگھَ کے سرپرست بن گئے تھے، نے تھائی بدھ مت اور تھائی بدھ سنگھ کے حوالے سے قانون سازی کی اور ساتھ بدھ سنگھ کی ذمہ داری بنائی کہ وہ تھائی لوگوں کو تعلیم دے اور خانقاہی تعلیم کی تنظیم کو منظم رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تھائی لینڈ میں بدھ مت کی سب سے نمایاں خصوصیات میں سے ایک اس کا بظاہر اچھی طرح سے منظم اور مرکزی ادارہ جاتی ڈھانچہ ہے[17] اور دوسرا یہ کہ پوری مملکت میں پھیلی ہوئی ہزاروں بدھ خانقاہوں میں، دسیوں ہزار راہب مادی اور روحانی دونوں حوالوں سے لوگوں کی زندگیوں پر اثر انداز رہے ہیں۔[18]

۱۹۰۲ سنگھَ ایکٹ بدھسٹ اسمبلی کے انتظامی قواعد اور سنگھ کے قومی، صوبائی اور ضلعی سربراہوں کے رسمی عہدوں پر مشتمل ہے جو آج بھی نافذ العمل ہے۔ ہر ایک خطہ میں راہبوں کا ایک باضابطہ درجہ بندی ہے، جن میں سے سبھی مہاتھیرا سماکوم [Mahathera Samakom] یعنی بزرگ اساتذہ کی کونسل کو رپورٹ کرتے ہیں جس کی سربراہی سنگھ راجا کرتے ہیں۔

اسی طرح تمام راہبوں کو ایک مخصوص خانقاہ میں رجسٹرڈ ہونا پڑتا ہے اور انہیں شناختی نمبر اور کارڈ جاری کیے جاتے ہیں۔

تھائی بدھ مت بنیادی طور پر دو سلسلوں / نکایوں میں تقسیم ہے، شاہی حمایت یافتہ دھمیوتیکَ نکای [Dhammyuttika Nikaaya] اور مہانکایَ [Maha Nikaaya]۔

---

[17] Stephen C. Berkwitz, *Buddhism in world Culture: Comparative perspectives*, 2006, 102.

[18] Ishii, Yoneo, *Sangha, State, and Society: Thai Buddhism in History*. Trans. Peter
Hawkes. Honolulu: University of Hawa Press, 1986, 68.

a. دھم یُتّیک نِکایَ[Dhammyuttika Nikaaya]یا تھمیوت روایت

تھمیوت روایت انیسویں صدی کے وسط میں ایک اصلاحی تحریک کے طور پر شروع ہوئی جس کی قیادت سیام کے بادشاہ رام دوم کے بیٹے مونگ کٹ[Mongkut] نے کی۔ یہ ۱۹۰۲ کے سنگھ ایکٹ کی منظوری تک ایک اصلاحی تحریک رہی۔

شہزادہ مونگ کت تھائی لینڈ کا بادشاہ بننے[۱۸۵۱ تا۱۸۶۸] سے پہلے ستائیس سال[۱۸۲۴۔۱۸۵۱]تک بھکھو تھا جس کا مذہبی نام وجیر نیانو[Vajirañāṇo] تھا۔ اس نے بیس سال کی عمر میں ۱۸۲۴ میں خانقاہی زندگی میں قدم رکھا۔ اپنی ابتدائی مراقبہ کی تربیت کے دوران، مونگ کٹ مایوس تھا کہ اس کے اساتذہ مراقبہ کی ان تکنیکوں کو جو وہ سکھا رہے تھے بدھ کی اصل تعلیمات سے منسلک نہیں کر سکے تھے۔ اس کے علاوہ، اس نے ونای(خانقاہی قوانین) اور تھائی بھکھوں کے عملی طریقوں کے درمیان تضاد دیکھا۔اس لیے اس نے ایک ایسا سلسلہ تلاش کرنا شروع کیا جو کہ ونای قوانین پر عمل پیرا ہو۔ آخر کار اس نے مون لوگوں کے بھکھوؤں کے سلسلے کو چنا۔ اس گروپ کو نئی ترتیب اور ایک اصلاحی تحریک کی شکل دے دی جو "دھم یُتّیک نِکایَ/Dhammyuttika Nikaaya " سے جانا جاتا ہے تھائی میں اس کو تھمیوت نکای[Nikaaya Thammayut] کہتے ہیں۔اس آرڈر کی بنیاد پر مونگ کت[Mongkut] نے تمام غلط رسوم اور توہم پرست عناصر کو دور کرنے کی کوشش کی جو کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تھائی بدھ مت کا حصہ بن چکے تھے۔

b. مہانکایَ[Maha Nikaaya]

مہانکای(لفظی ترجمہ: عظیم طبقہ) جدید تھائی اور کمبوڈین بدھ مت کے دو اہم خانقاہی طبقات یا برادریوں میں سے ایک ہے۔ یہ اصطلاح ان تمام تھیرواد راہبوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جو کہ دھمیو تیک نکای کا حصہ نہ ہو۔ مہا نکای تھائی لینڈ اور کمبوڈیا میں تھائی لینڈ میں تھیرواد بدھ مت کا سب سے بڑا طبقہ ہے جس میں ملک کے تقریبا90 فیصد بدھ بھکشو شامل ہیں۔

1833 میں راہب شہزادہ مونگ کت کے ذریعہ دھمیو تیکا نکای کی بنیاد رکھنے کے بعد کئی دہائیوں کے بعد تمام تسلیم شدہ راہبوں کو جو دھمیو تیکا کے سلسلے میں شامل نہیں تھے ان کو مہا نکای کا حصہ سمجھا جانے لگا۔

عقائد اور نظریاتے کے لحاظ سے تمام تھیرواد بدھ معاشرے پالی اصول کی پیروی کرتے ہیں۔ تاہم عملی طور پر تمام تھیراواد ممالک میں سنگھ "نکایوں" کے نام سے کئی خانقاہی سلسلوں میں تقسیم ہوا ہے، جن میں سے مشہور اور بنیادی نکائیں مہانکای اور دھمیوتیکانکای ہیں۔

i. دھمّکایَ تحریک[Dhammakaya Movement]

دھمّکایَ[سنسکرت: دھرمَ کای] تھائی بدھ مت کی ایک جدید تحریک ہے جو اکیسویں صدی کی تیز ترین مذہبی تحریکوں میں سے ایک ہے۔ بنیادی طور اس کی بنیاد بیسویں صدی کے پہلے نصف میں تھائی راہب سوت جنڈاسارو (1885-1959) نے رکھی تھی۔ اس تحریک کی بنیاد مراقبہ کے ایک نئے طریقہ پر تھی جسے Dharmakaya مراقبہ کہتے ہیں۔

سوت کا دعوہ تھا کہ گوتم بدھ نے مراقبہ کا یہی طریقہ سکھایا تھا اور اسی کے نتیجے میں بدھ کے جوہر کا حقیقی نظارہ ہو سکتا ہے۔

یہ تحریک اپنے بہت سے پہلوؤں کی وجہ سے بہت متنازعہ رہی ہے جیسے کہ اس کا فنڈ اکٹھا کرنا اور نروان کے حوالے سے ان کے نظریات وغیرہ۔ خود تھیرواد بدھ مت کے اندر سے ہی اس کو شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کے پیروکار سنگھ اور عوام دونوں ضرورت سے زیادہ دنیاوی ہیں۔

اس تحریک کا ہیڈ کوارٹر "واٹ دھم کای مندر / Wat Dharmakaaya Temple ہے جس میں ATMs سے لیس عطیہ کرنے کے لیے کمرے ہیں، یہ بدھ مندر ویٹیکن سے تقریباً 10 گنا بڑے علاقے پر محیط ہے۔ یہ بدھ مندر بدھ مت کی دنیا کا سب سے بڑا مندر رہے یہ 1970 میں تقریباً آٹھ سو ایکڑ اراضی کے ایک بڑے پلاٹ پر تعمیر کیا گیا تھا۔ مندر کا بیرونی حصہ انسانی جسم کے سائز کے تین لاکھ بدھ کے مجسموں سے مزین ہے اور اندرونی حصہ سات لاکھ بدھ کے مجسموں سے مزین ہے جنہیں سونے کے پانی کی تہہ چڑھائی ہوئی ہے۔

یہ تحریک ٹیلی ویژن اسٹیشن اور ویب سائٹس بھی چلاتی ہے مختلف ممالک میں اس ٹیمپل کی بہت ساری شاخیں یا ذیلی تنظیمیں ہیں۔

بدھ مت کی دوسری تحریکوں کے برعکس، دھم کایَ سکھاتا ہے کہ فراخدلی سے عطیہ اس دنیاوی زندگی میں بھی دولت میں برکت اور اضافے کا سبب بنتا ہے اور یہ مستقبل کی زندگی میں بھی۔

ii. سانتی اسوک / اشوک تحریک[Santi Asoke Movement]

سانتی اسوک تھیرواد بدھ مت کا ایک سنیاسی فرقہ ہے جسے ٹیلی ویژن کے ایک سابق نغمہ نگار فرابود ھیرک نے 1975 میں کلیسائی کونسل سے آزادی کا اعلان کرنے کے بعد قائم کیا تھا۔

اپنے نئے فرقے کو وہ تھیرواد اور مہایان بدھ مت کے مرکب کے طور پر دیکھتے ہیں۔ سانتی اسوک کو ایک بنیاد پرست فرقہ وارانہ تحریک کے طور پر بیان کیا جاتا ہے جو جنگل کی روایت[Forest Tradition] کی سادگی کے نظریات کا پرچار کرتا ہے۔ سانتی اسوک کے ارکان سخت سبزی خور ہیں اور ایک سنیاسی زندگی گزارتے ہیں۔ وہ سماج کو توہم پرستی سے پاک کرنا اور بدھ مت کی بنیادی باتوں کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

پچھلی چار دہائیاں تھائی بدھ مت میں نمایاں تبدیلیوں کا دور رہا ہے۔ تقسیم، کمرشلائزیشن، تنوع، سنگھا اور دھرم کے حوالے سے طہارت اور صفائی جیسی ملی جلی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ جس میں سرکاری طور پر منظور شدہ اور ریگولیٹڈ ادارہ جاتی تھیراواد بدھ مت کی گرتی ہوئی مرکزیت شامل ہے۔

6. عوامی جمہوریہ چین اور بدھ مت[بدھ مت مذہبی تکثیریت کا امتزاج]

چین میں بدھ مت کے مشنریوں نے ہان خاندان (206 BCE–220 CE) کے دور میں مہایان بدھ مت متعارف کرایا تھا۔ اس کے بعد چینی بدھ مت نے خود مشرقی ایشیا میں بدھ مت کے پھیلاؤ میں ایک متحرک کردار ادا کیا۔ ابتدائی تانگ خاندان (618–907 عیسوی) کا دور فن اور ادب کے فروغ کے ساتھ بدھ مت کے لیے سنہری دور کہلایا جاسکتا ہے۔

اس دوران، چینی بدھ مت کے متعدد اسکولوں کی تشکیل ہوئی۔ جو اپنے فلسفے اور مراقبہ کے طریقوں کی تعلیم دیتے تھے۔ مثال کے طور پر ہواین [Huayen]، تیانتائی[Tiantai]، خالص زمینی بدھ مت [Pure land Buddhism] اور چان / زین[Chan/Zen] سکول۔ ان مکاتب فکر نے کوریا اور جاپان کو بھی متاثر کیا۔

چینی بدھ مت میں مقامی چینی مذاہب کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں جن میں کنفیوشس ازم، تاؤازم وغیرہ شامل ہیں۔ مذہبی تکثیریت اور مذہبی ہم آہنگی کا رویہ قدیم زمانے سے چینی ثقافت کی ایک عام خصوصیت رہی ہے۔ اسی

وجہ سے شاید چینی بدھ مت کی مختلف روایات عملی طور الگ الگ نظر نہیں آتے ہیں اور وہاں واضح طور پر اس قسم کی فرقہ وارانہ تقسیم کا فقدان ہے جس طرح کی ہمیں دوسرے علاقوں یا دوسری بدھ روایات میں نظر آتی ہے۔

1960 اور 1970 کی دہائیوں کے ثقافتی انقلاب کے دوران، چینی بدھ خانقاہوں کی اکثریت کو تباہ کر دیا گیا اور زیادہ تر تربیت یافتہ راہبوں، راہباؤں اور اساتذہ کو پھانسی یا قید کر دیا گیا۔ تبت اور اندرونی منگولیا میں بدھ مت پر دباؤ اور بھی شدید تھا۔ اس ثقافتی انقلاب کے دوران تمام مذاہب "چار پرانے" پرانی چیزیں، پرانے خیالات، پرانے رسم ورواج اور پرانی عادات" کو ختم کرنے کے لیے ماؤ کی مہم کا ہدف بنے۔ تمام مذہبی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی، اور مذہبی افراد کو ستایا اور تعاقب کیا گیا۔ بہت سے مندروں، مزاروں، مساجد اور گرجاگھر تباہ کر دیے گئے اور کچھ کو چھوڑ کر بند کر دیے گئے یا ضبط کر لیے گئے۔ 1976 میں ماؤ کی موت کے بعد مذہب کے حوالے سے ریاستی پالیسی میں تبدیلی آئی اور روایتی مذاہب میں دلچسپی دوبارہ بڑھی۔ حکومت کیطرف سے 1982 میں ایک دستاویز جاری کیا گیا جسے دستاویز 19 کے نام سے جانا جاتا ہے، جس میں مذہب کی حقیقت کو تسلیم کیا گیا اور شہریوں کو مذہبی عقیدے کی آزادی مل گئی۔ خود حکومت نے اقتصادی ترقی پر توجہ مرکوز کی۔ مذہبی سرگرمیاں بحال ہونے لگیں۔ ثقافتی انقلاب کے دوران بند کیے گئے یا ضبط کیے گئے مندروں، مساجد اور گرجاگھروں کو دوبارہ کھولنے کی اجازت بھی مل گئی، جب کہ جن کو نقصان پہنچا تھا یا تباہ ہو گیا تھا ان کی مرمت یا دوبارہ تعمیر کی گئی۔

مذہب کے لیے اس آرام دہ ماحول میں چی گونگ [19] [Qigong] کا روایتی عمل وسیع ہو گیا، کچھ اندازوں کے مطابق 1980 کی دہائی کے آخر تک چین بھر میں اس روایتی عمل نے 60 ملین سے زیادہ پریکٹیشنرز کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ چی گونگ بدھ مت اور تاؤازم سے متعلق مشقوں اور مراقبہ کے طریقوں کا ایک مجموعہ ہے اس کے مطلوبہ صحت سے متعلق فوائد کے لیے کھلے عام توثیق کی گئی اور حکام بالا اور سرکردہ سائنس دانوں نے اس کی تشہیر کی۔ اس کی روحانی اور مذہبی جڑوں کے باوجود حکام نے چی گونگ کو توہم پرستی یا مذہب کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ اسے ایک قیمتی سائنسی

[19] چی گونگ کی تاریخ بہت پرانی ہے اس میں صحت اور تندرستی کو بہتر بنانے اور برقرار رکھنے کے مقصد کے ساتھ جسم، دماغ اور روح کے اندر توانائی کو بہتر بنانے کے لیے مشقوں کا استعمال شامل ہے۔

ورثہ قرار دیا۔ اس دوران بہت سے نئے چی گونگ آقا مشہور ہوئے جنہوں نے مافوق الفطرت طاقتوں کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی طرح چی گونگ کی نئی شکلیں جو تاؤسٹ اور بدھ مت کی روایات کے عناصر کو شامل کرتی ہیں مشہور ہوئیں۔[20]

گذشتہ دہائی میں بھی مذاہب کے حوالے سے حکومت کی پالیسیوں میں سختی آئی لیکن اس دفعہ بدھ مت اور مقامی مذاہب زیادہ نشانہ نہیں بنے۔

آج، چینی لوگوں کی ایک بڑی تعداد بدھ مت میں دلچسپی رکھتی ہے۔ چینی بدھ مت کی سب سے مشہور شکلیں خالص زمینی بدھ مت[Pure land Buddhism] اور چان یا زین[Chan/Zen] اسکول ہیں۔ خالص زمینی بدھ مت عام لوگوں کے لیے زیادہ قابل رسائی ہے، کیونکہ اس میں نروان حاصل کرنے کا طریقہ آسان اور برق رفتار یعنی فوری اور تیز ہے جس میں وہ موت اور دوبارہ جنموں کے لمبے چکر سے بچ سکتے ہیں۔ اسی طرح تبتی بدھ مت سے عقیدت میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

7. مغرب میں بدھ مت کا ارتقاء[غیر فرقہ پرستی کا رجحان]

مغربی ممالک میں بدھ مت اٹھارویں صدی کے بعد سے متعارف ہونا شروع ہوا، بدھ مت کے متعدد متون یورپ پہنچے ان تحریروں میں یورپی علماء کو دلچسپی پیدا ہوئی اور انہوں نے ان متون کا مطالعہ شروع کیا۔ اس طرح انیسویں صدی کے وسط میں بدھ مت کے چند متون کا یورپی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ ان میں سے چند ایک نے، جو بدھ مت سے متاثر تھے، بدھ مت کے نظریات کو اپنی تحریروں میں متعارف کرایا۔

بیسویں صدی کے آغاز سے پہلے، بدھ مت کا مطالعہ بنیادی طور پر علماء تک محدود تھا اور عوام میں بدھ مت کی تعلیمات کا زیادہ رواج نہیں تھا۔ بعد میں یہ روش بدلنا شروع ہوئی۔ بہت سے یورپیوں نے محسوس کیا کہ بدھ مت کے بارے میں صرف پڑھنا کافی نہیں ہے، اس لیے انہوں نے مشرق کا سفر کیا تاکہ بدھ مت کے طریقوں کے بارے میں خود علم حاصل کیا جا سکے اور خانقاہی زندگی کا مشاہدہ کیا جا سکے۔ واپسی پر ان میں سے کچھ راہب بن چکے تھے اور انہوں

[20]https://www.pewresearch.org/religion/2023/08/30/government-policy-toward-religion-in-the-peoples-republic-of-china-a-brief-history/#:~:text=State%20policy%20toward %20religion% 20 shifted, belief%20 (zongjiao%20 xinyang%20ziyou). Approached on 18th August, 2024, 4:08 pm.

نے یورپ میں بدھ مت کے پھیلانے میں بڑا کردار آدا کیا۔ ان کے ساتھ جلد ہی سری لنکا اور ایشیا کے دوسرے بدھ مت کے بھکشو بھی شامل ہو گئے۔

بیسویں صدی کے اوائل تک بدھ مت کے متون کے زیادہ بہتر یورپی ترجمے کیے گئے جس میں تھیرواد صحیفوں کا مجموعہ اور مہایان کے متعدد اہم متون شامل تھے۔

اس کے علاوہ اس دوران یورپ کے بڑے شہروں میں بدھ مت کی تنظیمیں اور مراکز قائم ہونا شروع ہوئے۔ ان میں سے ایک، بدھسٹ سوسائٹی آف لندن، 1924 میں قائم ہوئی۔ یہ یورپ کی سب سے قدیم اور سب سے بڑی بدھ تنظیموں میں سے ایک ہے۔ ان تنظیموں نے اپنے مراقبہ کے نشستوں[Sessions]، لیکچروں اور بدھ مت کے ادب کو عام کرنے کے ذریعے لوگوں کی بدھ مت میں دلچسپی بڑھانے میں مدد کی۔

بدھ مت میں مغربیوں کی دلچسپی پیدا کرنے میں بدھ مت کے مشنریوں جیسے جاپانی اسکالر ڈی ٹی سوزوکی (1870-1966)اور تبتی بدھ مت کے متعدد اساتذہ کا کردار بھی اہمیت کے حامل ہے۔

مغرب میں بدھ مت کی اس ارتقائی عمل میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ برطانیہ اور فرانس کی طرف سے روایتی بدھ مت ممالک کی نو آبادیت نے مغربی مشینریوں اور منتظمین کو بدھ مت اور اس کی ثقافت کو دریافت کرنے کے قابل بنایا۔ اس کو یورپ اور شمالی امریکہ کے علمی درسگاہوں تک پہنچانے میں مدد کی جس کے نتیجے میں پالی، سنسکرت، چینی، تبتی اور ویتنامی زبانوں میں بدھ مت کے ادب کے مطالعہ اور اشاعت اور اس کے فلسفہ، تاریخ، آثار قدیمہ اور سماجیات کی تحقیق میں مغربی اسکالرز نے بہت بڑا تعاون کیا۔

اسی طرح چین کی نظریاتی تبدیلی کے نتیجے میں تبت سے نسلی بدھوں کی ایک بڑی تعداد کی ہجرت نے بھی مغرب میں بدھ مت کو پھیلانے اور دور جدید میں اس کی جدید تشریح میں اہم کردار ادا کیا۔ بیسویں صدی کے وسط سے نسلی بدھ مت کے پیروکاروں کی لہریں یورپ اورامریکہ کے بڑے شہروں کی طرف ہجرت کر کے بدھ مت کی بہت سی صورتوں کو ساتھ لے کر پہنچے۔ جو صورتیں ایشیا میں آزادانہ ترقی کی طویل صدیوں کے دوران پروان چڑھی تھیں، وہاں یہ بدھ مت کے پیروکار آزاد مغربی معاشرے میں نہ صرف خود اپنے اشیائی فلسفے پر عمل پیرا رہتے ہیں بلکہ اس کی خوب تشہیر اور تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ثقافتی طور پر عیسائی یا یہودی رہتے ہوئے بدھ مت کے اداروں اور سنگھا کے ساتھ قریبی تعلق رکھتے ہیں۔

تبتی مہاجرین میں بہت سے لاما اور بدھ متی علماء نے مغربی ممالک میں رہائش اختیار کرنے کے بعد وہاں تدریسی مراکز قائم کیے ہیں۔ آج، مغرب میں بدھ مت کے اداروں میں تدریسی / اعتکاف کے مراکز، اشاعتی ادارے، مطالعاتی گروپ، مراقبہ گروپ، کتابوں کی دکانیں، تربیتی مراکز وغیرہ شامل ہیں۔

ان وجوہات کی وجہ سے بدھ مت مغرب میں بہت تیزی سے متعارف ہوا اور آج یہ مغربی دنیا میں ایک بہت تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔

حالیہ برسوں میں، یورپ میں بدھ مت مذہب کے حوالے سے لوگوں کی دلچسپی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، وہاں کے بدھ معاشروں کی رکنیت میں اضافہ ہوا ہے اور بہت سے نئے بدھ مراکز قائم ہوئے ہیں۔ ان کے اراکین میں بڑی تعداد میں پیشہ ور اور علماء شامل ہیں۔ آج، ایشیا کی بڑی بدھ روایات جیسے تھیرواد، پیور لینڈ، چان (یازین)، وجریانا اور نیچیرن شوشو، کے پیروکاروں کی بڑی تعداد یورپ میں ہے۔

مغربی بدھ مت میں ایک نئی تفریق ہے۔ ایک کو ایشیائی تارکین وطن کا بدھ مت یا نسلی بدھ مت کہا جاسکتا ہے جو کہ تھیرواد، مہایان اور وجرایان بدھ مت کی صورتوں میں اپنے اپنے مراکز اور آبادیوں میں وجود رکھتا ہے۔ اور دوسرا مذہب تبدیل کرنے والوں کے ذریعہ عملی بدھ مت جسے کنورٹ بدھ مت[Conver Buddhism] کہا جاسکتا ہے جو اکثر زین، خالص زمین، وپاسنا یا تبتی بدھ مت کے پیروکار ہیں۔

کچھ مغربی بدھسٹ دراصل غیر فرقہ پرست ہیں اور مختلف فرقوں کی تعلیمات کو قبول کرتے ہیں، جو کہ ایشیا میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ کچھ علماء نے تجویز پیش کی ہے کہ مغربی بدھ مت کو، خاص طور پر اس کی غیر فرقہ وارانہ شکل کو نوایان [نئی گاڑی] کا نام ملنا چاہیئے کہ یہ روایتی تھیرواد، مہایان اور وجریانا کے ساتھ بدھ مت کی ایک "نئی گاڑی" کے طور پر ظہور رکھتا ہے۔ (تاہم، نوایان کی اصطلاح عام طور پر اس کی بجائے دلت بدھ مت کی تحریک کے لیے استعمال ہوتی ہے جس کی بنیاد ڈاکٹر امبیتکر نے ہندوستان میں رکھی تھی)

مغربی بدھ مت مغربی نفسیات اور سائیکو تھراپی کی بصیرت سے متاثر بھی ہوا ہے اور مغرب میں بہت سے بدھ مت کے اساتذہ لائسنس یافتہ معالج ہوتے ہیں۔

8. خلاصہ بحث

خلاصہ یہ کہ موجودہ دنیا میں بدھ مت کی غالب اکثریت جدید دنیا کے تقریبا تمام پہلوں سے متاثر ہے مادیت پرستی، نسل پرستی باقاعدہ سماجی اور معاشرتی معاملات میں حصہ داری وغیرہ ایسے عناصر ہیں جو گوتم بدھ کی زندگی اور تعلیمات سے کسی طرح بھی میل نہیں رکھتے ہیں ۔گوتم بدھ کا اپنی جماعت سنگھَ تشکیل دینا اور اس کے ونای [Vinaaya] قوانین وضع کرنا تقریبا تمام بدھ فرقوں میں تسلیم شدہ ہے انہی ونای قوانین کی روشنی میں ایک بدھ بھکشو کو دنیاوی معاملات سے یہاں تک الگ رہنا چاہئیے کہ وہ اپنے لیے کچھ کما نہیں سکتا بلکہ خیرات میں عام کمیونٹی کی طرف جو بھی ملے گا[وہ بھی مانگ نہیں سکتا] اسی سے ہی جذبات اور احساسات کے متاثر ہوئے بغیر اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنا ہوتا ہے۔اسی طرح بدھ کی تعلیمات میں زندگی جو دکھ ہے اس کی اصل وجہ ایک انسان کا دنیاوی چیزوں سے لگائو ہے جسکو بدھ مت کی اصطلاح میں لوبھَ[lobha] کہتے ہیں جس کا معنی ہے کسی چیز کو حاصل کرنا۔ایک چیز کے حصول کی کوشش ایک انسان تب کرتا ہے جب اس سے لگائو ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں ہم اس کو خواہش کہتے ہیں، بدھ کی تعلیمات میں دکھ کو ختم کرنے کے لیے اس لگائو اور خواہش کو ختم کرنا ہوتا ہے جس کے لیے گوتم بدھ نے طریقہ بتادیا ہے کہ دنیاوی معاملات سے دوری[Non-Attachment] ہی کی مشق ہے جو دکھ کے اس سبب کو ختم کرنے میں مدد دے سکتی ہے اور ایک انسان نروان حاصل کرنے کی طرف جاسکتا ہے۔ان بنیادی تعلیمات کی روشنی میں جب ہم آج کی بدھ مت پر نظر ڈالتے ہیں تو کچھ استثناء کے ساتھ بلعموم تینوں مکاتب فکر اور بالخصوص مہایان اور وجرایان معاشرتی معاملات میں مصروف بدھ مت[Socially engaged Buddhism] کی تصویر بنے ہوئے ہیں مہایان اوروجرایان بدھ مت میں تو اس کے لیے قوانین میں ترمیم کرنے اور نئی نئی ستروں کو گوتم بدھ کی بنیادی تعلیمات پر فوقیت دیناعام ہے اس میں بدھ روایتی سنگھ کی حیثیت تقریبا ختم ہو کر رہ گئی ہے دوسری طرف تھیرواد میں نئی تشریحات کے ساتھ ساتھ نسل پرستی، تشدد سیاسی معاملات میں سنگھ کا کردار جیسی ارتقائی صورتیں پر رون چڑھ رہی ہیں جو گوتم بدھ کی اخلاقیات اور بنیادی تعلیمات سے کسی صورت ہم اہنگی نہیں رکھتی ہیں۔

خود آزمائی

1. نَویانَ بدھ مت کے بارے میں تفصیل سے لکھیں۔
2. دور جدید میں ہندوستان میں بدھ مت کی احیاء کے بارے میں لکھیں۔
3. سری لنکا کی بدھ مت مذہب کے حوالے سے کیا خصوصیات ہیں؟ واضح کریں۔
4. سری لنکا میں بدھ مت کی نسل پرستی اور سیاسی معاملات میں مداخلت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
5. میانمار میں بدھ مت کی تاریخ کے حوالے سے لکھیں۔
6. میانمار میں بدھ مت کے متشدد رویے کے حوالے سے لکھیں۔
7. موجودہ دور میں جاپان میں بدھ مت کے حوالے سے آپ کیا جانتے ہیں؟
8. امید ابدھ مت کے حوالے سے تفصیلا بتائیں۔
9. جدید تھائی لینڈ میں بدھ مت کا جدید روپ کیا ہے؟ واضح کریں۔
10. تھمیوت روایت اور مہانکای کا ایک تقابلی جائزہ لیں۔
11. دھرمَ کایَ تحریک کے حوالے سے لکھیں۔
12. سانتی اشوک تحریک کے بارے میں لکھیں۔
13. مغربی ممالک میں بدھ مت کے بارے میں بتائیں۔

جوابات

تمام سوالوں کے جواب متعلقہ یونٹ سے تلاش کریں۔